سفینۃ الاولیاء

شہزادہ دارا شکوہ قادری

کراچی - 1986

نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

سفینۃ الاولیاء

شہزادہ دارا شکوہ قادری

1986 - کراچی

نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

سفینۃ الاولیاء

داراشکوہ کی مشہور و مستند کتاب سفینۃ الاولیاء کا سلیس و بامحاورہ
اردو ترجمہ جس میں آنحضرت سیّد المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و خلفاء راشدین و امام اعظم ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف،
امام مالک بن انس و امام شافعی و ائمہ اثنا عشری و ازواج مطہرات
و اسلام کی مشہور و نیک خواتین اور اولیاء کرام کے جامع حالات
از تاریخ ولادت تا تاریخ وفات کو مستند ماخذوں سے جمع کیا گیا ہے

مصنفہ
شہزادہ داراشکوہ قادری

ترجمہ: محمد علی لطفی

نفیس اکیڈیمی

اردو بازار، کراچی

1986 -

ایک دیرینہ آرزو

محمد اقبال سلیم گاہندری

تصوف اور اصحاب تصوف سے اپنا دل ٹٹولتا ہوں، تو دیرینہ عقیدت محسوس کرتا ہوں شاید میں دوسری جماعت کا طالب علم تھا، بچپن کے دن بے فکری کا زمانہ، نہ فکر امروز، نہ غم فردا، نہ دانش، نہ بینش، نہ مطالبہ نہ شوق، لیکن کبھی کبھی پچھلے پہر کے سناٹے میں اپنے بزرگ اور اہل دل باپ کی کانپتی، لرزتی اور اثر آفریں آواز میں "شجرہ" سنتا، ولیوں، بزرگوں اور صوفیوں کے نام سنتا، تو کچھ نہ جاننے پر بھی، کچھ نہ سمجھنے پر بھی دل چاہتا کہ وہ شجرہ پڑھے جائیں، پڑھتے رہیں، میں سنتا رہوں، سنے جاؤں ——

زمانہ آگے بڑھتا رہا —— تقویم عصر میں تبدیلی ہوتی رہی، یہاں تک کہ ایک دن ان سطروں کا لکھنے والا، ایک دار الاشاعت کا مالک بن گیا، میں نے اپنے دار الاشاعت سے ہر طرح کی کتابیں چھاپیں۔ ناول بھی، افسانے بھی، تنقید بھی، تاریخ بھی، ڈرامے بھی، شاعروں کے دیوان بھی۔ اکابر کے حالات و سوانح بھی۔ خدا کا شکر ہے میرا ہر پروگرام مقبول ہوا۔ لیکن دل میں ایک خلش، ایک کھٹک باقی تھی —— ارباب تصوف کا کوئی مستند تذکرہ میرے دار الاشاعت سے شائع ہونا چاہیے۔ لیکن کوئی ایسی کتاب نہ ملی جسے میں اپنے حوصلہ کے مطابق چھاپنے کی جرأت کرتا۔

لیکن ماہ و سال کی اس فکر انگیز گردش کے دوران میں آخر ایک روز وہ گوہر نایاب مل گیا جس کی مجھے تلاش تھی! —— سفینۃ الاولیاء —— اولیاء کرام کے مستند اور جامع و مانع احوال و سوانح کا گلدستہ، بوریہ فقر پہ زندگی بسر کرنے والے ان اولیا کے یہ حالات اس نے لکھے تھے، جو قصر سلطانی میں پیدا ہوا، جو شہریار ابن شہریار تھا، شاہجہان کا لاڈلا چہیتا، ا ا

عالم و فاضل ولی عہد، داراشکوہ، سرمدؒ کا رازداں، میاں میرؒ کا خوشہ چیں، ملا شاہ قادری کا مرید و معتقد، جسے تاجِ خسروی سے زیادہ، دلق درویشی عزیز تھی، جو عالم بھی تھا اور عامل بھی۔ متفکر بھی تھا اور مدبر بھی، اہلِ دل بھی اور اہلِ نظر بھی — اور کشتۂ ستم بھی، شاید سرمدؒ نے اسی کے لیے کہا تھا:

سرمد غم عشق بوالہوس را نہ دہند
سوز غم پروانہ مگس را نہ دہند

واقعی اُس نے بوالہوسی دوسروں کے لیے چھوڑ دی، غم عشق کا خزانہ خود لے لیا، یہ شعر بھی سرمدؒ نے شاید داراشکوہ ہی کے لیے کہا تھا:

یا سر بہ رضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر ز یار می باید کرد!

اس نے محبوب حقیقی کی رضا پر سر نثار کر دیا، ان لوگوں سے سروکار نہ رکھا جو زندگی کے ایام فانی کے لیے محبوبِ حقیقی سے قطع نظر کر لیتے ہیں۔

داراشکوہ آج اس دنیا میں نہیں ہے، وہ حکومت بھی نہیں ہے، جس کے لیے کیسے کیسے کُشت و خون نہ ہوئے، لیکن داراشکوہ کے سر پہ عظمت کا تاج آج بھی موجود ہے، اس کے انفاس کی گرمی آج بھی محسوس کی جا سکتی ہے، اس کے قلبِ تپاں کی جنبش اس کتاب کے ایک ایک صفحہ میں لرزتی ہوئی نظر آتی ہے۔

مخلص
محمد اقبال سلیم گاھندری

فہرست

سلسلہ شریفہ خواجگان بزرگوار

سلسلہ کبرویہ

سلسلہ سہروردیہ

متفرقہ

مضمون	صفحہ
ذکر نساء العارفات	
حضرت زاہدہ	۲۵۷
حضرت شعدانہ	۲۵۸
حضرت غفیرہ العابدہ	۲۵۹
حضرت رابعہ عدویہ	۲۵۹
حضرت نفسہ	۲۶۱
حضرت فاطمہ نیشاپوریہ	۲۶۱
حضرت تحفہ	۲۶۲
حضرت ام عیسیٰ	۲۶۶
حضرت ام محمد	۲۶۶

مضمون	صفحہ
حضرت امۃ الواحد	۲۶۶
حضرت امۃ السلام	۲۶۷
حضرت میمونہ واعظہ	۲۶۷
حضرت ام محمد	۲۶۸
حضرت کریمہ مروزیہ	۲۶۸
حضرت فاطمہ واعظہ	۲۶۸
حضرت فاطمہ	۲۶۸
بی بی جمال خاتون	۲۶۹

★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین الطیبین الطاہرین۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و معجزات آپ کے اصحاب اور بارہ اماموں کے مناقب و فضائل اور اولیائے کرام کے مقامات و درجات اظہر من الشمس ہیں جو متقدمین و متاخرین نے عربی و فارسی کتابوں میں تحریر کیے ہیں لیکن چونکہ بعض بعض خصوصیات متفرق کتابوں میں کافی تلاش و جستجو کے بعد دستیاب ہوتی ہیں، اس بنا پر اس فقیر حقیر محمد دارا شکوہ حنفی قادری نے چاہا کہ ان حضرات کے اسمائے گرامی مع تاریخہائے ولادت و وفات، نیز ان کے مزارات مقدسہ کے حالات قلم بند کر دیے جائیں۔

آنحضرت فخر موجودات سید المرسلین کے حالات اور آپ کے چاروں خلفائے راشدین جو اسلام میں چار ارکان کا درجہ رکھتے ہیں۔ جن کی محبت و عداوت خدا کی محبت و عداوت ہے۔ پھر بارہ اماموں کے حالات جو درحقیقت سید المرسلین کے علوم کے صحیح وارث ہیں، اور ائمہ اربعہ جو ہزاروں بندگان خدا کے مقتدا و پیشوا ہیں، اور حضرات اولیائے کرام جن کے حق میں جناب رسالت مآب نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل فرمایا ہے درحقیقت اس حدیث میں علماء سے یہی جماعت اولیاء کرام مراد ہے، کیونکہ آنحضرت صلعم کے ظاہری و باطنی علوم کے سرچشمہ یہی حضرات ہیں۔ میں نے ان کے حالات و واقعات مستند اور معتبر کتابوں سے تلاش کر کے اس کتاب میں جمع کیے ہیں۔

مجھے جن بزرگوں کا سلسلہ صحیح اور مکمل طور پر دستیاب نہیں ہو سکا۔ میں نے ان کے حالات علیحدہ ایک فصل میں لکھ دیے ہیں۔ تاکہ قارئین کو اس میں سمجھنے میں سہولت ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عاجز فقیر کو اس گروہ سے کمال خلوص اور عقیدت حاصل ہے۔ شب و روز بجز ان کے ذکر خیر کے اور کوئی شغل بہتر معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ خادم اپنے کو اولیاء کرام کے عقیدت

کیشوں کی جماعت میں شمار کرتا ہے۔ اسی لیے ان بزرگوں کے حالات و واقعات کو اس کتاب میں لکھنا اپنی سعادت مندی سمجھتا ہے۔ جس کو محبوب کا وصل اور دیدار حاصل نہیں ہوتا، وہ محبوب کے ذکر ہی سے اپنی آتشِ محبت کو تسکین دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ایسی دعوت کرے، جس پر اللہ کی رحمت ہو تو خود اس شخص کو دعوت سے محروم نہیں رکھا جا سکتا۔

اور فرمایا ہے کہ جو شخص کسی قوم اور جماعت سے محبت رکھے گا، اس کا شمار بھی اس جماعت میں ہوگا، خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس حقیر کو لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کتاب کا نام سفینۃ الاولیاء رکھا۔

تمہید مخلوقات الٰہی میں انبیاء علیہم السلام کے بعد اولیائے کرام کا مرتبہ سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ کیونکہ یہ حضرات بمصداق آیت یحبھم و یحبونہ خدائے تعالیٰ کے سچے عاشق بھی ہیں اور اس کے محبوب بھی۔ اولیائے کرام کی جماعت ہر زمانہ میں موجود رہی ہے اور ہمیشہ موجود رہے گی۔ کیونکہ دنیا کا قیام انھیں کے مبارک وجود سے قائم ہے۔ جیسا کہ شیخ پیر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں فرمایا ہے، خدائے تعالیٰ کسی وقت بھی زمین کو بے حجت نہیں رکھتا اور اس امت کو بغیر ولی کے نہیں رکھتا۔ اس کے استشہاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف بیان فرمائی ہے کہ "میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا رہے گا جو نیکی پر قائم رہے گا۔ اور میری امت کے چالیس آدمی سنت ابراہیمی پر ہمیشہ قائم رہیں گے۔

پس انبیاء علیہم السلام کے بعد خدا سے نزدیک اس گروہ کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ اور اعزاز و اکرام کے اعتبار سے بھی اس گروہ سے زیادہ خدا کے نزدیک کوئی نہیں۔

اس گروہ سے زیادہ نہ کوئی بلند حوصلہ اور عالی ہمت ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی ایسا بے نیاز اور کامل ترین۔ جیسا کہ اولیاء کاملین کی جماعت ہوتی ہے۔ حلم و بردباری شجاعت و دلیری، سخاوت و جواں مردی وغیرہ اور اخلاق حمیدہ میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا۔

کسی نے شیخ ابو عبد اللہ سالمی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ اولیاء اللہ کو کس طرح پہچانا جا سکتا ہے؟ فرمایا زبان کی لطافت و نرمی، حسن اخلاق اور کشادہ روئی و خندہ

پیشانی، اعتراض سے احتراز کرنا، عذر قبول کرنا، خلق خدا سے شفقت و محبت سے پیش آنا، وغیرہ جملہ اخلاق حمیدہ ان میں پائے جاتے ہیں۔ ان سے محبت کرنا خدا سے محبت کرنا ہے۔ ان کی صحبت میں رہنا خدا کے قرب کا سبب ہے۔ ان کی تلاش خدا کی طلب ہے۔ ان سے تعلق و اخلاص رکھنا خدا سے تعلق و تقرب کے مترادف ہے۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے: خدایا! یہ عجیب بات ہے۔ جس نے اولیاء کی جستجو کر لی اس نے تجھے پالیا، اور جب تک تیری معرفت نہیں حاصل ہو گی اولیاء شناسی ممکن نہیں۔

شیخ ابوالخیر حبشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جواں مرد کو چاہیے کہ جواں مرد کی جستجو کرے اور جس نے جواں مرد کی جستجو کر لی گویا وہ خدا تک پہنچ گیا۔

ان پاک باطن گروہ کے خدا شناسی کے طریقے مختلف ہیں، ہر ایک کا ایک علیحدہ مشرب اور جدا طریق ہے۔ بعض پوشیدہ ہیں اور بعض آشکارا۔ اور بعض سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے اور ان کے نزدیک کرامات کا ظہور ایک لازمی شئے ہے۔ لیکن اولیاء کا اصل مقصود اس سے بلند و بالاتر ہے۔

بعض اولیاء غرور نفس کے خطرہ کی وجہ سے کرامات کا اظہار غیر ضروری بلکہ مضر سمجھتے ہیں اس لیے کرامات کے اخفاء کی کوشش کرتے ہیں۔

بعض اس پر مامور نہیں ہیں۔ ان سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے۔ محض الہام غیبی سے صادر ہوتا ہے۔ تاوقتیکہ حکم الٰہی نہ ہو وہ اپنی زبان بند رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے کھانے پینے پہننے چلنے پھرنے وغیرہ کے جملہ افعال اذن الٰہی پر موقوف ہوتے ہیں۔ اور جب تک اس طرف سے کوئی ان کو مجبور نہ کرے وہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ پہنتے ہیں اور نہ کلام کرتے ہیں۔

بعض کا طریق ترک ماسوی اللہ ہے۔ وہ کسی چیز سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اور نہ کسی چیز سے لذت حاصل کرتے ہیں۔ ان کا مشرب مندرجہ ذیل شعر کے مطابق ہے:۔

ؔ

شرط اول در طریق عاشقی دانی کہ چیست
ترک کردن ہر دو عالم را و پشت پا زدن

گویا صوفیاء و اولیاء کی اس جماعت کا عمل اس آیت شریفہ پر ہے قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ - ان کا قول ہے کہ جب تک ترک کمال نہیں ہوگا، قلب کو سکون واطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔

بعض اولیاء ظاہری طور پر تو دنیاوی امور میں مشغول رہتے ہیں، لیکن بہ باطن دنیا سے منقطع، گویا خلوت در انجمن کے مصداق ہوتے ہیں، یعنی ان کی مثال اس شعر کے عین مطابق ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے لباس و نقرہ و فرزند و زن

گویا وہ اس آیۂ مبارکہ پر عمل پیرا ہیں رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوٰۃ۔

اس لیے ان حضرات کے ظاہر حال کو دیکھ کر اعتراض اور ان کے باطنی اسرار سے بحث نہیں کرنا چاہیے۔

شیخ الاسلام نے فرمایا "سائل کا سوال اس کی جہالت و بے تعلقی پر محمول ہے اور جس کو اس کام سے ادنیٰ تعلق اور نسبت ہوگی اس کو سوال اور اعتراض سے کیا کام؟"

کسی کام کے ظاہر حال کو دیکھ کر اس پر منحوس ہونے کا حکم نہ لگایا کرو، اور نہ اس سے انکار کرو۔ کیونکہ جو شخص انکار کرتا ہے وہ اس کام سے محروم رہتا ہے۔ ایک گروہ اس کام میں مشغول ہے اور دوسرا گروہ اس سے منحرف ہے۔ اور ایک گروہ اس کام میں منہمک ہے جو اس سے منکر ہے وہ مردود ہے۔ اور جو اس کام میں منہمک ہے بحرِ نور معرفت میں مستغرق ہے۔ حضرت ممشاد دینوری نے فرمایا ہے کہ جو شخص ان محبوبانِ الٰہی کی محبت و دوستی کا انکار کرے گا ادنیٰ سزا اس کی یہ ہے کہ خدا اس کو اپنے دوستوں کے زمرہ سے خارج کر دے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری - میرے دوست میرے دامن میں چھپے ہوئے ہیں، بجز میرے ان کو کوئی نہیں پہچانتا۔ ہاں وہ پہچانے جاتے ہیں جن کو میں اس کی توفیق بخش دوں۔ اس لیے کسی کو نظرِ حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے۔

کیونکہ اولیاء اللہ دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ جب تک قلبی بصیرت اور اور نگاہِ حق بیں وحق شناس نہ پیدا ہو۔ خلقِ خدا میں تصرف کرنا اپنے اوپر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔

ان صوفیاء کا ایک گروہ وہ ہے جو اپنے آپ کو فرقہ ملامتیہ سے منسوب کرتا ہے۔ ان کی شناخت بہت دشوار ہے، ان کا ہر طریق ظاہر میں شرع کے مخالف معلوم ہوتا ہے۔ اس گروہ کے مشہور اور باکمال بزرگ سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ گزرے ہیں۔ موصوف دُور دراز سفر سے مقام بسطام میں پہنچے۔ آپ کے استقبال کے لیے اس مقام کے اکابر اور اشراف ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کی صحبت میں رہنے لگے۔ اور اس شہر کے تمام باشندے آپ کے معتقد ہو گئے۔ بایزید بسطامیؒ نے لوگوں کا یہ اژدھام دیکھا اور فتنہ محسوس کیا تو لوگوں کو اپنے سے بدگمان کرنے اور علیٰحدہ رکھنے کی نیت سے رمضان کے مہینہ میں بازار سے روٹی خریدی اور سب کے سامنے کھانا شروع کر دی۔ لوگوں نے جب یہ دیکھا تو ان کی طرف سے بدعقیدہ ہو کر ان سے منحرف ہو گئے۔ اور پھر جب تک بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وہاں رہے لوگ ان سے محترز رہے۔ اگرچہ ایسے بلند پایہ بزرگ کم ہوئے ہیں اور رمضان کے مہینہ میں ان کے روٹی کھانے کا معاملہ گو بظاہر شرع کے خلاف تھا لیکن درحقیقت شرع کے خلاف نہیں تھا کیونکہ وہ مسافر تھے اور سفر میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے۔ آپ نے خلقِ خدا کا مرکز اور مرجع عوام بننا گوارا نہیں کیا۔ کیونکہ جس کو خدائے تعالیٰ سے محبت اور اسی کی معرفت حاصل ہو وہ ماسویٰ اللہ کی طرف نظر نہیں کرتا۔

طریقہ ملامتیہ

ملامت کی ایک قسم ہے، جو درحقیقت شریعت حقہ کے مخالف نہیں ہوتی، یہ فرقہ اس کو اپنی قبا بنا لیتا ہے، تاکہ لوگوں کی نظر میں قابلِ ملامت بن کر لوگوں کے ہجوم اور رجوع سے جو نقصانات ذکرِ الٰہی میں پیدا ہوتے ہیں ان سے اپنے کو محفوظ کر لے۔ اس گروہ کے کسی فعل پر انگشت نمائی نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان کے کاموں کی اصل

حقیقت اور ان کے اسرار پر صحیح طور پر کسی کو اطلاع نہیں ہوتی۔

حضرت ذوالنون مصری اور ابوتراب نخشبی رحمہا اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ سے ناراض ہوتا ہے، اس کی زبان کو اولیاء اللہ پر طعن و تشنیع اور اعتراضات و انکار کرنے میں دراز فرما دیتا ہے۔

ابراہیم قصار نے فرمایا کہ دنیا میں دو چیزیں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں، ایک فقیروں کی صحبت دوسرے اولیاء اللہ کی محبت اور ان کی خدمت۔

ابوالعباس عطا نے فرمایا ہے کہ:۔

اگر تو ان کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتا تو کم از کم ان کے دوستوں سے تعلقات و محبت پیدا کر۔ وہ تیری شفاعت کریں گے۔

محمد بن سماک قدس سرہ نے اپنے وصال سے دعا فرمائی کہ اے خدا تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں تیری نافرمانی کرتے وقت تیرے فرماں بر داروں سے محبت رکھتا تھا۔ آج تو ان کی دوستی کو میرے گناہوں کا کفارہ کر دے۔

اس پاک طینت گروہ کی صحبت اور ان تک رسائی سعادت و برکت سمجھنا چاہیے اور جہاں کہیں بھی یہ لوگ موجود ہوں ان کی صحبت سے استفادہ حاصل کرنا چاہیے۔

شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ:۔

مشائخ کے دیدار و ملاقات کو غنیمت جاننا چاہیے۔ کیونکہ اگر ان پیران کامل کا دیدار نہ حاصل ہو تو پھر اس کی تلافی ممکن نہیں۔ محرومی ہی رہے گی۔ شوق دیدار تو ہمہ وقت ہوتا ہے لیکن ہر وقت دیدار ممکن نہیں۔ اس لیے ان اولیاء کے دیدار و ملاقات کو مغتنم سمجھو، کیونکہ اس کا تدارک ممکن نہیں۔

ابوعبداللہ سنجری نے فرمایا کہ سب سے زیادہ مفید چیز نیکوں کی صحبت ہے۔ اور افعال و اقوال میں ان کی اتباع و پیروی اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ کی زیارت اور حاضری۔

84290

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ نیکوں کی صحبت میں بیٹھنا نیکی کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور مفید ہے۔ اسی طرح بُروں کی صحبت میں بیٹھنا گناہ کرنے سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

حضرت سلطان ابراہیم ادھم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ہاتھ میں رجسٹر لیے ہوئے ہے اور کچھ لکھ رہا ہے۔ میں نے پوچھا فرشتہ نے جواب دیا کہ خدا کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ میرا نام بھی لکھا؟ کہا۔ نہیں۔ میں نے کہا کہ میں اگرچہ خدا کے دوستوں میں سے تو نہیں ہوں لیکن اس کے دوستوں کا دوست ہوں اور ان سے محبت رکھتا ہوں میں فرشتہ سے یہ کہہ ہی رہا تھا کہ فرشتہ کو حکم ملا کہ دفتر کو پھر سے لکھو اور سب سے مقدم ابراہیم ادھم کا نام لکھو کیونکہ یہ ہمارے دوستوں کا دوست ہے۔

سردار اولیاء حضرت شیخ جنید بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو پاؤ کہ اس میں ایمان ہے اور اولیاء سے خلوص و عقیدت بھی رکھتا ہے اور ان کی ہدایتوں پر عمل کرتا ہے۔ اس سے دعا کی درخواست کیا کرو کہ وہ تمہارے حق میں دعا کیا کرے۔

حضرت جنید بغدادی شیخ شبلیؒ سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک شخص بھی تم کو ایسا ملے جو تمہاری کہی ہوئی باتوں میں سے کسی ایک بات سے بھی متفق ہو، اس کا دامن پکڑ لو۔ اور اس کی دست گیری کرو۔

حسین بن منصور حلاج رحمہ اللہ فرمایا کرتے کہ :۔
جو شخص اولیاء کی باتوں کو تسلیم کرے اور ان کو حق سمجھے اور ان سے فیض اٹھائے۔ میرا سلام اس کو پہنچا دو۔

شیخ شروانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر چلنے کی طاقت ہو تو خراسان جاؤ اور اس سے ملاقات کرو جو ہم سے محبت رکھتا ہے۔ اور ہمیشہ اپنے مریدین کو یہ نصیحت فرماتے کہ ایسے شخص سے سلوک کرو جو اولیاء اللہ کو دوست رکھتا ہو، اور ان کی صحبت میں خلوص و عقیدت سے بیٹھا کرو، نہ اس نیت سے کہ ان کا امتحان لو یا ان سے سوالات کرو یا کرامات کا مطالبہ کرو۔

سہیل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بدنصیبی اور محرومی کی علامتوں میں سے ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت و زیارت سے احتراز کرے۔ اور ان کی باتوں اور نصیحتوں کو قبول نہ کرے بلکہ دل سے ان کا انکار کرے۔

ابو عبداللہ مغربی قدس سرہٗ کا قول ہے کہ درویش مخلوق خدا کی رحمت الٰہی ہیں ان کی برکت سے مصیبتیں دُور ہوتی ہیں۔

استاد الاولیاء حضرت محبوب سبحانی غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ گروہِ اولیاء دنیا اور آخرت کے بادشاہ ہیں۔

شیخ ابوالحسن غزنوی ؒ نے فرمایا کہ

اولیاء اللہ جہان کے مالک ہیں۔ آسمان سے بارش اور رحمت ان کے قدموں کی برکت سے نازل ہوتی ہے۔ اور ان ہی کے صفائی قلب اور اخلاص عمل کی بدولت زمین سے نباتات اُگتی ہیں۔

اولیاء و مشائخ کی کتابوں سے یہ امر تحقیق سے ثابت ہو گیا ہے کہ اولیاء اللہ چار ہزار ہیں جن کو مکتومین (پوشیدہ) کہتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کو یہ نہیں پہچانتے اور اپنے احوال کے محاسن و کمالات سے بے خبر ہیں۔ اور تین سو دوسرے ہیں جو بارگاہِ ایزدی کے حاضر باش سپاہی ہیں ان کو اخیار کہتے ہیں۔ اور چالیس اولیاء ایسے ہیں جن کو جیوںؔ کہا جاتا ہے۔ اور چالیس اور ہیں جو ابدؔال کہے جاتے ہیں۔ اور سات اولیاء اور ہیں جن کو ابرؔار کہتے ہیں۔ اور دوسرے چار اولیاء کو اوتؔار کہتے ہیں۔ اور تین اولیاء اور ہیں جن کو نقبؔا کہا جاتا ہے اور ان پر دو دوسرے ہیں جو امام کہلاتے ہیں۔ اور یہ دونوں امام ایک قطب کے دائیں اور بائیں جانب رہتے ہیں۔ اور اس گروہ میں سے ایک کو قطب اور دوسرے کو غوث کہتے ہیں۔ اور یہ آپس میں ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ اور باہم ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔

اور ایک اور جماعت ہے جن کو مفردؔان کہا جاتا ہے۔ یہ آپس میں ایک دوسرے سے ممتاز اور بے نیاز ہیں۔ یہ تعداد میں طاق ہیں، ان کے درجات نبوت و صدیقیت کے مابین ہیں۔

یہ احقر بھی اس کی توقع اور اُمید رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان اولیاء کی برکت سے دنیا و آخرت میں نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آخرت میں ان کی بدولت نجات نصیب فرمائے۔ اور اپنے دوستوں میں سے ایک ادنیٰ خادم گردان لے۔ اور

ان کے گروہ میں اٹھائے۔اور ان کی توجہ سے دولتِ ایمان نصیب فرمائے ؎

از عمل خویش ندارم امید
بر کرم تست مرا اعتماد[1]

---

[1] مجھے اپنے اعمال سے کوئی توقع اور امید نجات نہیں ہے۔ تو میں صرف تیرے کرم پر اعتماد و بھروسا رکھتا ہوں۔

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اطہر ولادت باسعادت ہجرت از مکہ بہ مدینہ اور آپ کی وفات حسرت آیات

آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بعد افضل ترین مخلوقات اور خاندانی قریش کے اعیان و اشراف سے ہیں۔ باپ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن سعد بن عدنان۔ یہاں تک ارباب سیر و تواریخ اور اصحاب علم الانساب کا اتفاق ہے۔ عدنان سے اسماعیل تک اور اسماعیل سے حضرت آدم علیہ السلام تک کے سلسلہ نسب میں ارباب علم الانساب کا بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن جمیع مورخین و ارباب سیر اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت اسماعیل و حضرت ابراہیم حضرت نوح اور حضرت شیث علیہم السلام آنحضرتؐ کے اجداد میں ہیں۔

ماں کی طرف سے سلسلہ نسب مندرجہ ذیل ہے۔

آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب الی آخر نسبہٖ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آنحضرت علیہ السلام کے اسمائے گرام بہت سے ہیں جن میں ۹۹ نام مشہور ہیں۔ تورات میں آپ کا نام گرامی احمد ضحوک اور قتال مذکور ہے۔ اور انجیل میں ایک اور روایت کے مطابق حامد اور دوسری روایت میں فاروق لیطا لکھا ہوا ہے۔ اور آسمان پر آپ کا نام احمد و محمود ہے۔

آنحضرتؐ کی ولادت باسعادت علماء و ارباب سیر کے اتفاق کے ساتھ صبح صادق کے طلوع کے بعد آفتاب طلوع ہونے سے قبل پیر کے دن ہوئی۔

لیکن سال، مہینہ اور تاریخ کے تعین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بیشتر مورخین اس

طرف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت واقعہ فیل کے پچپن یا چالیس دن کے بعد واقع ہوئی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت اور واقعہ فیل ایک ہی تاریخ میں واقع ہوئے۔ بعض مورخین کے نزدیک آپ کی ولادت شریف واقعہ فیل سے تیس سال بعد ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک چالیس سال بعد۔ لیکن پہلا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔

جمہور علماء کا عقیدہ اور اتفاق اس پر ہے کہ مہینہ ربیع الاوّل ہی کا تھا ایک جماعت مورخین کی اس طرف ہے کہ رمضان کے مہینہ میں ولادت ہوئی اور مشہور بارہ ربیع الاول ہے۔ اور بعض ربیع الاوّل کی دوم اور بعض نے ہشتم بتائی ہے۔ اور بعض کے نزدیک ربیع الاوّل کی یکم تاریخ اور پیر کا دن تھا۔ مورخین کے نزدیک نوشیرواں عادل بادشاہ کے عہد سلطنت کے بیالیس سال گزر جانے کے بعد پیدا ہوئے۔

صاحب جامع الاصول وغیرہ سکندر رومی کی وفات کے آٹھ سو بہتّر سال بعد ولادت کی تاریخ بتاتے ہیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہدِ نبوت اور ولادت باسعادت کے مابین کی مدّت چھ سو سال بتائی گئی ہے۔

ابتدائے نزولِ وحی

اہل سیرا اور محدثین کے نزدیک نزول وحی کی ابتداء دو شنبہ کو ۳ یا ۸ ربیع الاوّل ولادت شریف کے ۴۱ سال بعد ہوئی۔ اور اکثر ائمہ سیر و ارباب تواریخ کے نزدیک رمضان کے مہینہ میں نزول وحی کی ابتداء ہوئی۔

معجزات

نزول قرآن، شق القمر، قبیلہ یمامہ کے نومولود بچے کا باتیں کرنا، ہرن کا کلام کرنا، آنحضرت صلعم کی نبوت، سوسمار کی شہادت دینا۔ آنحضرتؐ کے ہاتھوں میں سنگریزوں کا کلمہ پڑھنا، درخت خرما اور شاخہائے خرما کا آنحضرت کے سامنے حاضر ہونا، پتھر کا پانی پر بہہ کر آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلنا۔ آگ کا اس چادر کو نہ جلانا جس پر آنحضرتؐ کا دست مبارک رکھا تھا۔ آنحضرت صلعم کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمہ کا پھوٹنا، اونٹ کے کوہان سے درخت خرما کا پیدا ہونا، اور پھل لانا، بکری کے بچہ کا زہر آلود زبان سے کلام کرنا وغیرہ معجزات کثیر تعداد میں ہیں جن کا ظہور آنحضرتؐ کی ذات شریف سے ہوا۔ بعض نے معجزات کی تعداد

ایک ہزار لکھی ہے۔ اور ایک جماعت نے معجزات کی تعداد تین ہزار بتائی ہے۔ غرضیکہ جتنے کثیر معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے ہیں۔ کسی دوسرے پیغمبر سے اس کے چوتھائی بھی نہیں ظاہر ہوئے۔

معراج اکثر علماء کے نزدیک ربیع الاوّل کے مہینہ میں نبوت سے بارہ سال بعد، اور بعض کے نزدیک ماہ شوال میں نبوت سے گیارہ سال بعد، اور ایک قول کے مطابق ۲۷ رجب کو، اور یہ قول زیادہ مشہور ہے۔ بعض کے نزدیک ربیع الآخر ۲۸ کو اور بعض کے نزدیک ۱۷ رمضان کو بعثت سے بارہ سال بعد معراج آپ کو ملی۔ ایک جماعت کے نزدیک بعثت مبارکہ سے پانچ سال بعد، دوشنبہ کی شب کو معراج ہوئی۔

ہجرت صدیق اکبرؓ کی رفاقت میں آنحضرتؐ کی ہجرت صفر کی ستائیسویں شب کو یا ربیع الاول کے آخر میں بعثت کے تیرہ یا چودہ سال بعد واقع ہوئی۔ اکثر و بیشتر اہل سیر اس طرف ہیں کہ مکہ سے روانگی دوشنبہ کو ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک جمعرات کو، ان ہر دو روایتوں میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ آنحضرتؐ کا صدیق اکبرؓ کے مکان سے باہر تشریف لے جانا پنجشنبہ کو ہوا۔ اور غارِ ثور سے مدینہ کی طرف روانگی دوشنبہ کو ہوئی، یا اس کے برعکس واللہ اعلم۔ اہل سیر کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جس دن آپ نے مدینہ شریف میں قدم رنجہ فرمایا دوشنبہ کا دن تھا اور ربیع الاول کا مہینہ تاریخ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک دوم اور ایک قول میں بارہ اور تیرہ مذکور ہیں۔

وفات جمہور ارباب سیر کے نزدیک آنحضرت صلعم کی وفات حسرت آیات چاشت کے وقت دوشنبہ کو ۱۲ ربیع الاول ہجرت کے گیارہ سال بعد ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک ربیع الاول کی ۲ تاریخ بدھ کی نصف شب یا صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی۔

بعض کے نزدیک منگل کے دن مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں جہاں وفات واقع۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کیا گیا۔

آپؐ کی عمر شریف ۶۳ سال اور بعض کے نزدیک ۶۵ سال اور ایک قول کے مطابق

۶۰ سال اور ایک روایت سے ساڑھے ۶۲ سال تھی۔

بعض علماء نے ان مختلف روایتوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ پہلا قول اس بنا پر ہے کہ سال ولادت اور سال وفات میں فرق نہیں کیا اور الگ الگ شمار نہیں کیا۔ دوسرا قول ولادت اور وفات کے سال پر مبنی ہے۔ اور جس نے ساٹھ سال روایت بیان کی ہے، اس نے ساٹھ سے اوپر کے سنین کو شمار نہیں کیا۔ اور چوتھا قول آنحضرتؐ کی اس حدیث کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ ہر پیغمبر کی عمر اپنے پیش رو پیغمبر سے نصف ہوگی چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو پچیس سال بتائی جاتی ہے، اس بنا پر قول چہارم میں ساڑھے باسٹھ سال آپ کی عمر بتائی گئی ہے اگرچہ یہ حدیث علت ضعف سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ

آپ کی کنیت ابوبکر صدیق اکبر اور عتیق ہیں۔ آپ کا اسم گرامی عبداللہ ہے سلسلہ نسب اس طرح ہے :۔ عبداللہ بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر سلمیٰ بنت صنجر بن عامر بن عمرو بن کعب ہے۔ آپ کا نسب باپ اور ماں کی طرف سے کہ آپس میں چچا زاد بہن بھائی تھے۔ مرہ تک ہفتم یعنی ساتویں پشت میں آنحضرتؐ سے ملتا ہے جو آنحضرتؐ کے جد امجد تھے اور صدیق اکبر کے چھٹے دادا تھے۔ اس طرح صدیق اکبر کا سلسلہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔

ولادت آپ کی ولادت واقعہ فیل کے دو سال چار مہینہ بعد ہوئی۔ اور بوڑھوں میں بلا کسی معجزہ کے طلب کیے ایمان لانے والے صدیق اکبر ہی تھے۔ اور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن ہی مسندِ خلافت پر فائز ہوئے۔

مدت خلافت آپ کی مدت خلافت دو سال اور تین ماہ تھی۔

وفات آپ کی وفات ہجرت کے تیرہ سال پیر کے دن بوقت شام۔ اور دوسری روایت میں منگل کی شب کو اور ایک قول کے مطابق جمعہ کے دن ۲۱ یا ۲۲ جمادی الآخر کو ہوئی۔

عمر آپ کی عمر ۶۳ سال ہوئی اور دوسری روایت میں ۶۵ سال تھی۔ آپ کی انگشتری کا نقش نعم القادر اللہ تھا۔ آپ کا مزار شریف آنحضرت علیہ السلام کے جوار میں ہے۔

مشہور ہے کہ صدیق اکبر نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا تابوت آنحضرتؐ کے روضہ

شریف کے دروازے پر لے جانا اور آنحضرتؐ کی بارگاہ میں عرض کرنا "السلام علیکم یا رسول اللہ یہ ابوبکر آستانہ پر حاضر ہے۔ اگر اجازت مل جائے اور دروازہ کھل جائے تو اندر لے جا کر دفن کر دینا۔ ورنہ جنت البقیع میں لے جاکر دفن کر دینا۔"

راوی کا بیان ہے کہ صدیق اکبر کی وصیت پر جب عمل کیا گیا تو ابھی وہ کلمات ختم نہیں ہوئے تھے کہ پردہ ہٹا، اور آواز کان میں آئی کہ دوست کو دوست کے پاس لے آؤ۔

اگرچہ خلفائے راشدین کے فضائل میں احادیث صحیحہ کافی موجود ہیں لیکن بوجہ اختصار صرف دو حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے جو خلفائے راشدین کی فضیلت کے بارے میں ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما طلعت الشمس وما غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبیا۔

یعنی آفتاب کسی پر، جو صدیق اکبر سے افضل ہو، آج تک نہ طلوع ہوا نہ غروب ہوا۔ بجز انبیاء علیہم السلام کے۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابا بکر اباك و اخاك حتی اکتب کتابا فان اخاف ان تمنی متمن ویقول قائل انا اولیٰ و یابی اللہ والمومنون (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں مجھ سے فرمایا اے عائشہ اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی عبدالرحمان کو بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد کوئی خلافت کی آرزو نہ کرے اور کوئی خلافت کا متمنی یوں کہنے لگے کہ میں خلافت کا مستحق ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے علاوہ دوسرے کی خلافت نہیں چاہتے۔

امیرالمومنین حضرت عُمر فاروقؓ

آپ کی کنیت ابوحفص اور لقب فاروقؔ اعظم اور اسم شریف عمؔر ہے سلسلہ نسب اس طرح ہے - عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب القرشی -

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ ہے - ایک روایت میں بنت ہشام بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے - پہلے قول کی بناء پر ابوجہل کی چچازاد بہن اور دوسرے قول کی بناء پر ابوجہل کی ہمشیر ہوتی ہیں -

فاروق اعظم کا نسب باپ کی طرف سے آنحضرتؐ کے جد ہشتم کعب سے جاملتا ہے جو فاروق اعظم کے نویں جد امجد تھے -

آپ کی ولادت واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد ہوئی اور بعثت کے چھٹے سال آپ مشرف بہ اسلام ہوئے - جس دن آپ نے ایمان قبول کیا اسی دن یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی:

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ -

ہجرت کے تیرہ سال بعد ۲۳ جمادی الآخر کو سہ شنبہ کے دن آپ مسندِ خلافت پر بیٹھے - آپ کی مدت خلافت دس سال اور آٹھ ماہ رہی (نفائس الفنون) آپ کی شہادت ۲۳ھ ماہ محرم اتوار کی شب کو ہوئی اور ایک روایت کے مطابق ۲۳ ذی الحجہ چہارشنبہ کو آپ زخمی ہوئے اور جمعرات کے دن ۲۸ ذی الحجہ کو آپ کی شہادت ہوئی -

آپ کا سن شریف جمہور ارباب سیر کے نزدیک ۶۳ سال اور بعض کے نزدیک ۵۸ سال ، ۵۴ ، ۵۵ مختلف بتایا جاتا ہے -

ان کی انگشتری کے نگینہ کا نقش کفٰی بالموت واعظا یا عمر تھا - ان کی قبر مبارک حضرت صدیق اکبر کے مزار کے متصل ہے - جیسا کہ حکیم خاقانی نے کہا ہے ؎

بینی حرم محمدی را | جولانگہ سر سرمدی را
جوزا بکنار شمس خفتہ | پیشش دو خلیفہ رخ نہفتہ
چوں یک صف و دو لام اللہ | ہر سہ شدہ ہم نہاد و ہمراہ

کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فاروق اعظم کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔ اور اس صورت میں یہ ہر دو خلیفہ دو مشہور پیغمبروں کے درمیان سے اٹھائے جائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ لو کان بعدی نبی لکان عمر بن خطاب (مشکوٰۃ) اگر میرے بعد کوئی نبی آتا تو حضرت عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔ دوسری حدیث میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر سراج اھل الجنۃ (مواعق) آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حضرت عمر اہل بہشت کے چراغ ہیں۔

امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو عمر ابو لیلیٰ اور ابو عبداللہ ہیں۔ لقب آپ کا ذوالنورین ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے حبالۂ عقد میں آئیں کہتے ہیں کہ یہ دولت کسی انسان کے حصہ میں نہیں آئی کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں اس کے عقد میں رہی ہوں۔ یہ شرف حضرت عثمان کی امتیازی خصوصیت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے عقد میں دے دیتا۔

آپ کا اسم گرامی عثمان ہے۔ نسب کا سلسلہ اس طرح ہے:۔

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بیضا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں جو حضرت عبداللہ کے ساتھ پیدا ہوئی تھیں۔ آپ کا سلسلہ نسب باپ اور ماں کی طرف

سے عبد مناف پر جا کر مل جاتا ہے جو آنحضرتؐ کے چوتھی پشت میں دادا تھے اور حضرت عثمانؓ کے پانچویں پشت میں۔

آپ کی ولادت شریف واقعہ فیل سے چھ سال بعد ہوئی۔ اور بعثت کے پہلے سال حضرت صدیق اکبر کی فہمائش سے ایمان لائے۔ اور ماہ محرم ۲۴ھ میں تخت خلافت پر بیٹھے۔ آپ کا عہد خلافت بارہ دن کم بارہ سال رہا۔ بعض نے گیارہ سال گیارہ مہینہ اور بائیس دن لکھا ہے۔

آپ کی عمر شریف ایک روایت میں ۸۸ سال اور دوسری روایتوں میں ۹۰ سال ۷۵ سال۔ ۸۲۔ ۸۶ سال بھی بتائی گئی ہے۔

ہجرت سے ۳۵ یا ۳۶ سال بعد جمعہ کے دن ۱۳ ذی الحجہ کو مدینہ منورہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی انگشتری کا نقش لتنصرن اولتندمن تھا۔ آپ کی قبر مبارک جنت البقیع میں ہے قال رسول اللہ لکل بنی رفیق ورفیقی فی الجنۃ عثمان آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ہر پیغمبر کا ایک دوست ہوتا ہے اور میرے بہشت کے ساتھی عثمان ہیں وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدخلن بشفاعۃ عثمان سبعون الفا کلھم قد استوجبت النار۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان کی سفارش سے ستر ہزار ایسے آدمی جنت میں داخل ہوں گے جن پر دوزخ کا عذاب واجب ہو چکا ہوگا۔

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

آپ کی کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے اور لقب مرتضیٰ اور اسد اللہ ہے۔ نام گرامی علی ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ ہے۔ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ کی ولادت ۱۳ رجب جمعہ کے دن واقعہ فیل سے کافی عرصہ کے بعد ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ بعثت رسول اللہ گیارہ سال بعد خانہ کعبہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ بعض کا قول ہے کہ تیرہ سال بعد۔ بچوں میں سب سے پہلے جس نے ایمان قبول کیا وہ حضرت علی تھے۔ ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں مسند خلافت پر بیٹھے۔ ان کا عہد خلافت ۵ سال اور تین مہینہ تک رہا۔ اور بعض روایت میں چار سال اور نو ماہ۔ آپ کی وفات ۴۰ھ ۲۱ رمضان پیر کے دن واقع ہوئی اور بعض روایت میں جمعہ کے دن ۱۷ رمضان تاریخ وفات بتائی ہے۔ اور بعض نے ۲۳ رمضان۔ آپ کی عمر شریف ۶۳ یا ۶۵ سال تھی۔ آپ کی انگشتری کا نقش الملک للہ بتایا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خاطر دو بار سورج کو مغرب سے واپس فرمایا۔ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور دوسری مرتبہ آپ کی وفات کے بعد۔ قبر مبارک آپ کی نجف اشرف میں ہے۔ شواہد النبوت میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو وصیت فرمائی تھی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری میت کو تابوت میں رکھ کر باہر لے جاؤ اور نجف میں مقام غسز نین میں لے جانا وہاں ایک سفید پتھر ملے گا جس میں سے روشنی نمودار ہو گی اور وہ پتھر بہت روشن ہو گا، اس پتھر کو جگہ سے اٹھانا

تو اس کے نیچے زمین میں تمہیں ایک کشادہ گڑھا نظر آئے گا وہاں مجھے دفن کر دینا۔ ملا عبد الغفور لاری رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس مقام بلخ میں ہے جو آج آستانۂ امیر کے نام سے مشہور ہے اور اس سلسلہ میں اور بہت سے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی (مشکوٰۃ) آنحضرتؐ نے فرمایا ہے علی کی بابت کہ تو میرے لیے ایسے ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارونؑ تھے۔ مگر میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہو گا۔

وقال رسول اللہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ (صواعق) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔ خدایا جو علی سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ اور جو علی سے دشمنی رکھے خدایا تو اس سے دشمنی رکھ۔

حضرت علیؓ بارہ اماموں میں پہلے امام ہیں۔ تمام اولیاء کا سلسلہ آپ پر منتہی ہوتا ہے اور چاروں خلفائے راشدین کی فضیلت علی الترتیب ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے آخر سورہ فتح میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد ان ہر چہار خلفاء کا درجہ تمام مخلوق الٰہی میں سب سے بلند ہے۔ تمام علماء کا اس امر پہ اتفاق ہے۔ یہ احقر داراشکوہ کو خواب میں ان خلفائے راشدین سے شرف زیارت نصیب ہوا ہے۔ چنانچہ ایک بار خواب میں دیکھا کہ چہار بزرگ آدمی سفید لباس میں ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے ہیں۔ احقر نے ان میں سے ایک سے دریافت کیا کہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ آنحضرتؐ کے دوست ہیں احقر بھی ان کے پیچھے چلنے لگا۔ یہ سب حضرات ایک دریا سے گزر کر ایک بہت بلند پہاڑ پر پہنچے اور

سب برابر برابر کھڑے ہوگئے۔ یہ احقر سامنے آیا اور صدیق اکبر کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ السلام علیکم یا صدیق اکبر! جواب ملا: علیکم السلام، میں نے فاتحہ کی درخواست کی۔ آپ نے فاتحہ پڑھی۔ پھر میں اسی طرح عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام عرض کرنے کے بعد فاتحہ کی درخواست کی آپ نے سلام کا جواب فرمایا اور فاتحہ پڑھی پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کے بعد فاتحہ خوانی کی درخواست کی اور سب نے اس احقر کی درخواست پر علیحدہ علیحدہ فاتحہ پڑھی۔ پھر فرمایا کہ ہم سب ایک امر پر مامور ہیں۔ چنانچہ اس احقر کو خصوصی عنایات کے ساتھ رخصت فرمایا۔ احقر اس خواب کو اپنے نصیب کی بیداری اور سعادت مندی دارین تصور کرتا ہے کہ ایسے گراں قدر عطیہ الہٰی سے مشرف ہوا۔ اللہ کا شکر ہے۔

امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

کنیت ابو محمد لقب تقی اور سید اسم گرامی حسن ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما۔ بارہ اماموں میں سے آپ دوسرے امام ہیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہجرت کے تیسرے سال رمضان کے مہینہ میں ہوئی۔ حضرت جبریل نے آپ کا نام ایک ریشمی رومال پہ لکھ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ روایت ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے خاص کر سینہ مبارک سے سر مبارک تک۔ آپ کی عمر شریف ۴۸ سال تھی۔ مدت خلافت چھ ماہ۔ آپ کی وفات ۱۱ ربیع الاول ۵۰ھ کو ہوئی۔ یہ مشہور ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی نے زہر دیا تھا۔ مزار مقدس جنت البقیع میں ہے۔

امیر المومنین حضرت امام حسین علیہ السلام

کنیت ابو عبد اللہ لقب شہید اور سیدؔ اسم گرامی حسین بن علی بن ابی طالب ہے آپ بارہ اماموں میں تیسرے امام اور سب کے سردار ہیں۔ آپ کی ولادت ہجرت کے چوتھے سال ۴ر شعبان بروز سہ شنبہ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کی مدت حمل چھ ماہ تھی۔ چھ ماہ کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہا ہے بجز آپ کے اور حضرت یحییٰ بن ذکریاؑ کے۔

امام حسن علیہ السلام کی ولادت اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ حلوق کے مابین صرف ۵۰ دن کا وقفہ تھا۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسین رکھا۔ آپ ایسے حسین وخوبصورت تھے کہ جب تاریکی میں آپ موجود ہوتے تو آپ کی روشن پیشانی اور چہرہ انور کی درخشانی کی روشنی میں لوگ رستہ چلتے اور تاریکی کافور ہو جاتی۔ روایت ہے کہ ایک بار جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام باہم کشتی لڑتے تھے تو آنحضرتؐ نے حضرت حسن سے فرمایا کہ حسین کو پکڑے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے اللہ کے رسول آپ بڑے کو حکم دیتے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابھی جبریل نے حسین سے حسن کو پکڑنے کو کہا ہے۔

آپ کی عمر شریف ۵۷ سال اور ۵ مہینہ تھی۔ آپ کی شہادت عشرہ محرم کو شنبہ کے دن نماز فجر کے وقت اور ایک روایت میں جمعہ کے دن نماز جمعہ کے وقت مقام کربلا میں ۶۱ھ میں ہوئی۔

کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت کے دن بیت المقدس کے جس پتھر کو اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون موجود ملتا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ شہادت کے دن آسمان

سے خون کی بارش ہوئی تھی۔ آپ کا مزار مقدس کربلا میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت امام زین العابدین رضؓ

آپ کی کنیت ابو محمد، ابوالحسن اور ابوبکر لقب سجاد زین العابدین ہے۔ نام علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ اور آپ بارہ اماموں میں چوتھے امام شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کی ولادت شریف ۳۳ھ یا ۳۸ھ یا ۳۶ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام شہر بانو ہے، جو نوشیرواں عادل کی اولاد میں یزدجرد کی صاحبزادی بتائی جاتی ہیں۔ آپ کی عمر شریف ۶۱ یا ۶۲ یا ۵۶ باختلاف روایات بتائی جاتی ہے۔ آپ کی وفات ۱۸ محرم کی شب کو ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں ہوئی۔

روایت کرتے ہیں کہ جب آپ وضو فرماتے آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اور جسم اطہر پر لرزہ پیدا ہو جاتا۔ کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کس کے حضور میں کھڑے ہونے اور حاضری کا وقت ہے۔ آپ کا مزار مقدس امام حسن علیہ السلام کی قبر کے جوار میں ہے۔

امیر المومنین امام محمد باقر رضؓ

آپ کی کنیت ابوجعفر، لقب باقر اور نام محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم ہے اور آپ پانچویں امام ہیں۔ آپ کی ولادت حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت سے تین سال قبل جمعہ کے دن صفر کے مہینہ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام کہلوایا تھا۔ جیسا کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت جابر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ رسول اللہ صلعم

نے فرمایا اے جابر تم اس وقت موجود ہو گے۔ جب میری اولاد میں ایک لڑکا پیدا ہو گا، جس کا نام محمد بن علی بن حسین ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو نور و حکمت عطا فرمائے گا۔ تم اس سے ملو تو میرا اس سے سلام کہہ دینا۔

آپ کی عمر ۵۸ یا ۶۳ یا بقول واقدی ۷۳ اور تاریخ بخاری میں امام جعفر صادق سے جو روایت منقول ہے، اس میں ۵۸ سال آپ کی عمر بتائی گئی ہے۔ آپ کی وفات ۱۱۴ھ میں اور یحییٰ بن معین کے قول کی بنا پر ۱۱۸ھ اور مدائنی کے قول کی بنا پر ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار جنت البقیع میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہم کے مزار کے قریب بنا ہوا ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو اسماعیل ہے۔ لقب صادق اور اسم گرامی جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہے۔ آپ چھٹے امام ہیں آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فروہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ہے۔ اور ام فروہ کی ماں کا نام اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو خرقہ کی نسبت دو طرف سے حاصل ہے ایک امام محمد باقر کے واسطہ سے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے، اور دوسرے اپنی ماں کے باپ قاسم بن محمد بن ابی بکر کے واسطہ سے۔ ان کو سلمان فارسی سے اور ان کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے۔

آپ کی ولادت پیر کے دن ۱۷ ربیع الاول ۸۰ھ میں دوسری روایت سے ۸۳ھ میں ہوئی۔ آپ کا سن شریف ۶۸ سال اور بقول دیگر ۶۵ سال تھا۔ آپ کی وفات پیر کے دن ۱۵ رجب ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی، آپ کی قبر شریف جنت البقیع میں ہے اس ایک ہی قبہ شریف میں جس میں امام محمد باقر، امام زین العابدین، امام حسن علیہم السلام آسودہ ہیں۔ کتاب کشف المحجوب میں ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے مولیٰ کے ساتھ

بیٹھے تھے اور فرما رہے تھے کہ آؤ ہم بیعت کریں اور عہد کریں کہ ہم میں سے جس کو نجات حاصل ہوجائے وہ قیامت میں سب کی سفارش کرے گا۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ ابن رسول اللہ! آپ کو ہماری سفارش کی کیا حاجت، کیونکہ آپ کے نانا علیہ السلام تو تمام مخلوق کی سفارش فرمائیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے ان افعال کی وجہ سے شرمندہ ہوں، قیامت میں نانا جان کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

کنیت ابوالحسن اور ابوابراہیم، لقب کاظم اور اسم گرامی موسیٰ بن جعفر الصادق رضی اللہ عنہ ہے۔ اور آپ ساتویں امام ہیں۔ آپ کی ولادت شریف روز یکشنبہ ۷ صفر ۱۲۷ھ مقام ابوا میں ہوئی جو مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ایک مقام ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں، حمیدہ بربریہ نام تھا۔ امام محمد باقر نے خرید کر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو پیش کر دیا تھا۔ امام موسیٰ بن امام جعفر رضی اللہ عنہ اُن سے پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی عمر شریف ایک روایت میں ۵۴ سال اور دوسری روایت میں ۵۵ سال تھی۔

آپ کی وفات جمعہ کے دن ماہ رجب میں ۱۸۸ھ یا ۱۸۳ھ میں ہارون الرشید کے قید خانہ میں ہوئی۔ آپ کی قبر مبارک بغداد شریف میں مقبرہ قریش میں ہے۔

امام موسیٰ علی رضا رضی اللہ عنہ

اپنے باپ کی کنیت پر آپ نے اپنی کنیت ابوالحسن رکھی۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا کہ میں نے اپنی کنیت تجھ کو عطا کی۔ آپ کا لقب رضا اور نام علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ آٹھویں امام

ہیں۔ آپ کی پیدائش جمعرات ۱۱ ربیع الآخر ۱۵۳ھ اپنے جدِ امجد حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات کے پچاس سال بعد ہوئی۔ ایک اور روایت میں ۸ شوال اور دوسری روایت میں ۷، اور ۶ شوال کو وفات ہوئی۔

بعض روایتوں میں سن وفات ۱۵۶ھ بتایا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں ان کے نام نجمہ۔ شمانہ۔ ام النبیین تاریخوں میں بتائے ہیں۔ وہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت حمیدہ کی باندھی تھیں۔

روایت ہے کہ ایک رات حمیدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ نجمہ کو اپنے بیٹے موسیٰ کو بخشش کر دو۔ بہت جلد ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہوگا۔ امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میں امام رضا سے حاملہ ہوئی تو مجھے حمل کا ثقل بالکل نہیں محسوس ہوتا تھا۔ اور سوتے میں میرے پیٹ کے اندر سے تسبیح و تہلیل کی آواز آتی تھی۔ جب آپ کی پیدائش ہوئی تو آپ نے اپنے دست مبارک زمین پر رکھے اور منہ آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ کے ہونٹ جنبش کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ اپنے ربّ سے مناجات کر رہے ہیں۔ آپ کی عمر شریف ۴۹۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۵۰ سال باختلاف روایات بتائی جاتی ہے۔ آپ کی وفات جمعہ کے دن ۲۱، رمضان ۲۰۸ھ ملک طوس کے قصبہ سناہ باد میں جو نوقان کے قصبات میں سے ایک قصبہ ہے۔ واقع ہوئی۔

روایت ہے کہ ہارون الرشید کے لڑکے مامون نے آپ کو طلب کیا۔ اس کے سامنے مختلف میوؤں اور پھلوں کے طباق رکھے تھے۔ اور انگور کا خوشہ اس کے ہاتھ میں تھا جس کو وہ کھا رہا تھا۔ جب مامون نے آپ کو آتا ہوا دیکھا، اُٹھ کر کھڑا ہوگیا، معانقہ کیا، پاس بٹھایا، اور وہ خوشہ انگور ان کو پیش کیا اور عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ کیا اس خوشہ سے بہتر آپ نے دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اچھے انگور بہشت کے ہوتے ہیں۔ پھر مامون نے کہا اس انگور میں سے آپ شوق فرمائیں۔ علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے معاف

فرمایئے۔ جب زیادہ اصرار کیا اور نہ کھانے کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے اس کے ہاتھ سے انگور کا خوشہ لے لیا اور اس میں سے کچھ کھایا۔ دوبارہ انگور پیش کیے آپ نے دو تین دانے اس میں سے کھائے اور رکھ دیے اور اُٹھ کر چل دیے۔ مامون الرشید نے دریافت کیا کہاں تشریف لے جاتے ہیں، فرمایا کہ جہاں جانے کا حکم دیا گیا ہے اور کچھ سر پر پہن کر باہر چلے آئے۔ اور سرائے میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ آپ نے آرام فرمایا۔ اس عرصہ میں آپ کے صاحبزادے امام نقی رضی اللہ عنہ مدینہ شریف سے باپ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے سینہ سے لگایا، آنکھوں کو بوسہ دیا اور اپنے بستر پر اپنے پاس لٹایا اور باپ بیٹے ایک بستر پر منہ سے منہ ملا کر لیٹ گئے اور خفیہ خفیہ باتیں کرنے لگے، اور پھر آپ کا اسی وقت انتقال ہوا۔ آپ کا مزار مقدس ہارون الرشید کے قبہ میں ہے، جو سرائے حمید بن القطحنۃ الطائی میں واقع ہے۔ وہ بستی آج بڑی آباد ہے اور مرجع خلائق بنی ہوئی ہے۔ اور مشہد کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت امام محمد نقی رض

کنیت ابوجعفر ثانی لقب نقی، جواد اور نام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر صادق ہے۔ آپ نویں امام ہیں۔ آپ کی پیدائش جمعہ ۱۰ رجب ۱۹۵ھ کو مدینہ شریف میں ہوئی۔ آپ کی ماں کا نام خیزران یا ریحانہ تھا۔ یہ ام ولد تھیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں۔ آپ کی عمر ۳۵ سال تھی۔ آپ کی وفات منگل کو ۶ ذی الحجہ ۲۲۰ھ عہد خلافت معتصم واقع ہوئی۔ آپ کا مزار بغداد شریف میں اپنے جد امجد امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار کے پہلو میں کہا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ بچپن میں جب آپ کی عمر گیارہ سال تھی۔ بغداد شریف کے

کوچوں میں سے کسی کوچہ میں دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ اتفاق
سے مامون الرشید شکار کے قصد سے اس کوچہ سے گزرا۔ تمام بچے ادھر ادھر
بھاگ گئے۔ لیکن امام محمد تقی اپنی جگہ پر موجود رہے۔ مامون الرشید نے جب
آپ کو دیکھا تو گھوڑے کو روک کر آپ سے پوچھا کہ لڑکے دوسرے لڑکوں کے ساتھ
تم کیوں نہیں بھاگے۔ خدا نے آپ کو مقبولیت عام عطا فرمائی تھی۔ آپ نے
برجستہ جواب دیا امیرالمومنین! راستہ کافی کشادہ ہے تنگ نہیں ہے جو میرے
چلے جانے سے گنجائش ہو جائے گی۔ اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا جو راہِ فرار
اختیار کروں۔ اور آپ کی طرف سے یہ یقین ہے کہ بلا قصور کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے
مامون کو آپ کی معصومانہ گفت گو اور معصوم صورت بڑی بھلی معلوم ہوئی۔
دریافت کیا بچے تمہارا کیا نام ہے۔ عرض کیا محمد، پوچھا کس کے لڑکے ہو، کہا
امام رضا رضی اللہ عنہ کا لڑکا ہوں۔ پھر اس نے اپنی لڑکی ام فضل کو آپ کے
عقد میں دے دیا۔

حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ

کنیت ابوالحسن ثالث اور لقب ہادی زکی عسکری اور تقی مشہور ہیں۔ نام علی
بن محمد بن موسیٰ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ دسویں امام ہیں آپ کی ولادت
۱۰ رجب دوسری روایت میں عرفہ کے دن ۲۰۴ھ یا ۲۱۳ھ کو مدینہ منورہ میں
ہوئی تھی۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام شمانہ یا ام فضل تھا جو مامون رشید
کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی عمر چالیس یا اکتالیس سال تھی۔ آپ کی وفات
سرمن رائے کے مقام پر جو مضافاتِ بغداد میں سامرہ کے نام سے مشہور ہے،
ہوئی، تاریخ وفات پیر جمادی الاول یا ۱۳ر جمادی الآخر ۲۵۴ھ مستنصر باللہ کے
عہدِ خلافت بتائی گئی ہے۔ آپ کا مزار مقدس بھی ان کی سرائے جو سرمن رائے

میں تھی واقع ہے۔

روایت ہے کہ متوکل باللہ کا ایک مکان تھا جس میں طرح طرح کے جانور رہتے تھے۔ جو شخص بھی وہاں آتا۔ جانوروں کی بھانت بھانت کی بولیوں اور ان کے چہچہوں کی وجہ سے کسی کی بات نہیں سُن سکتا تھا اور کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ جب ہادی رضی اللہ عنہ اس مکان میں آتے تو سب جانور خاموش ہو جاتے۔ جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو پھر بولیاں بولنے لگتے، وہی شور پھر ہونے لگتا۔

حضرت امام حسن عسکری رضؓ

ابو محمد کنیت زکی لقب اور دوسری روایتوں میں خالص سراج اور عسکری بھی لقب مشہور ہیں۔ نام حسن بن علی بن محمد بن علی رضا رضی اللہ عنہ ہے آپ گیارہویں امام شمار کیے جاتے ہیں۔

آپ کی ولادت مبارک ۲۳۱ھ یا ۲۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی آپ کی والدہ ام ولد تھیں۔ سوسن اور بقول ہادی رضی اللہ عنہ حدیثؑ دو نام تھے۔ آپ کا سن ۲۹ یا ۲۸ سال کا تھا۔ وفات جمعہ ۶ یا ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں سرمن رائے کے مقام پر ہوئی۔ آپ کی قبر مبارک سرمن رائے میں اپنے باپ کی قبر کے متصل ہے۔

ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے قید میں قید کی سختیوں اور تکلیفوں سے تنگ آکر زکی رضی اللہ عنہ کو شکایت لکھ کر بھیجی اور اپنی تنگ دستی کا حال بھی لکھنا چاہتا تھا۔ مگر شرم سے نہ لکھ سکا۔

حضرت زکی رضی اللہ عنہ نے میرے خط کا جواب لکھا۔ جس میں مجھے تحریر فرمایا کہ آج تم نماز ظہر اپنے گھر میں انشاء اللہ ادا کرو گے۔ چنانچہ نماز ظہر سے قبل ہی

مجھے قید سے رہائی حاصل ہوگئی۔ اور میں نے اس دن کی نماز ظہر آپ کی پیشین گوئی کے مطابق اپنے گھر جا کر ادا کی۔ اچانک ایک قاصد میرے پاس آیا اور ایک سو دینار مجھے دیے۔ اور ایک خط دیا جس میں مجھے لکھا تھا کہ جب کبھی تجھے ضرورت ہو تو مجھ سے طلب کرنے میں شرم نہ کرنا، جو کچھ چاہو گے اور تم کو ضرورت ہوگی، انشاءاللہ تم کو حاصل ہوگا۔

حضرت امام محمدؒ

کنیت ابو القاسم نام محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ عنہم ہے آپ بارہویں امام ہیں۔ اہل سنت و الجماعت کے قول کے مطابق آپ کی ولادت شریف ۲۳ر رمضان ۲۵۸ھ مقام سر من رائے میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام صیقل۔ سوسن۔ نرگس باختلاف روایت ہے۔ جب آپ کی پیدائش ہوئی۔ دو زانو باہر آئے۔ انگشت سبابہ آسمان کی طرف اٹھائی اور ایک چھینک آئی اور الحمد للہ رب العالمین کہا۔

گروہ امامیہ کے نزدیک ۲۶۵ھ یا ۲۶۶ھ آپ کی تاریخ پوشیدگی بتائی جاتی ہے اور یہی تاریخ و سنہ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک تاریخ وفات ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے قریب امام مہدی علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ اور مذہب اہل حق یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔

ان ائمہ اثنا عشری کی کرامات اور فضائل اتنی ہیں کہ بیان نہیں کی جا سکتیں۔ ہر ایک کا علیحدہ مقام اور درجہ ہے۔ اور ہر ایک کے حالات و کیفیات مختلف ہیں۔ جیسا کہ ان کے تفصیلی حالات و کرامات اور فضائل بعض کتابوں میں موجود ہیں۔ اکثر بڑے بڑے مشائخ کا سلسلہ ان تک پہنچتا ہے۔

اختصار کے پیش نظر اس کتاب میں بہت مجمل اور مختصر لکھا گیا ہے ان بارہ اماموں سے ہر ایک کو بزرگ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندان وخلفاء میں سے سمجھنا چاہیے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی اور اپنی نجات اخروی ان اہل بیت کی محبت و دوستی میں یقین کرنا چاہیے ۔ لیکن فضیلت و کمال اور ولایت وکرامت اہل بیت ان بارہ اماموں میں منحصر نہیں سمجھنا چاہیے ۔ اگرچہ یہ حضرات فضیلت و کمالات میں بہ نسبت دوسروں کے امتیازی حیثیت کے مالک ہیں ۔ اور دوسروں کو اس طبقۂ اہل بیت سے نسبت بھی کیا ہو سکتی ہے ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے ۔ سلمان بن سلام کے نام سے مشہور ہیں ۔ صحابہ میں آپ کا درجہ بڑا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلمانؓ ہمارے اہل بیت سے ہے ۔ باطنی علوم میں آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نسبت حاصل ہے ۔

آپ کی وفات ۳۳ھ میں مقام مداین میں ہوئی ۔

عمر شریف ایک قول کے مطابق ایک سو پچاس اور دوسرے قول کی بناء پر ۳۵۰ اور دوسری روایت ۲۵۰ سال ہوئی ۔ اور یہی آخری روایت زیادہ صحیح ہے ۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

○

اسم گرامی اویس ہے۔ آپ اہل نجد کے قبیلہ قرن سے تعلق رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تعریف فرمائی ہے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود تھے۔ دو اسباب کی بناء پر صحبت مبارک حاصل نہیں ہوسکی۔ ایک تو ضعیف ماں کی خدمت اور ہمہ وقت حاضری کی وجہ سے، دوسرے کمال غلبہ حال کے باعث۔ شتربانی آپ کا محبوب پیشہ تھا۔ اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ماں کی خدمت اور اپنی شکم پروری میں صرف کرتے۔

آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت وخلوص تھا، جب معلوم ہوا کہ جنگِ اُحد میں آنحضرتؐ کے کچھ دندان مبارک شہید ہوگئے ہیں۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کتنے اور کون سے۔ آپ نے اپنے تمام دانتوں کو توڑ ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرا خرقہ اویس قرنی کو پہنچا دیا جائے۔ اور اس سے میری طرف سے کہہ دو کہ میری امت کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خرقہ مبارک. اویس قرنی کو پہنچایا اور امت کے حق میں دعا کے لیے کہا۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا سے قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ اس امتِ محمدی کو بڑھایا، قبیلہ ربیعہ و مضر کے پاس جتنی بکریاں تھیں، عرب میں کسی قبیلہ کے پاس اتنی بکریاں نہیں تھیں۔

شواہد النبوۃ میں آپ کی وفات کی بابت تحریر ہے کہ آذربائیجان میں غزا کرگئے ہوئے تھے وہاں آپ کا وصال ہوگیا۔ لوگوں نے آپ کی قبر کھودنا چاہی ایک پتھر

کی چٹان ملی جہاں ان کی قبر و لحد پہلے سے تیار تھی۔ پھر کفن کا ارادہ کیا۔ وہاں ایسے کپڑے ملے جو انسان کے بُنے ہوئے نہیں تھے۔ ان کپڑوں سے آپ کا کفن تیار کیا اور کفنا کر اس لحد میں دفن کر دیا گیا۔

کشف المحجوب میں پیر علی ہجویریؒ نے اور تذکرۃ الاولیاء میں فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت اویس قرنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اور ان کی موافقت میں جنگ صفین میں لڑے اور شہید ہوئے۔

پہلے قول کے مطابق آپ کی وفات ۳۲ھ ۳ رجب میں ہوئی اور ثانی قول کے مطابق ۳۷ھ میں۔ امام عبداللہ یافعی رحمتہ اللہ علیہ نے روضۃ الریاحین میں دونوں قولوں کو نقل کیا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ

کنیت ابو سعید ہے، آپ جوہری تھے۔ جواہر کی تجارت آپ کا پیشہ تھا۔ اس لیے آپ کو حسن لُولُوی بھی کہتے ہیں۔ آپ کا شمار اکابر تابعین میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور ایک سو تیس صحابہ کو آپ نے دیکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ام سلمہ کے غلاموں میں سے تھیں۔

کسی نے آپ سے پوچھا کہ مسلمانی کسے کہتے ہیں اور مسلمان کس کو کہتے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ مسلمانی کتاب میں ہے اور مسلمان زمین میں دفن ہیں۔ پھر آپ سے دریافت کیا گیا، حضرت! ہمارے دل سوئے ہوئے ہیں۔ آپ کی بات اور پند و نصائح کا ہمارے خوابیدہ دلوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ہم کیا کریں۔ فرمایا کاش سوئے ہوئے ہوتے جن کو ہلا جلا کر بیدار کیا جا سکتا۔ مگر یہ تو مُردہ ہو چکے ہیں۔ ان کو کتنا ہی ہلاؤ جلاؤ یہ بیدار نہیں ہوتے۔

آپ کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر شریف ۸۹ سال ہوئی۔ اور وفات

۵ رجب ۱۱۰ھ کو۔ آپ کی قبر بصرہ کے متصل قدیم بصرہ میں جو پہلے آباد تھا اور آج بھی آباد ہے واقع ہے۔

قاسم بن محمدؒ بن ابی بکر الصدیقؓ رضی اللہ عنہ

آپ اکابر تابعین میں ہیں۔ اور مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ اپنی پھوپی حضرت عائشہ کے گھرانے میں پرورش پائی۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں قاسم بن محمد سے زیادہ فاضل میں نے نہیں پایا۔ زیادؔ سے مروی ہے کہ میں نے ان سے زیادہ عالم کسی کو نہیں پایا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے نقل ہے کہ اگر خلافت کا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو حضرت قاسم کی سپرد کرتا اور ان کو خلیفہ بناتا۔

آپ کی وفات ۱۰۱ھ یا ۱۰۸ھ یا ۱۱۲ھ یا ۱۰۲ھ کو ہوئی۔ سنہ وفات میں بہت سے اقوال ہیں۔

امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رضؓ

آپ کی کنیت ابوحنیفہ لقب امام اعظم اور نام نعمان بن ثابت ہے۔ آپ کا شمار تابعین میں ہے۔ ائمہ اربعہ میں آپ پہلے امام مشہور ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے آپ کو شرف صحبت حاصل ہے۔ سات صحابہ کرام کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے ہیں۔

حضرت انس بن مالک۔ جابر بن عبداللہ۔ عبداللہ بن انس۔ عبداللہ بن ابی اوفیٰ۔

عبداللہ بن حرث بن جزر بندی، معقل بن یسار، واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات نے امام اعظم سے روایت کی ہیں۔ اور استادِ علم حضرت فضیل عیاضؒ

ابراہیم ادھم، بشر حافی اور داؤد طائی وغیرہ رحمہم اللہ اور صاحبین، حضرت امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ آپ کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ صاحب کشف المحجوب نے ان ہر دو اماموں کے حق میں لکھا ہے کہ یہ اماموں کے امام و پیشوا ہیں اور اہل سنت والجماعت کے مقتدا۔ فقہا و علماء کے لیے شرف و عزت کا باعث ہیں۔

روایت ہے کہ آپ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے طواف کے لیے حاضر ہوتے تو عرض کرتے "السلام علیك یا سید المرسلین" اندر سے جواب آتا "وعلیك السلام یا امام المسلمین"

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ کو میں کہاں تلاش کروں۔ ارشاد فرمایا "ابوحنیفہ کے علم کے پاس۔"

خواجہ محمد پارسا نے فصول ستہ میں لکھا ہے کہ امام اعظم کا وجود مبارک ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں ایک بڑا معجزہ ہے۔ قرآن شریف کے بعد آپ کا مذہب ایسا مذہب ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہونے کے چالیس سال بعد اسی مذہب کے مطابق احکام نافذ فرمائیں گے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ آخری مرتبہ خانہ کعبہ کے طواف کے لیے تشریف لے گئے۔ تو تمام رات میں نصف قرآن ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر باقی نصف قرآن دوسرے پاؤں پر کھڑے ہوکر ختم کیا ما عرفناك حق معرفتك ولكن عبدناك حق عبادتك۔ یعنی ہم نے تجھے پہچاننے کا حق ادا نہیں کیا۔ ہاں عبادت کا حق ادا کیا۔ غیب سے ہاتف غیبی نے ندا کی۔ اے ابوحنیفہ تو نے معرفت کا حق بھی ادا کر دیا ہے اور عبادت کا حق بھی ادا کر دیا ہے۔ پس میں نے تجھے مع تیرے متبعین کے بخش دیا۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن مبارک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو امانتاً سپرد کر دیا تھا کہ اس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو پہنچا دیں

وہ آب دہن حضرت انس بن مالکؓ کے لب میں آبلہ ہوگیا تھا جس کو انس بن مالکؓ نے امام اعظم رحمہ اللہ کی ایام طفولیت میں پہنچا دیا۔

روایت ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ ہر رات کو ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ کامل تیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔

روایت ہے کہ جب تک امام اعظم رحمہ اللہ بقید حیات رہے، حضرت امام شافعی کی ولادت نہیں ہوئی، باوجود اس کے کہ مدت حمل چار سال تک رہی۔

آپ کی ولادت شریف ۸۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر ستر سال کی تھی۔ آپ کا مزار مبارک بغداد قدیم میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ

کنیت ابو عبداللہ نام مالک بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہے۔ علوم دینیہ میں آپ ائمہ اربعہ میں سے دوسرے امام ہیں۔ آپ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے استاد ہیں۔ آپ کی ولادت شریف ۹۵ھ یا ۹۴ھ یا ۹۷ھ میں ہوئی۔ اور وفات ربیع الآخر ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک بقیع غرقد میں بنا ہوا ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ

کنیت ابو عبداللہ لقب شافعی اور اسم گرامی محمد بن ادریس ہے آپ قبیلہ قریش سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں جاکر باپ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب سے جا ملتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام الحسن ہے اور آپ کا نسب بنت حمزہ بن القاسم بن مزید بن حسن بن علی بن ابی طالب ہے۔ اور آپ قرشی ہاشمی علوی فاطمی ہیں۔ اور

ائمہ اربعہ کے تیسرے امام ہیں۔

حضرت امام مالک کے شاگرد رشید ہیں۔ عراق تشریف لے جانے سے قبل کسب علوم امام مالکؒ سے فرماتے رہے۔ عراق چلے آنے کے بعد امام محمد بن حسن سے استفادہ فرماتے تھے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔

آپ کی ولادت شریف ایک قول کے مطابق مقام غمرہ میں اور دوسرے قول کے مطابق مقام عقلان میں یا مقام منا میں ۱۵۰ھ میں ہوئی۔

آپ کی وفات جمعہ کے دن آخر ماہ رجب میں ہوئی۔ مزار مقدس مضافات مصر میں واقع ہے۔

روایت ہے کہ جب آپ کا سن شریف صرف سات سال تھا۔ آپ حفظ قرآن سے فارغ ہو چکے تھے۔ اور جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو آپ فتوے نویسی کی خدمت انجام دیتے تھے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی عقل وفراست کو نصف مخلوق کی عقول کے ساتھ وزن کیا جائے تو امام شافعی رحمہ اللہ کی عقل زائد ہوگی۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضؓ

آپ کی کنیت ابومحمد اور ابوعبداللہ ہے۔ اسم گرامی محمد بن محمد بن حنبل ہے۔ ائمہ اربعہ میں آپ چوتھے امام ہیں۔ آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

آپ کی ولادت شریف ۱۶۴ھ میں مقام بغداد میں ہوئی۔ آپ کی عمر ۷۹ سال تھی۔

آپ کی وفات ۱۲ ربیع الاول جمعہ کے دن بوقت چاشت ۲۴۱ھ میں بغداد میں ہوئی۔ آپ کا مزار بھی بغداد شریف میں واقع ہے۔

کہتے ہیں جب بغداد میں معتزلہ کا غلبہ ہوا اور آپ کو مجبور کیا گیا کہ آپ قرآن کے مخلوق ہونے کا فتوے صادر فرمائیں۔ اور خلیفہ کے دروازہ پر ایک چوکیدار ملا اس نے کہا حضرت جوانمردی اور بہادری سے کام لینا، کہیں لغزش نہ کھا جانا میں جب چوری کے جرم میں ماخوذ ہوا اور ہزاروں سزائیں دی گئیں۔ مگر میں نے اقرار جرم نہیں کیا آخر کار رہائی مل گئی۔ میں نے تو ایک باطل اور غلط کام میں اتنی سختیاں جھیلیں اور اپنے طریقہ پر قائم رہا۔ آپ تو حق پر ہیں اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ سخت سے سخت مصیبتوں کو برداشت کریں۔ پر حق پر قائم رہیں۔

امام احمدؒ نے فرمایا کہ اس چوکیدار کی یہ نصیحت میرے لیے ایک بڑا سبق ثابت ہوا۔ خلیفہ کے آدمیوں نے باوجود آپ کے کبر سنی کے عقابین میں کھینچا اور ہزار درے لگائے کہ آپ قرآن کو مخلوق کہہ دیں لیکن آپ اپنے عقیدہ سے ذرہ برابر نہ ہٹے، اس عرصہ میں جب آپ کو سزا دی جارہی تھی، پاؤں کھلے ہوئے تھے، ہاتھ بندھے ہوئے تھے، غیب سے دو ہاتھ ظاہر ہوئے۔ جب حاضرین نے یہ کرامت مشاہدہ کیا تو آپ کو رہا کر دیا۔ لیکن اس تکلیف سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ اور آپ کا وصال ہو گیا۔

نزع کی حالت میں آپ اپنے دست مجروح سے اشارہ فرماتے تھے اور زبان سے کہتے جاتے تھے، ابھی نہیں، ابھی نہیں۔

بیٹے نے پوچھا ابا جان کیا حال ہے۔ فرمایا یہ وقت ابتلائے آزمائش کا ہے۔ سوال کرنے کا کیا موقع ہے۔ دعا کرو، ان حاضرین میں جو میرے سرہانے موجود ہیں ان میں شیطان لعین بھی ہے جو کھڑا ہوا اپنے سر پر خاک ڈال رہا ہے اور کہہ رہا ہے اے احمد بن حنبل! تو اپنا ایمان اور جان میرے ہاتھ سے بچا کر لے گیا۔ اور میں کہہ رہا ہوں ابھی نہیں ابھی نہیں۔ جب تک یہ نفس امارہ موجود ہے۔ خطرہ باقی ہے، امن کا موقع نہیں۔

جب آپ کا وصال ہوا، اور جنازہ اٹھایا گیا، پرندے آ آ کر جنازہ پر اپنے کو جنازہ پر پٹکتے تھے۔ یہاں تک کہ چالیس ہزار آتش پرست اور گبر پرست مشرف باسلام ہوئے۔ اور زنار توڑ توڑ کر پھینکتے تھے اور زور زور سے کہہ رہے تھے:۔

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

حضرت امام ابو یوسف قدس اللہ سرہٗ

آپ کا نام یعقوب بن ابراہیم ہے۔کوفہ کے باشندے ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔اور امام اعظمؒ امام ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ کہتے تھے۔اگرچہ خود بھی معاملہ قضا میں مشغول تھے۔اور لوگ آپ کو بھی قاضی کے نام سے یاد کرتے تھے۔آپ روزانہ دو سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔آپ نے اپنے وصال سے قبل فرمایا کہ میں نے جو کچھ فتوے دیے ہیں سب سے آج رجوع کر لیا۔بجز ان فتاوے کے جو کتاب وسنت کے موافق ہیں۔

آپ کی وفات ۲۷ رجب ۱۸۲ھ میں ہوئی۔عمر شریف ستر سال تھی۔مزار مقدس بغداد شریف میں ہے۔

حضرت امام محمد شیبانی قدس اللہ سرہٗ

آپ کے باپ کا نام حسن ہے۔ملک شام سے ہجرت کر کے عراق میں آ کر شہر واسط میں آباد ہو گئے۔یہاں امام محمد پیدا ہوئے۔اور کوفہ میں پرورش پائی۔آپ متمول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے والد حسن کا دولت مندوں میں شمار ہوتا تھا۔

امام محمد رحمہ اللہ حضرت امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔اور آپ نے امام اعظم رحمہ اللہ کے علم کو تمام دنیا میں پھیلایا۔آپ کو اور امام ابو یوسفؒ دونوں کو ملا کر صاحبین اور امامین کہتے ہیں۔آپ کی کئی مستند تصنیفات ہیں۔امام شافعیؒ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

سلطان المشائخ نے حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ ایک بار امام محمد کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے اور کہتے تھے کہ اگر میں یوں کہوں کہ قرآن شریف محمد بن حسن کی زبان میں نازل ہوا، درست ہے۔اور یہ جو

ہیں کہتا ہوں وہ امام محمد رحمہ اللہ کی فصاحت و بلاغت کی بنا پہ کہتا ہوں۔
آپ کی وفات ۱۴ ر جمادی الاخر ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک مقام ری میں واقع ہے۔

کیونکہ ائمہ اربعہ کا ذکر، جو دین کے لیے بمنزلہ اربعہ عناصر کے ہیں، اور اہل سنت والجماعت کے مذہب حقہ کی استقامت اور اس کا قیام ان چہار ائمہ کے وجود اور ذکر پہ موقوف ہے۔ اس لیے ان کا ذکر پہلے کیا۔ اب ان کے ذکر کے تمام ہو جانے کے بعد اولیائے کرام کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ نفحات الانس، کشف المحجوب و تذکرۃ الاولیاء وغیرہ دوسری کتابوں میں اولیاء کے ذکر تفصیل سے موجود ہیں۔ اور سلسلہ بہ سلسلہ ان کے حالات لکھے ہوئے ہیں۔ اس بنا پر اس احقر نے بھی ان اولیاء کے حالات سلسلہ بہ سلسلہ اس کتاب میں درج کیے ہیں۔

بعض متقدمین مشائخ جن کے سلسلہ کی بابت مستند ذرائع سے علم نہیں ہو سکا۔ ان کا ذکر ایک علیحدہ فصل میں لکھا ہے۔

مشائخ سے مریدوں کا انتساب تین طریق سے ہے۔ ایک خرقہ کے ذریعہ۔ دوسرے نعلین کے ذریعہ۔ تیسرے صحبت و خدمت کی برکت سے۔ خرقہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خرقہ ارادت اور وہ بجز ایک شیخ کے جائز نہیں۔ دوسرے خرقہ تبرک وہ متعدد مشائخ سے حصول تبرک کی وجہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ذکر سلسلہ عالیہ قادریہ کا جو حضرت غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی کی طرف منسوب ہے۔

سلسلہ عالیہ کو آپ کی وفات کے بعد سے سلسلہ قادریہ کہتے ہیں، آپ سے اوپر سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تک اس کا سلسلہ ملاتے ہیں۔

حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ

○

آپ کی کنیت ابو محفوظؔ اور اسم گرامی آپ کے والد ماجد کا فیروزؔ یا فیروزان یا بقول دیگر معروف بن علی الکرخی ہے۔ یہ اپنے آبائی دین آتش پرستی پر تھے۔ بعد میں امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہوئے، اور حنفی مشرب و طریقہ اختیار کیا، حضرت امام علی بن موسیٰ کو آپ پر کمال شفقت و محبت تھی۔ اور جو کچھ ان کو حاصل ہوا ہے وہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی خدمت و صحبت کی برکت سے حاصل ہوا۔ امام مذکور کی خدمات دربانی پر مامور تھے۔

صاحب تذکرۃ الاولیاء نے لکھا ہے کہ اگر عارف نہ ہوتے معروف بھی نہ ہوتے آپ حضرت داؤد طائی کی صحبت و خدمت میں زیادہ رہے جو امام اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور طریقت میں حبیب راعی کے مرید خاص تھے، اور یہ حبیب راعی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بیعت تھے۔

روایت ہے کہ ایک دن ان کا وضو ٹوٹ گیا، فوراً تیمم کیا۔ لوگوں نے عرض کیا: حضرت دجلہ قریب ہے، تیمم کی کیا حاجت ہے، فرمایا جب تک میں وہاں پہنچوں گا اگر موت آجائے تو ناپاک حالت میں مروں گا۔

نقل ہے ایک دن امام رضا رضی اللہ عنہ کے آستانہ پر لوگوں کا بڑا اژدھام تھا۔ آپ کے ہاتھ تھک گئے۔ یہاں تک کہ بیمار پڑ گئے۔ حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا

مجھے وصیت کیجیے۔ کہا کہ میرے مرنے سے پہلے ہی میرے پیراہن کو صدقہ کر دو۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے برہنہ خدا کے پاس حاضر ہوں جیسا کہ پیدا ہوا ہوں۔ بلاشبہ تجرید اور بے سروسامانی میں آپ کا کوئی ہمتا اور ثانی نہ تھا۔ صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ حضرت معروف کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں۔ اور علوم میں قوم کے مقتدی اور امام ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ جواں مردوں کی علامت تین چیز ہیں۔ ایک وفاداری جس میں بے وفائی کا شائبہ نہ ہو، دوسرے ستائش بے جود، تیسرے بے مانگے دادو دہش۔

آپ کی وفات ۲ محرم ۲۰۰ھ کو ہوئی۔ مزار بغداد شریف میں ہے۔ لوگ دعا مانگنے اور حاضری کے لیے وہاں جاتے ہیں۔ اور ہزاروں بار کا آزمودہ ہے کہ جو دعا وہاں جاکر مانگی جاتی ہے، قبول ہوتی ہے۔

حضرت شیخ سری بن المفلس السقطی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ زمانہ کے پیشوا اور امام ہیں، اپنے وقت کے شیخ صاحب تصرف اور علم میں کامل و ماہر تھے۔

آپ کا فرمان ہے کہ مرد وہ ہے جو بازار میں بھی حق کے ذکر میں مشغول رہے۔ خرید و فروخت میں رہے لیکن ایک لحظہ کے لیے بھی ذکر الٰہی سے غافل نہ رہے

آپ نے فرمایا ہے سب سے بڑا بہادر اور پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس امارہ پر غالب آئے۔ اور فرمایا کہ ادب دل کا ترجمان ہے۔ جو شخص اپنے نفس کی تربیت و تادیب سے عاجز ہے۔ وہ دوسروں کو کیا ادب سکھا سکتا ہے

فرمایا پانچ چیزیں دل میں نہیں رہتیں اگر دل میں دوسری چیز موجود ہو۔ خدا کا خوف۔ رجا۔ محبت۔ حیا۔ خلق خدا سے شفقت۔ اور آپ نے فرمایا کہ خلق خدا

وہ ہے جس سے مخلوق خدا کو تکلیف و آزار نہ پہنچے ۔ آپ نے فرمایا کہ میں دن میں کئی کئی بار آئینہ میں منہ دیکھتا ہوں مبادا کسی گناہ کی پاداشں میں میرا منہ سیاہ نہ ہو جائے ۔

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو عبادت میں سری سقطی سے زیادہ کامل نہیں پایا ۔ ۹۸ سال کامل گذر گئے کہ زمین پر پہلو تک نہیں رکھا ۔ بجز مرض الموت کے ، اور فرمایا کہ میں نے آپ سے رحلت کے وقت کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجیے ، فرمایا کہ لوگوں کی وجہ سے خدا سے غافل نہ ہو ۔ میں نے عرض کیا ، کاش یہ نصیحت آپ پہلے سے فرما دیتے تو میں آپ کی صحبت میں وقت نہ صرف کرتا ۔

آپ کی وفات منگل کے دن صبح کو ۳ رمضان ۲۵۳ھ ہوئی ۔ آپ کا مزار شریف بغداد میں واقع ہے ۔

حضرت شاہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ

کنیت ابوالقاسم لقب سید الطائفہ و طاؤس العلماء و قواریری و زجاج اور خزاز ہیں ۔ قواریری و زجاج آپ کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کے والد محمد بن جنید آبگینہ فروش تھے ۔ اور نہاوند کے رہنے والے تھے ، لیکن حضرت جنیدؒ کا مولد و منشا بغداد شریف میں ہے ۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے پیرو تھے ۔ حضرت سری سقطی کے بھانجہ بھی تھے اور ان ہی سے بیعت تھے آپ اکابر مشائخ کے لیے مرجع مطلع سعادت و انوار و بحر حقائق و اسرار ، سلطان طریقت و پیشوا اہل حقیقت زمانہ کے مقتدی و امام اور سادات سے تھے ۔ حارث محاسبی محمد قصاب کی صحبت میں رہتے تھے ، ادیم ، ابوالحسن نوری ، شبلی اور خزاز وغیرہ اکابر اولیاء و مشائخ اپنے سلسلوں کو ان کی طرف نسبت کر کے درست کرتے اور آپ سے نسبت رکھنے والوں کو جنیدیہ کہتے ہیں ، اسی وجہ سے آپ کو سید الطائفہ اور امام الائمہ کہتے ہیں ۔ آپ کا قول طریقت میں حجت و دلیل سمجھا جاتا ہے ۔ اور متقدمین متاخرین مشائخ میں سے کوئی بھی آپ کے ظاہر و باطن

پر انگشت نمائی کی طاقت نہیں رکھتا، آپ کی ذات سب کے لیے مقبولیت کا درجہ رکھتی تھی۔ آپ کے مذہب کی بنیاد صحو پر ہے، صاحب کشف المحجوب نے صحو کے معنی کو خوب تفصیل سے لکھا ہے۔

ایک دن کسی نے سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا کسی مرید کا درجہ اپنے پیر و مرشد سے بڑھ سکتا ہے، فرمایا یہ ظاہر دلیل ہے کہ جنید بغدادی رحمہ اللہ کا درجہ مجھ سے بہت بلند ہے۔ خلیفہ بغداد نے رویم سے ایک مرتبہ کہا کہ اے بے ادب! رویم نے کہا کہ میں کس طرح بے ادب ہو سکتا ہوں کہ اپنا نصف دن حضرت جنید رحمہ اللہ کی صحبت و خدمت میں گزارتا ہوں۔ میں بے ادبی کیسے کر سکتا ہوں؟

شیخ ابو جعفر حداد نے کہا کہ اگر عقل مرد ہوتی تو جنیدؒ کی شکل میں ہوتی کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کامل تیس سال تک عشاء کی نماز پڑھ کر ایک پاؤں پر کھڑا رہ کر صبح تک اللہ اللہ کی ہے اور اسی عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ تیس سال تک خدا تعالےٰ نے حضرت جنیدؒ سے جنید کی زبان میں گفت گو کی ہے اور کسی کو اس کا علم تک نہیں ہوا۔ اور فرمایا ایک دن میرا دل گم ہو گیا، میں نے خدا سے عرض کیا۔ اے خدا میرا دل واپس فرما دے، آواز آئی۔ اپنے جنید کے ساتھ ہم دل لے گئے تھے تاکہ تو ہمارے ساتھ رہے تو پھر مطالبہ کرتا ہے کہ ہمارے غیر کے ساتھ رہے۔

روایت ہے کہ

بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف فرما ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سامنے حاضر ہیں ایک شخص نے آکر فتوے طلب کیا آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ جنیدؒ سے فتوے لے لو۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی موجودگی میں دوسرے سے فتوے کیوں لوں۔ ارشاد فرمایا کہ تمام انبیاء کو جس طرح اپنی اپنی امت پر فخر و مباہات ہے۔ مجھے اپنے جنید پر فخر ہے۔ حضرت شیخ جنیدؒ سماع و وجد نہیں فرماتے تھے۔ اور ظاہر و باطن میں شرع کے خلاف نہیں کرتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک دن وعظ فرما رہے تھے ، ایک مرید نے نعرہ لگایا آپ نے اس کو منع فرمایا اور کہا کہ آئندہ اگر تو نے پھر نعرہ لگایا ، تو میرا تجھ سے تعلق ختم ہو جائے گا۔

اس نوجوان نے آئندہ کے لیے توبہ کر لی ، اور پھر ایسا کرنے میں احتیاط کی ، یہاں تک کہ ایک مرتبہ اس میں جب تاب ضبط نہ رہی تو وہ ہلاک ہو گیا اور لوگوں نے دیکھا کہ وہ خاکستر ہو گیا تھا۔

روایت ہے کہ بغداد میں ایک چور کو لٹکایا ہوا تھا۔ آپ نے دیکھا چور کے پاؤں چومے ، حاضرین نے استفسار کیا ، فرمایا ہزاروں رحمتیں اس چور پر ہوں کہ اپنے کام میں جواں مرد اور بہادر تھا اور اپنے فن میں ایسا کامل تھا کہ اس درجہ تک پہنچ گیا۔ لیکن توبہ نہیں کی۔

روایت ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک شخص کھڑا ہوا ، اور اس نے دریافت کیا کہ حضرت دل کس وقت خوش رہتا ہے ؟ فرمایا جس وقت خدا دل میں جلوہ گر ہو ، اور حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مرد کو مردانہ خصلت اختیار کرنا چاہیے۔ شبہات و وہم میں مبتلا نہ ہونا چاہیے۔ نیز فرمایا کہ جس نے خدا کی معرفت نہیں حاصل کی۔ وہ کبھی شاد نہیں رہ سکتا۔ نیز فرمایا کہ جب وقت گزر جاتا ہے تو پھر اس کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ وقت سے زیادہ قیمتی شے دوسری نہیں۔

آپ نے فرمایا:

جواں مردی یہ ہے کہ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالے اور جو کچھ تیرے پاس ہے خدا کی راہ میں اسے دے ڈالے۔

فرمایا خلق چار چیزیں ہیں ، سخاوت ، الفت ، نصیحت اور شفقت۔ شفقت یہ ہے کہ تو لوگوں کو برضا و رغبت دے اور جو کچھ وہ طلب کریں اس کے دینے میں ان پر احسان نہ رکھ کیوں کہ وہ کمزور ہیں اور طاقت نہیں رکھتے ، اور ان سے ایسی بات نہ کہہ جس کو وہ نہ سمجھ سکیں۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم کس شخص کی صحبت میں بیٹھیں۔ فرمایا کہ ایسے شخص کی صحبت میں کہ وہ تیرے ساتھ نیکی کر کے بھلا دے کسی نے دریافت

کیا کہ زندگی سے بہتر کوئی چیز ہے؟ فرمایا" رونا، اور پھر کسی نے پوچھا بندہ کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا جو دوسروں کی بندگی سے آزاد ہو۔ پوچھا گیا خدا تک پہنچنے کا راستہ کون سا ہے۔ فرمایا ترک دنیا اختیار کر، نفس کے خلاف کر، خدا رسی حاصل ہو جائے گی۔

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا رات کو میں نماز میں مشغول تھا۔ ہر چند چاہا، مگر میرا نفس ایک سجدہ کے لیے تیار نہ ہوتا تھا۔ اس وقت اور کچھ فکر نہ کر سکا، پریشان ہو کر گھر سے باہر جانا چاہا، دروازہ کھولا، ایک نوجوان کو دیکھا، کمبل میں لپٹا ہوا دروازہ پر پڑا ہے۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا، میں اتنے عرصہ سے تیرا انتظار کر رہا ہوں، میں نے کہا تو ہی ہے جس نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے؟ کہا بے شک۔ مجھے جواب دیجیے، جس نفس میں درد ہو اور اس کے لیے کوئی علاج نہ ہو، وہ کیا کرے، میں نے اس سے کہا نفس کی خواہش کے خلاف جب کرے گا تو درد خود اس کے لیے مرہم کا کام کرے گا۔ میں نے جب جواب دے دیا تو اس نے اپنا سر گریبان میں کیا اور اپنے نفس سے خطاب کر کے کہا کہ تو نے مجھ سے یہی جواب سن لیا تھا، اب یہی جواب جنید رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سن لیا۔ یہ کہا اور چلا گیا۔ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے نہیں معلوم وہ کہاں سے آیا تھا اور کہاں چلا گیا۔

وفات

آپ کی وفات شنبہ کے دن ۲۷، رجب ۲۹۷ھ کو ہوئی۔ تاریخ یافعی میں سن وفات ۲۹۷ھ اور ایک دوسرے قول میں ۲۹۹ھ بتایا گیا ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

روایت ہے:۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچا۔ آپ کی زبان پر تسبیح جاری تھی چار انگلیوں کو باندھے ہوئے تھے، سبابہ کو کھولے ہوئے تھے۔ بسم اللہ پڑھی، آنکھیں بند کیں اور واصل بحق ہو گئے۔

غسال نے غسل دیتے وقت چاہا کہ آنکھوں کے اندر پانی ڈالے، آواز آئی ہمارے دوست کی آنکھوں سے اپنے ہاتھ کو الگ رکھو۔ جو آنکھ ہمارا نام لے کر بند ہو

وہ ہمارے لیے ہی کھولی جا سکتی ہے۔ پھر چاہا کہ آپ کی اُنگلیوں کو کھول کر سیدھا کر دے۔ ندا آئی جو انگلیاں ہمارا نام لے کر بند ہوں۔ وہ ہمارے فرمان سے ہی کھل سکتی ہیں۔

جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ایک سفید کبوتر جنازہ پر آکر بیٹھ گیا ہر چند اس کو اڑانا چاہا وہ کسی طرح نہ اڑتا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ اپنے آپ کو اور مجھے پریشان نہ کرو۔ میرے پنجے عشق کی میخوں سے اس جنازہ کے گوشوں پر جمے ہوئے ہیں۔ آج جنید کا قالب فرشتوں کے دوش پر ہے، اگر تمہارا شور و غل نہ ہوتا تو جنید کا جسم سفید باز کی طرح ہمارے ساتھ ہوا میں اُڑ جاتا۔

آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابوبکر اور نام جعفر بن یونس اور دوسری روایت میں دلف بن مجد ہے۔ آپ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مرید تھے، آپ کو خرقہ بھی اسی بارگاہ سے ملا تھا۔ چنانچہ شیخ فرماتے تھے کہ ہر قوم میں ایک تاج (سردار) ہوتا ہے، اور اس قوم کا تاج شبلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ مذہب مالکی کے پیرو تھے ایک قول کی بنا پر آپ کا خاندان خراسان کے موضع شبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ طبقات سلمی میں ہے کہ "خراسانی الاصل اور بغدادی المولد المنشاء اند" یعنی آپ اصل کے اعتبار سے خراسانی ہیں اجائے ولادت بغداد شریف ہے۔ ایک روایت کے اعتبار سے آپ کی جائے ولادت سامرہ ہے۔ اور آپ کی اصل سروشنبہ ہے۔ جو فرخانہ کے مضافات سے ہے۔ آپ ابتداء میں پوشیدہ طور پر خلیفہ تھے۔

آپ کی وفات جمعہ کی شب ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ کو ہوئی۔ آپ کی عمر ۸۸ سال تھی، مزار مبارک بغداد شریف میں ہے۔ اس کی لوح پر لکھا ہوا ہے "جعفر بن یونس"۔

روایت ہے کہ اواخر سال میں حضرت شبلی متصل اللہ کہتے تھے اور کلمہ لا الہ الا اللہ نہیں کہتے تھے۔ اس بنا پر اس وقت کے مشائخ کو آپ کے متعلق شبہات پیدا ہوئے اور عوام نے طعن و تشنیع کرنا شروع کی، مگر چونکہ آپ کی ہیبت اور جلال غالب تھا۔ کسی کو آپ سے دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ایک دن ایک نوجوان آپ کی مجلس میں پہنچ گیا، اور صبر و سکون کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ عرض کیا۔ اے پیر طریقت و حقیقت کچھ نصیحت فرمائیں جس سے دل جمعی حاصل ہو، آپ نے فرمایا کہ اس گروہ کو چاہیے کہ ہر سانس کو آخری سانس خیال کرے۔ اور اس آخری سانس میں لفظ اللہ کا زبان پر رہنا اس سے بہتر ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا جائے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ لفظ اللہ سے پہلے نفی لاؔ میں مشغول ہو اور سانس منقطع ہو جائے جوان نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ بہتر اور اعلےٰ چاہتا ہوں۔ ارشاد فرمایا لاؔ غیر اللہ کی نفی کے لیے ہے اور میں اس کی ذات کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔ جوان نے پھر عرض کیا کہ میں اس سے اور زیادہ وضاحت چاہتا ہوں، فرمایا اس معاملہ میں میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اتباع کی ہے۔ جیسا کہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو تین مرتبہ حسب حیثیت مال دینے کی ہدایت فرمائی تھی۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہر مرتبہ اپنا سارا مال راہ خدا میں دے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ پوچھا کہ اے صدیق اہلُ عیال کے لیے کتنا چھوڑا؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ جواب میں عرض کیا: اولاد دوُ حال سے خالی نہیں، یا تو نیک ہو گی یا بد، اگر وہ نیک ہوں گے تو خدائے تعالےٰ نیکوں کو ضائع نہیں فرماتا اور اگر وہ بد ہیں تو مجھے ان سے کیا مطلب۔

دوسری مرتبہ کے جواب میں فرمایا، میں نے ان کے لیے سورہ واقعہ کو چھوڑ دیا ہے کہ بعد مغرب اس کی تلاوت کریں۔

تیسری بار کے جواب میں فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ اگر کسی دن ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت اور فوقیت لے جا سکتا ہے تو وہ آج کا دن ہے۔ کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ دولت مند ہے اور ابوبکر ایک غریب مسکین۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال

راہ خدا میں پیش کیا اور صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام مال۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن حضرت جبریل کو انسانی شکل میں دیکھا کہ کھجور کی چھال بدن پر اوڑھے ہوئے تھے۔ اس کا سبب پوچھا گیا۔ حضرت جبریل نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج آسمان پر تمام ملائکہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اتباع میں کھجور کی چھال پہنی ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کھجور کی چھال سے اپنے جسم اطہر کو پوشیدہ کیے ہوئے ہیں، ایک پرانی بوری، پگڑی اور ایک کرتہ جو آپ کے پہلو میں تھا، سر اقدس پر اس کو اٹھائے تشریف لا رہے ہیں۔ اس دن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کے سوائے اور کچھ سرمایہ نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ ابوبکر بچوں کے لیے کیا چھوڑا؟ یہ تیسری مرتبہ آپ کا دریافت فرمانا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ۔ اس نوجوان نے عرض کیا، میں اس سے زیادہ اور اعلیٰ چاہتا ہوں۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا اے جوان! میں نے بہتر بہتر صورتیں اور مثالیں تجھ سے بیان کر دی ہیں لیکن تیری ہمت اور حوصلہ بہت بلند ہے اچھا اس سے زیادہ بہتر چیز بتاتا ہوں، فرمایا کہ اس طریق کا اختیار کرنا اور اس پر عمل کرنا بموجب حکم خداوندی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے کلام میں فرمایا ہے قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ یعنی اے محمد کہہ دیجیے کہ بس اللہ کافی ہے ان سب کو اپنے لہو و لعب میں مشغول رہنے دیجیے۔ ان سے کوئی سروکار نہ رکھیے۔

نوجوان نے عرض کیا، جزاک اللہ بس اب میرے لیے یہ بہت کافی ہے جو آپ نے فرمایا، ایک نعرا مارا اور واصل بحق ہو گیا۔

اس کے وارثوں نے حضرت شبلیؒ پر دعوائے خون کا کر دیا، شیخ شبلیؒ نے فرمایا اس کی روح مشتاق دید ہوئی، رونے لگی، فریاد کی، اس طرف سے دعوت آئی، اس نے لبیک کہا اور واصل بحق ہو گئی۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔ مدعیان نے اپنا دعویٰ واپس لے لیا اور حضرت شبلیؒ کو بے قصور سمجھ کر معاف کر دیا۔

روایت ہے کہ کسی نے دریافت کیا کہ اکرم الاکرمین کون ہے اور کب ہوتا ہے فرمایا جب کسی گناہ کو معاف کر دے، تو پھر اس گناہ پر اس کو سزا نہ دے، یہ کہنا

بھی گناہ ہے کہ میں نے اپنے فلاں دوست کو بخش دیا۔[1]

شیخ عبدالواحد تمیمی قدس اللہ سرہٗ

کنیت ابوالفضل باپ کا نام عبدالعزیز بن حرث بن اسد ہے۔ اس گروہ کے اکابر حضرت شبلیؒ کے کامل ترین مریدوں میں سے تھے۔ آپ کی وفات جمادی الآخر ۴۲۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ کے مقبرہ میں ہے۔

شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس اللہ سرہٗ

آپ کی اصل طرطوس سے ہے۔ اور حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی کے مریدوں میں ہیں

---

[1] مرج البحرین مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی میں ہے کہ شیخ شبلیؒ کا ایک لڑکا فوت ہوگیا۔ اس کی ماں نے اس کے غم میں بے قراری اور آہ وزاری شروع کی۔ سر کے تمام بال کاٹ دیے اور حضرت شبلیؒ نے اپنی ڈاڑھی میں چونا مل لیا جس سے ڈاڑھی کے بال جھڑ گئے اہل بغداد نے حضرت شبلیؒ کی یہ حرکت ناپسند کی۔ اور ان کی اس حرکت کی وجہ سے کوئی بھی ان کی تعزیت کے لیے ان کے پاس نہیں گیا۔ ان کے دوستوں میں سے ایک نے دریافت کیا کہ یہ آپ نے کیا کیا فرمایا کہ موافقت ... کہا کہ حقیقت حال بیان فرمائیے کہ اس جواب سے تسکین نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو دوسروں کو پند ونصیحت کرتا ہے خود غافل ہوتا ہے اور لعنت کا مستحق بنتا ہے۔ پس میں نے نہیں چاہا کہ لوگ میری تعزیت کو آئیں اور زمانہ کی رسم کے مطابق ترجیع کریں گے، مجھے تسلی تشفی دیں گے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر سنائیں گے اور ان کے دل اور وہ خود خدا سے غافل ہوں گے۔ اور محجوب ہونے کی وجہ سے لعنت کے مستحق ہوں گے اور اس کا سبب میں بنوں گا۔ اس لیے میں نے اپنی ڈاڑھی کو صاف کر دیا۔ اور خلق خدا کو ہلاکت سے باز رکھا۔ اب تم بتاؤ کہ میرا یہ فعل صدق اور نیکی پہ مبنی ہے یا نہیں اور کیا میں نے اپنے فعل سے خلق خدا پر احسان اور شفقت نہیں کی؟ ١٢

اپنے وقت کے اولیاء کاملین اور صاحب مقامات وکرامات میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری قدس اللہ سرہٗ

آپ کا نام علی بن محمد بن جعفر القرشی الہنکاری ہے۔ شیخ ابوالفرح طرطوسی سے بیعت ہیں۔ اپنے زمانہ کے مشائخ کبار اور صاحب کشف وکرامات میں آپ کا شمار ہوتا ہے آپ کی وفات ماہ محرم ۴۸۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوسعید مبارک قدس اللہ سرہٗ

آپ کا نام مبارک بن علی بن حسین المخدومی ہے، آپ سلطان الاولیاء۔ عارفین کے پیشوا و سالکوں کے قبلہ گاہ پیر طریقت، واقف اسرار حقیقت، علوم ظاہری و باطنی کے جامع، حضرت خضر کے رفیق و مصاحب حنبلی المذہب ہیں۔ شیخ ابوالحسن ہنکاری سے بیعت ہیں۔ قطب ربانی حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ ولایت حاصل کیا۔ غوث الثقلین سے روایت ہے کہ میں نے ابتدائے حال میں خدائے تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا کہ وہ خود نہ کھلائیں، اور خود نہیں پیوں گا جب تک وہ خود نہیں پلائیں گے۔ چالیس دن گزرنے پر ایک شخص آیا اور کچھ کھانا دے کر چلا گیا۔ قریب تھا کہ بھوک کی شدت سے میرا نفس کھانے پر آمادہ ہو، میں نے اپنے دل میں کہا۔ بخدا میں نے اپنے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس سے میں پھرا نہیں ہوں۔ اچانک میں نے غیب سے ایک آواز سنی کہ کوئی زور زور سے الجوع الجوع (بھوک بھوک) پکار رہا ہے اتنے میں حضرت شیخ ابوسعید مخدومی تشریف لائے۔ یہ آواز سُن کر آپ نے فرمایا عبدالقادر یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ نفس کا اضطراب اور اس کی بے چینی ہے۔ لیکن روح اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اور اپنے خدا کے مشاہدہ میں مستغرق ہے۔ فرمایا ہمارے گھر چلو میں نے انتہائی رقت سے کہا کہ میں باہر کبھی نہ جاؤں گا۔ اتنے میں ابوالعباس خضر علیہ السلام تشریف لے آئے۔ فرمایا اٹھو اور ابوسعید کی خدمت میں چلو۔ میں چل دیا دیکھا کہ ابوسعید اپنے مکان کے دروازے پر کھڑے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمانے

لگے کہ اے شاہ عبد القادر جو کچھ میں نے تجھ سے کہا تھا وہ کافی نہ تھا کہ تو نے خضر کو بھی تکلیف دی، یہ فرمایا اور اندر مکان کے لے گئے اور جو کھانا تیار کیا تھا لقمہ لقمہ میرے منہ میں دیتے تھے۔ حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے خرقہ پہنایا۔ پھر میں ان کی صحبت میں رہنے لگا، مدرسہ باب الازج کی عمارت جو غوث الثقلین کی دربار میں ہے آپ ہی کی بنوائی ہوئی ہے اور اپنی زندگی میں حضرت غوث الثقلین کی خدمت میں پیش کر دیا تھا چنانچہ حضرت غوث اعظم کا مزار مبارک اسی مدرسہ میں ہے۔ حضرت شیخ ابو سعید المخدومی کی وفات ۵۱۳ھ میں واقع ہوئی۔

حضرت شیخ حماد دباس قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور نام حماد بن مسلم ہے۔ دباس ٹھنڈا باسی پانی بیچنے والے کو کہتے ہیں۔ آپ حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی کے خاص مصاحبوں میں تھے۔ اپنے زمانہ کے مشائخ کبار اور عارف علوم و اسرار و صاحب کرامات تھے۔ گو آپ اُمی محض تھے۔ لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی عطا فرما کر دولت علم سے مالا مال فرما دیا تھا۔ کم و بیش آپ کے کامل مریدوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ بڑے اور چھوٹے سب حضرت عبد القادر جیلانیؒ کے مریدوں میں شامل ہیں۔

روایت ہے کہ ایک دن شیخ حمادؒ فرماتے تھے کہ میرے بارہ ہزار مرید ہیں۔ اور ہر رات کو میں سب کو یاد کرتا ہوں۔ ان کی ضرورتوں کو خدا سے طلب کرتا ہوں۔ ان میں سے اگر کوئی کسی گناہ و جرم میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے لیے توبہ کی توفیق کی درخواست کرتا ہوں۔ یا پھر اس کو اس جہان سے اُٹھا لینے کی دعا کرتا ہوں تاکہ گناہوں میں تادیر نہ مبتلا رہے۔ حضرت شیخ عبد القادر رحمہ اللہ وہاں حاضر تھے۔ فرمانے لگے اگر خدائے تعالیٰ مجھے یہ درجہ اور منصب عطا فرمائے تو میں خدا سے دعا کروں کہ میرے مریدوں کو قیامت تک توبہ نصیب نہ ہو اور بلا توبہ مریں۔ اور میں ان کی ضمانت میں ماخوذ ہوں۔

شیخ حمادؒ نے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا، اور جو کچھ عبد القادرؒ نے خدا سے دعا کی تھی۔ خدا نے اسے قبول فرما لیا۔

نقل ہے کہ حضرت غوث پاک نوجوان تھے۔اور شیخ حمادؒ کی صحبت میں رہتے تھے۔
ایک دن پاس ادب و احترام سے شیخ کی مجلس میں حاضر تھے۔جب اُٹھ کر باہر جانے لگے تو
شیخ حمادؒ نے فرمایا کہ اس عجمی کو خدا نے ایسے قدم عطا فرمائے ہیں جو اپنے وقت کے
تمام اولیاء کی گردن پر ہوں گے۔اسی وقت حق تعالےٰ کی طرف سے حکم ملا کہ اے
عبدالقادر کہہ دو قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللّٰه میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ
کی گردن پر ہے۔اور جب بھی آپ یہ فرمائیں تمام اولیاء اپنی گردنوں کو جھکا لیں۔آپ
کی وفات رمضان میں ۵۲۵ھ میں ہوئی۔

حضرت غوث الثقلین شاہ محی الدین عبدالقادر الحسنی الحسینیؒ

آپ کی کنیت طریقت میں بادشاہ مشائخ اور شریعت میں امام الائمہ اور محبوب ربانی ابو
محمد ہے۔آنحضرت پیر کامل، مرشد زمانہ سردار عارفان، فخر زہاد و عباد، قطب ہمدانی، محبوب
ربانی کا اسم گرامی عبدالقادر ہے۔آپ کا سلسلہ نسب ابن ابی صالح سنوسی حنبلی دوست
بن ابی عبداللہ بن یحییٰ زاہد بن محمد بن داؤد بن موسےٰ الجون بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ
بن حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہے۔آپ کو حسن حسینی اس لیے کہا جاتا ہے کہ عبداللہ
محض کے والد حسن مثنیٰ بن حسن بن علی مرتضیٰ ہیں۔اور عبداللہ محض کی والدہ فاطمہ
بنت حسین بن علی مرتضیٰ ہیں دوسرے یہ کہ آنحضرت کی والدہ ماجدہ بھی حسینی ہیں۔

آپ کا لقب محی الدین ہے۔اس لقب سے شہرت کا سبب یہ ہے آپ نے خود فرمایا
کہ میں کسی سفر سے بغداد پہنچا۔میرا گزر ایک ایسے بیمار پر سے ہوا جو نہایت کمزور جسم اور
متغیر رنگ تھا۔اس مریض نے مجھے دیکھ کر السلام علیک یا عبدالقادر کہا۔میں نے سلام
کا جواب دیا۔پھر کہا کہ میرے پاس آئیے۔میں اس مریض کے قریب گیا۔اس نے
کہا مجھے بٹھائیے۔میں نے اس کو سہارا دے کر بٹھا دیا۔کیا دیکھا کہ بیٹھتے ہی اس کا جسم
تازہ اور تندرست معلوم ہونے لگا۔اس کا رنگ نکھرنے لگا۔مجھے یہ دیکھ کر خوف معلوم
ہوا۔اس نے کہا کہ اے عبدالقادر آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔
کہا میں آپ کے جد امجد کا دین ہوں۔نحیف و لاغر ہو گیا تھا۔جیسا کہ آپ نے بہ نفس
نفیس مشاہدہ فرمایا۔خدا تعالیٰ نے آپ کی برکت سے مجھے زندہ فرما دیا، آپ کا نام

محی الدین (دین کے زندہ کرنے والے) ہے۔ میں اس سے رخصت ہو کر جامع مسجد پہنچا۔ ایک شخص نے میرے جوتے میرے پاس اٹھا کر رکھے اور کہا اے شیخ محی الدین! جب میں نماز سے فارغ ہوا، لوگ میرے چاروں طرف جوق درجوق اکٹھا ہونے لگے، میرے پاؤں کو بوسہ دیتے تھے اور کہتے تھے، اے محی الدین! آپ کا لقب آسمانوں پر باز اشہب ہے۔ جس کا آپ نے اپنے قصیدہ میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت غوث ثقلین نے فرمایا کہ میرا تصرف جن و انس پر ہے، لوگ آپ کی محفل میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوتے تھے اور پچھلے گناہوں سے تائب ہو کر واپس جاتے تھے اور آپ کی صحبت سے مستفیض ہوتے تھے۔ جنات بھی صف بہ صف آپ کی مجلس میں حاضر ہو کر اسلام لاتے تھے اور آپ کی صحبت سے فیض پاتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ انسانوں میں مشائخ ہوتے ہیں اور جنات و ملائکہ میں بھی مشائخ ہوتے ہیں۔ میں جن و انس اور ملائکہ سب کا شیخ ہوں، شیخ ابوسعید عبداللہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فاطمہ نامی میری ایک لڑکی تھی جس کی عمر سولہ سال کی تھی۔ وہ چھت پر گئی اور گم ہو گئی۔ حضرت غوث ثقلین کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے یہ ماجرا عرض کیا۔ فرمایا کہ آج رات تم بغداد کے محلہ خرابہ کرخ میں جا کر زمین پر ایک دائرہ کھینچو اور بسم اللہ علی بنت عبدالقادر پڑھتے جانا، پھر اس دائرہ میں بیٹھ جانا، جب رات خوب تاریک ہو جائے گی۔ تو جنات کی ایک جماعت کا اس طرف سے گزر ہو گا۔ ان کی صورتیں مختلف ہوں گی تم ان سے خوف نہ کرنا۔ صبح کے قریب جنات کا بادشاہ لشکر کے ساتھ گزرے گا وہ تجھ سے کہے گا، بتائیے کیا کام ہے؟ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، اپنی لڑکی کا واقعہ اس کو بتا دینا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا جیسا آپ نے مجھے حکم فرمایا تھا۔ جنات گروہ در گروہ مختلف شکلوں میں گزرتے جاتے تھے۔ لیکن اس دائرہ کے قریب جس میں میں بیٹھا ہوا تھا کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ حتیٰ کہ ان کا بادشاہ ایک گھوڑے پر سوار جنات کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اور دائرہ کے مقابل آ کر کھڑا ہوا۔ مجھ سے پوچھا تیرا کیا کام ہے میں نے کہا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تیرے پاس مجھے بھیجا ہے۔ یہ سنتے ہی گھوڑے سے اترا۔ زمین چومی، اور دائرہ کے باہر بیٹھ گیا۔

اور کہنے لگا کیوں بھیجا ہے۔ میں نے اپنی لڑکی کے اس طرح سے غائب ہو جانے کا قصہ
اس کو سنایا۔ اس نے فوراً حکم دیا جو جن اس لڑکی کو اٹھا کر لے گیا ہے، فوراً حاضر
ہو۔ تھوڑی ہی دیر میں اس جن کو مع لڑکی کے وہاں حاضر کیا گیا، اور کہا کہ یہ چین کے
جنات میں سے ہے۔ بادشاہ نے اس سے فرمایا، کیا وجہ ہے کہ تو نے اس لڑکی کو
حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ سے اٹھا لیا۔ عرض کیا مجھے بھلی معلوم ہوئی
اور میرے دل میں اس کی محبت پیدا ہو گئی، حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے اور
لڑکی کو میرے حوالے کر دیا۔

میں نے اس سے کہا کہ میں نے تجھ سے زیادہ فرماں بردار شیخ کا کسی اور کو نہیں
پایا۔ اس جنوں کے بادشاہ نے جواب دیا کہ ہم اس کے کیوں کر فرماں بردار نہ ہوں
وہ جب اپنے گھر سے دنیا کے تمام جنات پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی ہیبت سے
جنات ادھر ادھر پریشان ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالے جب کسی قطب کو مقرر فرماتا
ہے تو شیخ کو تمام جنات و انس پر حاکم و متصرف کر دیتا ہے۔

آپ کو جیلی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کی اصل ولایت جیل سے ہے آپ کی ولادت
مبارک بھی مقام جیل میں ہوئی۔ جیل طبرستان کے عقب میں ایک ملک کا نام ہے،
جس کو جیلان اور گیلان اور گیل بھی کہتے ہیں۔

بعض مورخین کی رائے ہے کہ جیل دریائے دجلہ کے کنارہ ایک موضع کا نام ہے
بغداد سے واسط کی طرف جاتے ہوئے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اور ایک
روایت کے مطابق مدائن کے نزدیک ایک موضع کا نام جیل ہے۔ ان دو موضعوں
کی نسبت سے آپ کو جیلانی اور گیلانی کہا جاتا ہے۔

جس جماعت نے آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان مذکورہ دو مقامات کی
طرف کی ہے۔ صاحب روضۃ النواظر، جو اپنے وقت کے اکابرین میں سے تھے۔ اور
ان کا قول مستند مانا جاتا ہے۔ وہ آنحضرت کی نسبت ان دو مقامات کی طرف کرنے
والوں کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آنحضرت نے ان مقامات
پر چند دن سکونت فرمائی ہو۔ چنانچہ برج عجمی میں آپ کی اصل ولایت گیلان سے
بتائی ہے۔ اور صاحب معجم البلدان نے آنحضرت کو مقام شتیز کی طرف منسوب کیا

ہے جو ولایت گیلان کے مضافات سے ہے۔

آپ کی نسبت ارادت روحانی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو حاصل ہے۔ اور خرقہ آنحضرت کا شیخ ابوسعید مخزومی اور شیخ ابوسعید اسامی و دیگر مشائخ مذکورہ بالا اور ... آخر میں نسبت خرقہ حضرت معروف کرخیؒ تک پہنچ کر حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کے آباد کرام کے واسطہ سے سید الخلائق و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ آپ کے پیر صحبت شیخ حماد دباسؒ ہیں۔ آپ کی اکثر صحبت حضرت خضر علیہ السلام کے پاس رہی ہے۔ مذہب میں آپ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار تھے۔ اور فتوے امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر دیا کرتے تھے۔

شیخ بقائیؒ بن بطو نے کہا ہے کہ ایک دن حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مزار پر حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبلؒ اپنے مزار سے باہر تشریف لے آئے ہیں۔ اور غوث اعظمؒ کو اپنے آغوش میں لے لیا۔ اور فرمایا اے عبدالقادر! میں علم شریعت و علم حقیقت و طریقت میں تیرا محتاج ہوں۔

آپؒ کی والدہ ماجدہ کی کنیت ام الخیر ہے اور لقب و نام امۃ الجبار فاطمہ بنت شیخ عبداللہ صومعی ہے جو گیلان میں اولیائے کرام اور اپنے زمانہ کے مقتدا اور مستجاب الدعوات بزرگ ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی نے لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ صومعی سرداران زھاد سے تھے۔ اور خدا نے آپ کو مراتب عالیہ و کرامات ظاہرہ عطا فرمائی تھیں۔ آپ اگر غضب ناک ہوتے اور کسی سے ناراض ہوجاتے تو اللہ تعالےٰ جلد آپ کی طرف سے انتقام لے لیتا۔ اور جیسی آپ کی خواہش ہوتی اللہ تعالےٰ آپ کی خوشنودی کے مطابق ویسا ہی کرتا، اور جس بات کی بابت ہونے سے پہلے کچھ فرما دیتے ویسا ہی ہو جاتا۔ حضرت غوث اعظمؒ کی والدہ ماجدہ کو خدا کی طرف سے بہت کچھ ملا ہوا تھا۔ شیخ عبدالرزاق صاحبزادہ حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا کہ جس وقت غوث صمدانی والد ماجد کی صلب سے مادر مشفقہ کے رحم لطیف میں منتقل ہوئے، والدہ صاحبہ ساٹھ سال

کی تھیں۔ جب کہ اولاد کی توقع منقطع ہوتی ہے۔ یہ بھی آنحضرت کے کرامات سے ہے جو خدائے تعالےٰ کے افضال واکرام سے آپ کو حاصل تھیں آپ کی والدہ ماجدہ بڑی عارفہ صالحہ اور صاحب کشف وکرامات تھیں۔

آپ کی ولادت باسعادت جیلان میں ماہ رمضان کی پہلی شب کو ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ کو ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا ہے کہ جب میرا لڑکا عبدالقادر پیدا ہوا رمضان بھر دن میں دُودھ منہ میں نہیں لیا۔ ایک مرتبہ ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آسکا۔ لوگوں نے آکر مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ آج میرے لڑکے عبدالقادر نے دُودھ نہیں پیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس دن رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔

آپ فرماتے تھے کہ عنفوان شباب میں جب میری آنکھوں میں نیند آتی تو میں ایک آواز سنتا کہ اے عبدالقادر! تجھے ہم نے سونے کے لیے نہیں پیدا کیا۔ جب میں مکتب میں جاتا تو فرشتوں کی آواز سنتا وہ کہتے کہ اُٹھو اور خدا کے ولی کو راستہ دو۔ آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی کہ آپ جیلان سے بغداد تشریف لے آئے، اور ۴۸۸ھ میں بغداد میں تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔ سب سے پہلے قرآن شریف ختم کیا۔ پھر فقہ وحدیث اور دوسرے علوم دینیہ سے فراغت حاصل کی اور تھوڑی دیر میں اپنے ہم عصروں پر سبقت لے گئے اور سب میں ممتاز و فائق ہوگئے۔ اس پہلے سفر میں ساٹھ بڑے ڈاکوؤں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی اور آپ کے مرید ہوئے اور ۵۲۱ھ کو مطابق فرمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آب دہن مبارک صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دہن میں ڈالا گیا تھا، آپ نے منبر پر کھڑے ہوکر وعظ کرنا اور دعوت وتبلیغ کرنا شروع کر دیا۔ اور آپ تمام علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور ہر علم سے متعلق آپ گفت گو فرماتے تھے۔

وعظ کرتے وقت فرماتے، اے اہل آسمان وزمین آؤ اور میری بات سنو اور مجھ سے کچھ سیکھ لو کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس زمین پر وارث وجانشین ہوں۔ آؤ میری اس مجلس میں خلعتیں عطا ہوتی ہیں اور خدائے تعالےٰ میرے قلب پر اپنی تجلی ڈالتا ہے۔ آپ کی مجلس وعظ میں تقریباً ستر ستر ہزار آدمیوں کا مجمع ہوتا۔ اور چار چار سو آدمی آپ کے کلام کو نقل کرتے اور جب مجلس ختم ہوتی تو آپ کے

حقیقت آموز اور معرفت سے بھرے ہوئے کلام کے اثر سے وجد و ذوق سے دو تین آدمی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

شیخ ابو سعید قیلوی نے فرمایا کہ آپ کی مجلس وعظ میں بارہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر پیغمبران صلی اللہ علیہ وسلم و فرشتوں اور جنات کو صف بہ صف دیکھا ہے۔

تصنیفات میں آپ کی کتاب غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب مشہور کتابیں ہیں۔ حلیہ مبارک معتبر کتابوں میں اس طرح لکھا ہے۔ نحیف الجسم۔ قد میانہ، کشادہ سینہ، بلند پیشانی گندم گوں رنگ، دونوں ابرو باہم پیوستہ، آواز بلند تھی۔ لباس عالمانہ زیب تن فرماتے، کبھی اطلس کے قیمتی کپڑے ہوتے، اور کبھی ایسے کپڑے ہوتے ایک دینار کا ایک گز قیمت کا ہوتا۔ جبہ زیادہ تر پہنتے تھے آپ فرماتے تھے کہ میں جب تک نہیں پہنتا کہ وہ خود پہننے کا حکم نہ فرمائیں۔ میں نہیں کھاتا جب تک وہ نہ کھلائیں اور میں بات نہیں کرتا جب تک وہ نہ بلوائیں۔ اگر کوئی خدمت اقدس میں نذرانہ پیش کرتا تو اس کو قبول فرما لیتے۔ لیکن امراء اور سلاطین کے علاوہ لوگوں سے۔ اور اسی وقت حاضرین کو تقسیم فرما دیتے۔ ایک دن امام مستنجد باللہ خلیفہ بغداد آپ کی خدمت میں آئے اور اشرفی کی دس تھیلی آپ کو پیش کیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ضرورت نہیں، جب زیادہ اصرار کیا تو آپ نے ایک تھیلی کو داہنے ہاتھ میں اور ایک کو بائیں ہاتھ میں اٹھا لیا۔ اور پھر ان کو دبایا ان میں سے خون جاری ہو گیا فرمایا اے ابو المظفر خدا سے تجھے شرم نہیں آتی کہ خلق خدا کا خون چوستا ہے۔ اور اپنے اوپر اس کی ذمہ داری لیتا ہے اور پھر میرے پاس آیا ہے۔ خلیفہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بخدا اگر اس کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت نہ ہوتی تو میں اس کو اتنا نچوڑتا کہ یہ خون بہہ کر اس کے محل تک جائے۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کبھی کسی خلیفہ اور دولت مند کے مکان نہ تشریف لے جاتے تھے ان کے بستر پر کبھی نہ بیٹھتے تھے اور ان کی تعظیم نہ فرماتے اور جب آپ کے پاس خلیفہ آتا تو آپ مکان میں تشریف لے جاتے اور پھر واپس آتے تاکہ اس کی وجہ سے آپ کو قیام نہ کرنا پڑے۔ خلیفہ سے گفتگو کرنے میں آپ بہت مبالغہ

کرتے۔ خلیفہ آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیتا اور جب تک خدمت میں رہتا مؤدب بیٹھا رہتا۔ اور اس طرح عرض کیا کرتا کہ حضرت جو حکم دیں ہمارے سر اور آنکھوں پر۔ اور آپ جب کبھی خلیفہ کو کچھ تحریر فرماتے تو انداز تحریر یہ ہوتا کہ عبدالقادر تجھ کو اس طرح حکم دیتا ہے اس کا حکم تیرے اوپر نافذ ہے اور تجھے مفید بھی۔ اور کل قیامت میں تیرے لیے حجت ہو گا۔ آپ کا فرمان جب خلیفہ کے پاس پہنچتا۔ آنکھوں سے اس کو لگاتا۔ سر پر رکھتا۔

روایت ہے کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ خوش اخلاق، باحیا، شریف، مہربان اور نرم دل دوسرا نہیں دیکھا۔ چنانچہ پاس بیٹھنے والوں میں ہر شخص کو یہ گمان ہوتا ہے کہ آنحضرت اسی کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ سائل کے جواب کو آپ رد نہ فرماتے اور جس مریض کے علاج کے لیے اطباء عاجز آ جاتے، آخر میں وہ حضور کی خدمت میں لایا جاتا۔ آپ دست شفا سے اس کو چھوتے اور وہ تندرست ہو جاتا۔

ایک مرتبہ ایک چور حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں آ گیا، اندھا ہو گیا اور کچھ نہ لے جا سکا۔ اسی اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ اے ولی اللہ ایک ابدال فوت ہو گیا ہے۔ جس کے لیے حکم صادر ہوا اس کو اس کی جگہ ابدال مقرر کیا جائے، فرمایا ہمارے گھر میں ایک شخص بہت عاجزی اور انکساری سے پڑا ہے۔ جاؤ اس کو لاؤ اور اس کی جگہ ابدال بنا دو۔ حضرت خضر علیہ السلام اس کو گھر سے باہر لائے اور حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے کر حاضر ہوئے، آپ کی ایک ہی نظر سے وہ بینا ہو گیا۔ اور درجہ ابدالیت پر فائز ہو گیا۔ آپ کے بقعہ شریف میں نور معرفت و حقیقت کے سوا اور تھا کیا جس کو چور وہاں سے چرا کر لے جاتا۔ چور انہیں چیزوں کو حاصل کرنے آیا تھا۔ اور آنحضرت نے اس کو اس کے مقصد میں کامیاب واپس کیا، محروم نہیں جانے دیا بلکہ مقام ابدالیت پر پہنچا دیا۔

کہتے ہیں کہ اقطاب و ابدال اور اوتاد کا عزل و نصب اور اولیاء کا سب حال آپ کے اختیار میں تھا۔ جس کسی کو چاہتے معزول فرماتے اور دوسرے کو اس کی جگہ مقرر فرماتے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک ابدال کی وفات ہوئی۔ قسطنطنیہ سے ایک کافر کو بلوایا۔ اس

کی مونچھیں پکڑ کر اس کا نام محمد رکھ دیا۔ اور اپنا عمامہ اس کے سر پر پہنایا۔ اور اس کو ابدالوں کی جماعت میں داخل کر دیا۔

ایک دن ایک مرد غیب ہوا میں اڑ رہا تھا۔ جب وہ بغداد کی سمت پہنچا اس کے دل میں خیال گزرا کہ بغداد میں کوئی مرد خدا نہیں، حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم ہوا، آپ نے اس کے کمالات و احوال کو اس سے سلب کر لیا، پس وہ مرد غیب ہوا سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنے قصور کی معافی چاہی، توبہ کی، آپ نے اس کے کمالات و احوال اس کو واپس فرما دیے اور وہ حسب سابق ہوا میں اڑ کر واپس چلا گیا۔

آنحضرت غوث اعظمؒ کا تمام تر طریقہ شریعت کے عین مطابق تھا۔ اور اگر کسی کو شرع کے خلاف کام کرتے دیکھتے تو اس کے حال کو اس سے سلب فرما لیتے۔ آپ فرماتے اے لوگو! اگر شریعت کا پاس اور ادب نہیں رکھو گے میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع کرتے ہو۔ میرے سامنے آئینہ کی طرح ہے۔ تمہارے ظاہر و باطن کو میں اس آئینہ میں دیکھ لیتا ہوں۔

کسی بزرگ نے حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت غوث اعظمؒ کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے کسی ولی کو یہ مقام نہیں عطا کیا جو بلند مقام شیخ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا ہے اور اپنی محبت کی چاشنی ان کو عطا فرمائی ہے جو کسی اور کو عطا نہیں کی۔ اور فرمایا کہ حضرت غوث اعظمؒ احباب میں ممتاز درجہ کے مالک تھے۔ اور اپنے زمانہ کے غوث و قطب میں ان کا شمار تھا۔

روایت ہے کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن اپنی خانقاہ میں مجلس منعقد کی۔ قریب ایک سو مشائخ موجود تھے، جن میں شیخ علی ہیتی، شیخ بقائی بن بطو۔ شیخ ابوسعید قیلوی، شیخ ابوالنجیب سہروردی، جو شیخ شہاب الدین سہروردی کے چچا ہیں، شیخ جاگیر، قضیب البان موصلی، شیخ ابومسعود، شیخ عزاز بطایحی، شیخ منصور بطایحی، شیخ حماد بن مسلم دباس، خواجہ یوسف بن ایوب ہمدانی جو خواجگان نقشبندیہ کے سردار ہیں، شیخ عقیل بن سخی، شیخ ابو بغراء مغربی، شیخ عدی بن مسافر، شیخ علی بن وہب سنجاری۔ شیخ موسیٰ بن یامین زونی، شیخ احمد بن ابوالحسن رفاعی، شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی، شیخ علی مطربا۔ شیخ ماجد کردی۔ شیخ ابومحمد

قاسم بن عبد منصور بصری، شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق، شیخ سوید سنجاری، شیخ حیات بن قیس حرانی، شیخ مرسلان دمشقی، شیخ عبدالکریم الاکبر المعمر، شیخ ابوالعباس الجوسقی القرمری، شیخ ابو حکیم ابراہیم بن دینار، شیخ مکارم اکبری، شیخ صدقہ بغدادی، شیخ یحییٰ دوری مرتعش، شیخ ضیاء الدین، ابراہیم بن ابی عبداللہ بن علی جوینی۔ شیخ ابو عبداللہ، شیخ ابوبکر الحمامی المزین۔ شیخ جمیل۔ شیخ ابو محمد عبدالحق حریمی، شیخ ابو عمر الکهامی۔ شیخ ابو حفص عمر بن ابی النصر الغزال۔ شیخ مظفر الجمال محمد بن درمانی القزوینی، شیخ ابوالعباس احمد یمانی، شیخ ابوالعباس احمد بن العربی، شیخ ابو عبداللہ محمد المعروف الخاص، شیخ ابو عمرو عثمان بن احمد شوکی وغیرہم یہ سب اکابرین مردان حق اور رجال الغیب مجلس شیخ میں حاضر تھے اور شیخ سلطان بن احمد المزین۔ شیخ ابوبکر بن عبدالحمید شیبانی شیخ ابوالعباس احمد بن الاستاد و شیخ ابو محمد بن عیسیٰ المعروف بہ کوسنج، شیخ مبارک بن علی الحلی شیخ ابوالبرکات بن معدان العراقی۔ شیخ عبدالقادر بن حسن بغدادی۔ شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر عطار۔ شیخ ابو عبداللہ محمد الاوفی، شیخ ابو یعلی و شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود البزار، شیخ ابوالمنار محمود بن عثمان البنقال۔ شیخ عباد البواب، شیخ عبدالرحیم قناوی مغربی۔ شیخ ابو عمرو عثمان بن مروزہ۔ شیخ مکارم نہر خالص۔ شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہر ملکی، شیخ ابوالحسن جوسقی۔ شیخ عبداللہ قریشی، شیخ ابوالبرکات بن صحراوی، شیخ ابوالحق ابراہیم بن علی اغلب و شیخ غوث رضی اللہ عنہم و دیگر مشائخ کبار و اولیاء کرام مجلس میں حاضر تھے۔ اور حضرت غوث الثقلین شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ممبر پہ جلوہ افروز تھے اور ایک بلیغ خطبہ فرماتے تھے، درمیان خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ"

شیخ علی ہیتی رحمتہ اللہ علیہ اٹھ کر منبر کے قریب آئے اور حضرت غوث اعظم کا پائے مبارک اٹھا کر اپنی گردن پر رکھ کر آپ کے دامن کے نیچے سے ہو کر نکلے۔ حاضرین میں تمام اولیاء نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

شیخ ابو سعید قیلوی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جس وقت آپ یہ کلام مذکورہ فرما رہے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے قلب صافی پر تجلی ڈالی اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس ملائکہ کی ایک جماعت کے جلو میں اور تمام ارواح اور تمام اولیاء کرام کے سامنے تشریف فرما ہوئے اور حضرت غوث اعظم کو خلعت پہنایا۔ ہر چہار طرف سے

ملائکہ و رجال الغیب کی جماعت آپ کو اپنے جلو میں لیے ہوئے تھی۔ فضا میں صفیں باندھے ہوئے سب حاضر تھے، اور زمین پر کوئی ولی اور بزرگ ایسا باقی نہ تھا جس نے اپنی گردن کو آپ کے روبرو خم نہ کیا ہو۔

نقل ہے کہ عجم کے ایک شخص نے آپ کی بڑائی کو تسلیم نہیں کیا اور اس نے اپنی گردن آپ کی اطاعت میں خم نہیں کی۔ اسی وقت اس کے کمالات و احوال سلب کر لیے گئے اور وہ کورا رہ گیا۔ یہ اظہر من الشمس ہے کہ اس قسم کا دعویٰ کرنا اور بہ حکم ایزدی اس کا اس طرح اعلان و انشاء کرنا، اللہ تعالےٰ کے بے نہایت و افضال و اکرام اور خصوصی عنایات و احسانات و تائید و حمایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن دلیل ہے کہ کرۂ ارض کے تمام اولیاء کرام نے آپ کی بڑائی کو تسلیم کیا، اور آپ کے فرمان کو دل و جان سے تسلیم کر لیا۔ کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی اس بلند مقام پر نہ پہنچ سکا۔

بمقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ ولی

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم

آپ کے ابتدائی ایام میں بعض مشائخ نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ اس عجمی جوان کے قدم تمام اولیا کے گردنوں پر ہوں گے۔ بڑے بڑے مشائخ نے اس واقعہ سے سو سال پہلے ہی آپ کے احوال، نیز اس مرتبہ سے متعلق پیشین گوئی کر دی تھی، چنانچہ شیخ ابوبکر بن مرار البطائحی قدس اللہ سرہٗ نے، جو عنزا کے متقدمین مشائخ کبار میں سے ہیں اور صاحب کرامات اور مقامات بزرگ گزرے ہیں، اور جو خواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرید ہوئے تھے، اور بے واسطہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے خرقہ حاصل کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حق تعالےٰ سے اس امر کا عہد لیا تھا کہ جو بھی میرے روضہ میں داخل ہو، اس پر دوزخ کی آگ حرام فرما، جس کا مزار مبارک بطائح میں ہے۔ اور یہ مشہور ہے کہ ان کے مزار کے قریب گوشت یا مچھلی پکانے سے کبھی نہیں پکتی تھی۔ کہتے ہیں کہ عراق کے اوتاد سات بزرگ ہیں، معروف کرخی، امام حنبل، بشر حافی، منصور بن عمار، جنید بغدادی، سہیل بن عبداللہ تستری اور شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ اسرارہم۔ ان مذکور الصدر بزرگوں سے پوچھا گیا کہ شیخ عبدالقادر کون ہے، فرمایا ایک کریم النفس عجمی ہے۔ جو بغداد میں پیدا ہوگا۔ اور اس کا ظہور قرن پنجم میں ہوگا۔ اور شیخ ابومحمد شنکی جو شیخ ابوبکر بطائحی

کے مرید خاص ہیں اور جو عراق کے مشائخ کبار سے ہیں اور جو صاحب مقامات عالیہ کشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں۔ جن کا مزار مقدس حدآدیہ میں ہے جو بطائح کے مضافات میں ایک قریہ ہے، انہوں نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر ایک ایسا شخص ہوگا کہ اس کے اقوال و افعال میں اس کی اتباع کی جائے گی اور حق تعالےٰ انبوہ کثیر کو اس کی برکت سے بلند مقامات عالیہ پر فائز کرے گا۔ اور قیامت کے دن سابقہ امتوں کے مقابل اس پر فخر و مباہات فرمائے گا۔

حضرت غوث نے فرمایا کہ ہر ولی اللہ اپنے پیغمبر کے نقش قدم پر ہوتا ہے۔ اور میں اپنے جدامجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر ہوں۔ جہاں جہاں میرے جدامجد نے قدم رکھے ہیں۔ میں نے اسی مقام پر اپنا قدم رکھا ہے بجز راہ نبوت کے کہ وہاں میں معذور تھا کیونکہ اس راہ میں غیرنبی کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ اس سے آپ کے معراج کمال اور بلندی مقام اور اتباع محمدی کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

شیخ شریف بن خضر حسن موصلیؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا، انہوں نے کہا میں تیرہ سال حضرت غوث اعظمؒ کی خدمت میں حاضر رہا۔ میں نے اس عرصہ میں نہیں دیکھا کہ مکھی آپ کے جسم اطہر پر بیٹھی ہو، یا آپ نے ناک صاف کی ہو۔

تمام مشائخ وقت کو آپ سے عقیدت و ارادت حاصل تھی۔ امام یافعیؒ نے فرمایا کہ یمن کے اکثر مشائخ نے غوث اعظمؒ سے اپنی نسبت درست کی ہے، خواجہ معین الدین چشتیؒ وشیخ شہاب الدین سہروردیؒ آپ کی صحبت سے باطنی فیض حاصل کرتے تھے۔

روایت ہے کہ کسی نے شیخ عقیلیؒ کے روبرو ذکر کیا کہ عبدالقادر نامی ایک عجمی نوجوان بغداد شریف میں بہت مشہور ہے فرمایا اس سے زیادہ اس کی شہرت آسمان پر ہے شیخ الیالغزائی مغربی سے جو مغرب کے اکابر مشائخ سے تھے ان کے کسی دوست نے کہا کہ ہم بغداد جارہے ہیں۔ فرمایا جب بغداد میں پہنچو تو شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے رہنا۔ بخدا تمام عجم میں اس جیسا بزرگ نہیں پیدا ہوا، اور نہ عراق میں ایسا بزرگ دیکھا۔ زمین مشرق اس پر مغرب کی زمین پر فخر کرتی ہے اس کے علم و کمالات کا درجہ دوسرے اولیاء کے مقابل بہت بلند ہے۔ جب وہاں حاضری

دو میرا سلام عرض کر دینا اور کہنا کہ مجھے دعا میں یاد رکھیں۔

روایت ہے کہ آپ نے خود فرمایا کہ پچیس سال کامل جنگلوں میں پیدل گھومتا رہا ہوں چالیس سال کامل عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے۔ اور پندرہ سال کامل نماز عشاء کے بعد ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر صبح سے پہلے تک ایک قرآن روز ختم کیا ہے۔ ایک رات میرے نفس نے سونے کی خواہش کی اور کہا کہ اگر کچھ دیر سو لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ میں نے اس کی اس خواہش کو ذرا نہیں سنا اور اسی جگہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ایک قرآن ختم کیا۔ نیند میرے سامنے مختلف صورتوں میں آتی اور میں غضب ناک لہجہ میں اس پر زجر و توبیخ کرتا پس نیند کافور ہو جاتی۔ اور آپ نے فرمایا کہ چالیس چالیس دن کامل روزہ سے رہتا۔ عراق کے جنگل میں گیارہ سال عجمی برج میں رہا ہوں، اور صرف میرے رہنے سے اس برج کا نام عجمی برج پڑ گیا۔ آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالرزاق نے بیان کیا کہ حضرت غوث اعظمؒ بیان فرماتے تھے کہ مجھے ایک کاغذ کی کے ہاتھ میں دے دیا گیا تھا۔ میں نے اپنی منتہائے نظر سے دیکھا کہ میرے اصحاب اور مرید قیامت کے دن اپنی نسبتوں کو میری طرف کر کے اصلاح چاہیں گے حکم ہوا کہ ان سب کو تیری وجہ سے میں نے بخش دیا۔

روایت ہے کہ حضرت غوث پاک فرماتے تھے کہ خالق کی عزت و جلال کی قسم میں اپنے خدا کے سامنے سجدہ سے سر نہیں اٹھاؤں گا۔ جب تک میرے مریدوں کو میرے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملے گی۔ اور آپ نے فرمایا کہ اگر میرا مرید مشرق میں ہوگا اور میں مغرب میں، اور وہ برہنہ ہو جائے گا تو میں مغرب میں ہوتے ہوئے بھی اس کو دامن میں چھپا لوں گا۔

روایت ہے کہ شیخ عمران نے غوث اعظمؒ سے عرض کیا کہ اگر کوئی اپنے کو آپ کا مرید کہلوائے اور اس نے درحقیقت آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو۔ اور نہ آپ سے خرقہ پہنا ہو، ہم اس کو آپ کے مریدوں میں شمار کریں یا نہیں؟ حضرت نے جواب دیا کہ جو اپنی نسبت میری طرف کرے تو حق تعالےٰ اس کو قبول فرمائے گا۔ اس کے گناہوں کو معاف کرے گا اور میرے مریدوں میں ہی سمجھا جائے گا۔

روایت ہے کہ شیخ عمر بزاز نے حضرت غوث اعظمؒ سے کہا کہ حسین بن منصور حلاج سے

لغزش ہوئی، اس کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو اس کی دستگیری کرتا، اگر میں ہوتا تو ضرور اس کی اعانت کرتا، میرے مریدوں میں جو بھی ادنیٰ لغزش کرے گا میں اس کی دستگیری کروں گا، یہ بڑی بشارت اور خوش نصیبی ہے ان کی جو حضرت کے مریدوں میں ہوں۔ جن کے پیرو مرشد غوث اعظم ہوں۔ جن کے امام ابو حنیفہ امام اعظم ہوں۔ جن کے پیغمبر خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، خوش نصیب ہیں وہ، جن کو ایسی سعادت عظمیٰ نصیب ہو اور اس بارگاہ سے نسبت ارادت و بندگی حاصل ہو۔ اُمید ہے کہ اس فقیر عاجز کو بھی اس درگاہ کے نیازمندوں اور کمترین غلاموں سے ہونے کا شرف نصیب ہوگا اور حضرت پیر دستگیر کی توجہ اور عنایات سے دنیا اور آخرت میں نجات حاصل کرے گا۔ اور حضرت کے مریدوں اور اس درگاہ کے متعلقین اور عقیدت مندوں میں شامل ہوگا۔

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو مسلمان میرے مدرسہ میں آگیا ہے یا اس نے میری زیارت کی ہے عذاب قبر اور عذاب قیامت اس سے تخفیف کر دیا جائے گا۔

نقل ہے کہ ہمدان سے ایک شخص خدمت غوث اعظم میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس کو میں نے خواب میں دیکھا اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ شیخ عبدالقادر کی خدمت میں جا کر دعا کی درخواست کرو آپ نے دریافت کیا کیا وہ میرے مدرسہ میں آیا ہے، عرض کیا بیشک۔ آپ خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن وہ شخص پھر حاضر ہوا، عرض کیا رات میں نے والد کو خواب میں خوش و خرم دیکھا ہے اور سبز لباس پہنے ہوئے تھے اور فرماتے تھے کہ عذاب قبر دور کر دیا گیا، اور یہ خلعت شیخ کی برکت سے مجھے عطا ہوا ہے، تو ہمیشہ حضرت کی خدمت میں حاضری دیتا رہ، وہ آنکھیں خوش نصیب ہیں۔ جنہوں نے جمال جہاں آرا دیکھا، وہ کان سعادت مند ہیں جنہوں نے آپ کی آواز سُنی۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جو آپ کے مدرسہ میں آیا۔

شیخ علی ہیتی نے فرمایا کہ میں نے حضرت غوث پاک کے طائفہ اور خرقہ سے زیادہ بابرکت کسی کا خرقہ اور طائفہ نہیں پایا۔ اور کوئی دن میں نے ایسا متبرک اور مسعود اس دن سے زیادہ نہیں دیکھا جس دن میں نے جمال چہرہ حضرت غوث پاک کا دیدار کیا۔

اہل یمن کا ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اہل یمن کے کسی بہتر شخص

کی خدمت میں اسلام کی سعادت سے مشرف ہوں گا۔ خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ فرماتے ہیں کہ تو بغداد میں جاکر شیخ عبدالقادرؒ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کر کیوں کہ تمام روئے زمین پر ان سے بہتر اور کامل تر موجود نہیں۔

شیخ ابوعمرو بن مرزوقیؒ نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادرؒ ہمارے شیخ اور امام ہیں جو شخص بھی اس زمانہ میں خدا کی راہ میں چلنا چاہتا ہے اور اس کو حال اور کوئی مقام حاصل ہوتا ہے وہ شیخ کی برکت سے حاصل ہوتا ہے اور وہی اس کے مقتدا اور امام ہیں۔

حق تعالےٰ نے زمانہ کے اولیائے کرام سے عہد کر لیا ہے کہ وہ شیخ عبدالقادرؒ کے لیے ہر اس فیض کو قبول فرمائے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کبار کو حاصل ہوا۔ اور وہ فیض اب اس زمانہ کے اولیاء کو شیخ عبدالقادرؒ کے واسطہ سے ملے گا جس کو تمام اولیاء کے مراتب کا علم عطا ہوا ہے اور دوسروں کو شیخ کے درجہ ولایت کا کوئی صحیح علم نہیں اور اس طریقہ میں بجز رضاالٰہی و سنت محمدی کے اور دوسری کوئی چیز نہیں ہے۔

حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ میں نے جنگلوں میں تنہا رہنے اور زندگی گزارنے کا عہد کیا تھا لیکن حق تعالےٰ نے مخلوق کی منفعتوں اور حاجتوں کو مجھ سے متعلق کر دیا اور اس وقت تک میرے ہاتھ پر ایک لاکھ آدمیوں نے بیعت کی ہے۔

شیخ ابومحمد محلیؒ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں شیخ عبدالقادرؒ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ کچھ عرصہ ان کی خدمت میں ٹھہرا رہا۔ جب مصر واپس جانے کا قصد کیا، آپ سے اجازت طلب کی، فرمایا کہ دیکھو کبھی کوئی چیز کسی سے ہرگز طلب نہ کرنا۔ اپنی انگشت مبارک میرے منہ میں رکھی اور فرمایا اس کو بار بار چوسو، میں نے ایسا ہی کیا۔ بغداد سے مصر تک راستہ میں مجھے بھوک و پیاس کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اور جسم میں پہلے سے زیادہ قوت محسوس کرنے لگا۔

شیخ ابوالمظفر اسماعیل سے نقل ہے کہ ایک مرتبہ شیخ علی ہیبتیؒ بیمار ہوئے۔ حضرت غوث پاک ان کی عیادت کو تشریف لائے، اس جگہ دو کھجور کے درخت سوکھ گئے تھے۔ چار سال سے ان میں پھل بھی نہیں آتا تھا۔ حضرت نے ان درختوں کے نیچے بیٹھ کر وضو فرمایا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ ایک ہی ہفتہ میں دونوں درخت سرسبز و شاداب ہوگئے اور پھل آگیا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ عرض کیا میری بیوی حاملہ ہے مجھے

لڑکے کی تمنا ہے، فرمایا انشاء اللہ ہوگا۔ جب بچہ ہوا تو وہ لڑکی تھی اس کو لیے ہوئے وہ شخص خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا حضرت یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے، فرمایا گھر میں آجاؤ، اور اس کو کپڑے میں لپیٹ لو، اور دیکھو کہ کیا ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھا کہ وہ لڑکا تھا۔

شیخ ابو المسعودؒ سے نقل ہے کہ حضرت غوث صمدانیؒ فرماتے تھے کہ آفتاب و ماہتاب طلوع ہوتے ہی مجھے سلام کرتے ہیں۔ اسی طرح سال، مہینہ، ہفتہ اور دن مجھے سلام کرنے حاضر ہوتے ہیں اور جو کچھ خیر و شر ان میں خدا کی طرف سے مقدر ہو چکا ہوتا ہے، مجھے بتاتے ہیں۔

حضرت غوث اعظم کے صاحبزادے شیخ سیف الدین عبدالوہاب نے فرمایا کہ ہر مہینہ آنے سے پہلے میرے والد کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اگر اس ماہ میں سختی اور شر مقدر ہوتا تو وہ بری صورت میں ظاہر ہوتا، اگر اس میں خوشحالی اور خیر مقدر ہوتیں تو وہ بہتر شکل میں نمودار ہوتا۔

۵۶۰ھ جمادی الآخر کے مہینہ میں جمعہ کے دن مشائخ کی ایک جماعت خدمت حضرت شیخ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک خوبصورت نوجوان حاضر ہوا اور عرض کیا السلام علیک ولی اللہ میں رجب کا مہینہ آیا ہوں کہ آپ کو مبارکباد پیش کروں اور میرے اندر کوئی شر اور سختی مقدر نہیں کی گئی۔ کہتے ہیں کہ آئندہ ماہ رجب میں بجز خیر و خوبی کے کوئی تنگی و تلخی لوگوں نے نہیں دیکھی۔

جب یکشنبہ کو رجب کے آخر میں ایک شخص کریہ المنظر خدمت میں حاضر ہوا، اور آکر سلام عرض کیا۔ السلام علیک یا ولی اللہ میں ماہ شعبان ہوں آپ کو مبارکباد اور سلامی کے لیے حاضر ہوا ہوں، میرے اندر باشندگان بغداد کے حق میں اموات اور ملک حجاز میں گرانی اور خراسان میں قتل و غارت گری مقدر کی گئی ہے۔ جب ماہ شعبان آیا تو جو کچھ اس نے کہا تھا، ٹھیک نکلا۔ اور آپ ماہ رمضان میں کچھ عرصہ بیمار ہوئے، پیر کے دن ۲۹ رمضان کو شیخ علی ہیتیؒ، شیخ نجیب الدین سہروردی وغیرہ جیسے مشائخ کبار کی جماعت خدمت میں حاضر تھی، ایک شخص مؤدبانہ خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا السلام علیک یا ولی اللہ میں رمضان کا مہینہ ہوں آپ کی خدمت میں معذرت کرنے حاضر ہوا ہوں کیوں کہ آپ سے میری آخری ملاقات ہے، ربیع الآخر سال دوم میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اور دوبارہ ماہ رمضان زندگی میں نہ آسکا۔

آپ کی وفات شریف شنبہ کو بعد نماز عشاء ۸ یا ۹ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو واقع ہوئی۔ ایک روایت میں تاریخ وفات ۱۱ ربیع الآخر تھی۔ اور بعض میں ۱۳، اور بعض روایت

میں ۱۷ لیکن راجح قول ۹ ربیع الآخر ہے۔آپ کی عمر شریف مطابق بقول اول سال ولادت نوّے سال ۷ ماہ نو دن کی تھی اور دوسرے قول کے مطابق ۸۹ سال ۷ ماہ اور نو دن، ہندوستان میں آپ کا عرس شریف ۱۱ ربیع الآخر اور بعض ۱۷ کو کرتے ہیں۔ بغداد شریف میں ۱۷ کو عرس ہوتا ہے یہ احقر حضرت کا عرس ۹ ربیع الآخر کی شب کو کرتا ہے کیونکہ زیادہ صحیح یہی تاریخ بتائی جاتی ہے۔

نقل ہے کہ وفات کے دن بہت سے مشائخ حاضر تھے۔شیخ عبدالوہاب آپ کے صاحبزادہ نے وصیت کرنے کی درخواست کی، فرمایا علیك بتقوی اللہ وطاعتہٗ اللہ کی اطاعت اور خالص اس کے لیے پرہیزگاری اختیار کرو۔ ولا تخف احد اولا ترج خوف اور امید بجز حق تعالیٰ کے اور کسی سے نہ رکھ وکل الحوائج الی اللہ واطلبوا اللہ تمام ضرورتوں کو خدا کے سپرد کرو اور اسی سے ہی طلب کرو لاتتق باحد سوی اللہ بجز اللہ تعالےٰ کے کسی پر اعتماد نہ کرخذ التوحید التوحید التوحید اجماع الکل توحید خالص کو لازم پکڑو کیونکہ اس پر تمام مشائخ و سادات کا اتفاق ہے۔پھر اپنی اولاد سے جو حضرت کے چاروں طرف موجود تھے، فرمایا، اُٹھو، جگہ دو اور ان کا ادب کرو، رحمت خداوندی برس رہی ہے، جگہ تنگ نہ کرو اور بار بار علیک السلام ورحمۃ اللہ فرماتے تھے۔ایک رات دن ان کلمات کو بار بار فرماتے تھے کہ انا لا ابالی بشئی ولا بملك الموت مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں نہ ہی میں ملک الموت سے ڈرتا ہوں۔

آپ کا مزار مبارک مدرسہ باب الازخ میں ہے جو شہر بغداد میں ہے۔شیخ ابوسعید مخزومی کو برار ذبرکات خود بہ نفس نفیس حضرت غوث اعظم نے اپنی حیات میں عطا کر دیے تھے۔اللہ تعالےٰ نے آپ کو جس طرح تمام عالم پر حیات میں تصرفات عطا فرمائے تھے وفات کے بعد قبر مبارک میں بھی اسی طرح تصرفات عطا فرمائے تھے۔چنانچہ امام عبداللہ یافعی نے فرمایا ہے کہ جو صاحب حال بغداد میں آئے اور حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری نہ دے تو اس کا حال سلب ہو جاتا ہے۔

شیخ عبدالوہاب اور شیخ عبدالرزاق سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت والد بزرگوار مدرسہ باب الازخ میں دودھ نوش فرما رہے تھے کہ دودھ پیتے پیتے چھوڑ دیا اور بہت دیر تک غائب رہے اور پھر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ ستر بڑے بڑے عالم لدنی کے دروازے میرے قلب پر کھول دیے گئے جن کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے۔ایک

دن فرمایا کہ مشرق و مغرب، تری و خشکی (بحر و بر) اور پہاڑ سب نے میری عظمت و بڑائی تسلیم کر لی اور کوئی ولی باقی نہیں جس نے اس وقت مجھے نہ مانا ہو۔

شیخ عمر بزارؒ نے فرمایا کہ غوث اعظمؒ نے فرمایا کہ جو پریشانی میں مجھ سے مدد طلب کرتا ہے میں اس کی پریشانی کو دُور کرتا ہوں اور جو شدت کے وقت مجھے پکارتا ہے میں اس کو شدت سے نجات دیتا ہوں۔ شیخ ابو عمرو صدیقی اور شیخ ابو محمد عبدالحق نے فرمایا کہ ایک مرتبہ منگل کے دن ۳ صفر کو ہم حضرت کی خدمت میں مدرسہ میں حاضر تھے۔ پس حضرت نے اُٹھ کر وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی، جب نماز سے فارغ ہوئے۔ ایک پر جلال بلند نعرہ لگایا۔ اور نعلین چوبی جو آپ پہنے ہوئے تھے، ان میں سے ایک نعل مبارک ہوا میں پھینکی وہ نعل مبارک ہوا میں جا کر غائب ہوئی پھر دوسری نعل بھی ہوا میں پھینک دی، وہ بھی ہوا میں غائب ہوگئی، اور خود آنحضرت بیٹھ گئے، کسی کو سوال کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ۲۳ دن کے بعد بلاد عجم سے ایک قافلہ آیا، اس نے کہا ہم کو حضرت کی نذر پیش کرنی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے ایک من ریشم اور ریشمی کپڑے اور سونا قبول کر لو۔ پھر ان لوگوں نے حضرت کی نعلین مبارک لا کر رکھ دی۔ حضرت نے پوچھا تم کو یہ نعلین کہاں ملیں۔ عرض کیا منگل ۳ صفر ہم راستہ میں تھے اچانک ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور قافلہ میں لوٹ مار شروع کر دی۔ بعض کو قتل کر دیا۔ مال و متاع لے کر واپس چلے گئے۔ کسی وادی میں پہنچ کر مال تقسیم کرنے کے لیے اترے۔ ہم نے دل میں سوچا کہ اس وقت ہم حضرت شیخ غوث اعظم کو یاد کریں۔ فوراً ہم نے حضرت کے لیے نذر مانی۔ پھر ہم نے دو نعروں کی آواز سنی جس کی ہیبت سے تمام وادی گونج اُٹھی۔ پھر دیکھا کہ پریشان اور عاجزانہ دو ڈاکو ہماری طرف آئے۔ ہم نے خیال کیا کہ شاید ڈاکوؤں کا دوسرا گروہ ہمیں لوٹنے آرہا ہے۔ ہم نے آپس میں یہ طے کیا کہ لاؤ سب مال جمع کریں اور دیکھیں کہ اب کیا مصیبت ہم پر آتی ہے۔ ہم نے دیکھا کہ ان کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور یہ دونوں جوتیاں پانی میں تر ان کے قریب پڑی ہیں انہوں نے ہمارا سب مال واپس کیا اور کہنے لگے کہ یہ کوئی بڑا معاملہ ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص غوث اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی کو مرگی کی شکایت ہے۔ بڑے سے بڑا علاج اور جھاڑ پھونک کرائی، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حضرت نے فرمایا اگر اب دورہ پڑے تو اپنی بیوی کے کان میں کہہ دینا سلے حالس شیخ

عبدالقادر بغداد میں مقیم ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اگر تو باز نہیں آئے گا تو تجھ کو ہلاک کر دیں گے
راوی کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا جیسا مجھ سے کہا گیا، پھر میری بیوی کو کبھی دورہ نہیں ہوا۔
امام عبداللہ یافعیؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے بغداد میں پھر کوئی اس بیماری میں مبتلا ہی
نہیں ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد لوگ ضرور اس بیماری میں مبتلا ہوئے۔

ایک دن ایک بوڑھی عورت حضرت غوث اعظم کی خدمت میں اپنے لڑکے کو لے کر
حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے لڑکے کو حضرت سے کمال محبت اور عقیدت ہے۔ میں اس
پر سے اپنا ذمہ اٹھاتی ہوں اور حضرت کی خدمت کے لیے اس کو آزاد کرتی ہوں۔ حضرت
نے خدا کے لیے اس کو قبول فرما لیا۔ اور مجاہدات و ریاضت کی تعلیم دی۔ چند دن بعد وہ
بوڑھی عورت اپنے بیٹے سے ملنے آئی۔ دیکھا کہ جَو کی روٹی کھا رہا ہے اور رنگ زرد ہو گیا ہے
اور کم خوابی و بیداری کی وجہ سے نحیف و لاغر ہو گیا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ حضرت کی خدمت
میں گئی۔ ایک پلیٹ میں مرغ کی ہڈیاں رکھی ہوئی تھیں جن کو حضرت تناول فرما چکے تھے۔ بڑھیا
نے کہا اے شیخ آپ مرغ کا گوشت کھائیں اور میرا لڑکا جَو کی روٹی۔ حضرت نے اپنا دستِ
مبارک ہڈیوں پر رکھ کر فرمایا قومی باذن الذی یحیی العظام وھی رمیم اس ذات
کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالتا ہے، تم اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ، وہ مرغ زندہ ہو
گیا اور اذان دینا شروع کی حضرت غوث اعظمؒ نے اس بڑھیا سے فرمایا جب تیرا لڑکا اس
قابل ہو جائے گا تو جو تو چاہے گی وہی کھائے گا۔

جاننا چاہیے کہ اس آفتاب شریعت محبوب سبحانی کا درجہ اور مرتبہ اس سے بہت بلند
ہے کہ اس کو بیان کیا جائے یا لکھا جائے اور ایک میں عاجز کیا مجھ جیسے ہزار لکھنے والے اور
بیان کرنے والے اور بیان کرنے والے بھی عاجز ہیں یہاں جو کچھ آپ کی ذات ستودہ صفات
کے متعلق لکھا گیا ہے آپ کے کمالات و کرامات کے ہزارواں حصہ سے بھی بہت کم ہے۔
آپ کے کمال مرتبہ کو سمجھنے کے لیے بس یہی ایک بات کافی ہے کہ آپ محبوبانِ الٰہی کے گروہ
کے سردار ہیں۔ جیسا کہ شیخ جمال العارفین ابو محمد بن عبداللہ بصری سے روایت ہے کہ ایک
دن میں نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی میں نے ان سے کہا کہ اولیائے کرام کا کوئی بہت
ہی عجیب قصہ بیان کیجیے جو آپ کو پیش آیا ہو۔ فرمایا ایک مرتبہ میں بحرِ محیط سے گزر رہا تھا وہاں
کسی آدمی کا گزر نہیں تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص کمبل اوڑھے لیٹا ہے۔ میرے دل میں خیال

آیا کہ یہ ضرور ولی ہو گا، میں نے اس سے کہا کہ اٹھیے اور عبادت کیجیے۔ انہوں نے اُٹھ کر کہا اے ابو العباس جاؤ اور اپنے نفس کو مشغول رکھو۔ میں نے پوچھا آپ نے مجھے کیسے پہچانا کہا تم خضر ہو یا نہیں۔ لیکن یہ بتاؤ کہ میں کون ہوں۔ میں نے اپنے خدا سے عرض کیا اے خدا میں اولیاء کا نقیب ہوں اور میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے غیب سے آواز آئی کہ اے ابو العباس تو بیشک اولیاء کا نقیب ہے۔ مگر ان اولیاء کا جو مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن یہ شخص اس گروہ سے ہے جن کو میں چاہتا ہوں۔ اس شخص نے میری طرف منہ کیا اور کہا اے ابو العباس سُنا، میں نے کہا بیشک آپ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ کہا کہ میں تم سے دعا کا طالب ہوں، میں نے کہا کہ میں اس قابل نہیں۔ معذور ہوں۔ فرمایا وفرک اللہ نصیبک منہ میں نے عرض کیا اور زیادہ دعا کیجیے۔ پس اتنے میں آپ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ حالانکہ کوئی ولی میری نظر سے غائب نہیں ہو سکتا۔ وہاں سے آگے گیا۔ ریت کے ایک بہت اُونچے ٹیلہ پر ایک نور دیکھا کہ نگاہ جس سے خیرہ ہوتی تھی۔ دیکھا کہ وہاں ایک عورت ایک نیا کمبل اوڑھے سو رہی ہے۔ جس کا کمبل اُس مرد کا جیسا کمبل ہے، میں نے چاہا کہ اس کے پاؤں چھو کر اس کو بیدار کروں۔ آواز آئی، ادب سے رہو اور ان کا احترام کرو جن کو ہم دوست رکھتے ہیں۔ پس تھوڑی دیر میں بیٹھا۔ جب وہ بیدار ہوئے تو اس نے کہا الحمد للہ الذی احیانی بعد ما اماتنی والیہ النشور والحمد للہ الذی الذی وا دحشی عن خلقہ پھر اس عورت نے مجھ سے کہا اے ابو العباس! اگر منع کرنے سے پہلے تم ادب سے رہتے تو بہتر تھا۔ میں نے کہا آپ کو خدا کی قسم آپ اس شخص کی بیوی ہیں۔ کہا ہاں، یہاں ابدال میں سے ایک عورت ابدال کا وصال ہو گیا تھا۔ خدا نے اس کے غسل و تجہیز و تکفین کے لیے یہاں بھیجا تھا۔ جب میں اس سے فارغ ہو گئی تو اس کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا میں نے کہا دعا کیجیے، فرمایا اے ابو العباس میں تم سے دعا کی طالب ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میں مجبور ہوں۔ کہا وفرک اللہ نصیبک منہ میں نے کہا اور زیادہ دعا کریں۔ فرمایا کہ اگر میں نظر سے غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ کرنا۔ یہ کہا اور غائب ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ اس قسم کے خدا کے محبوبین کے گروہ کے بھی سردار ہوتے ہوں گے۔ فرمایا کہ ہاں پھر میں نے پوچھا کہ ہمارے زمانہ میں کون ہے۔ فرمایا: شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ۔

اس بارے میں اس فقیر نے کہا ہے ؎

عاشق یار خویش جملہ جہاں
اے خوش آنکس کہ یار عاشق اوست

صاحب فتوحات لکھتے ہیں کہ مفردان ایک ایسی جماعت ہے جو قطب کے دائرہ سے باہر ہے اور حضرت خضر علیہ السلام ان میں سے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل اس جماعت سے تھے۔

حضرت غوث پاک کے یہ حالات و کرامات جو لکھے گئے ہیں۔ ان کی نسبت ہزار میں سے ایک کی بھی نہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ، امام عبداللہ یافعیؒ کی تاریخ سے نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ حضرت غوث اعظمؒ کی کرامات احاطہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی ہیں۔ ائمہ کرام نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کی کرامات تواتر سے ہم تک پہنچی ہیں۔ اور یہ ثابت ہوگیا ہے کہ آپ سے جن کرامات کا ظہور ہوا ہے کسی مشائخ سے نہیں ہوا۔ آپ کی حیات مبارک میں جو کرامات ظاہر ہوئیں اور جو بعد کو دیکھنے میں آئیں اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر چاہیے۔ اس لیے اختصاراً اتنا لکھ دیا ہے یہ کرامات جو ظاہر ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا اثر ہے۔ جیسا کہ عبدالرحمٰن جامیؒ نے فرمایا:

از ولی خارقی کہ مسموع است
معجزہ آں نبی متبوع است،

پہلی شب کو جب اس حقیر اور ادنٰی مرید نے غوث پاک کا تذکرہ لکھنا شروع کیا تو درحقیقت اپنے کو بغداد میں حضرت کے گنبد شریف میں حضرت موسیٰ کاظم و حضرت غوث اعظمؒ کے مزار کے طواف میں مشغول پایا۔ گویا اس کار عظیم کی برکت سے یہ سعادت مندی احقر کو حاصل ہوئی پس یقین ہوگیا اور دل میں خوش ہوگیا کہ میری یہ تحریر قبول ہوگئی۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔

حضرت غوث الثقلین کے دس صاحبزادوں میں پہلے شیخ سیف الدین عبدالو[هاب]

آپ سب میں بڑے صاحبزادہ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے تحصیل کیے اور تمام علوم میں آپ کو پوری مہارت اور عبور حاصل تھا۔ حضرت کی وفات کے بعد مدرسہ میں وعظ فرمایا کرتے تھے اور آپ کے فیض صحبت و تقریر سے خلق خدا مستفیض ہوتی تھی۔

آپ سے نقل ہے کہ ایک مرتبہ میں بلاد عجم میں سفر کر رہا تھا اور تمام قسم کے علوم و فنون حاصل کر کے بغداد واپس آیا۔ اور حضرت والد سے موجودگی میں وعظ کہنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت مل گئی۔ منبر پر اپنے علوم کی روشنی میں عالمانہ تقریر کی۔ کسی کے دل پر ذرا اثر نہیں ہوا۔ اور کسی کے دل پر ادنیٰ رقت طاری نہیں ہوئی۔ نہ کسی کی آنکھ سے آنسو جاری ہوئے حاضرین نے قبلہ والد صاحب سے کچھ دیر وعظ کرنے کی درخواست کی۔ میں منبر سے نیچے اتر آیا اور والد صاحب منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ شجاعت صبر کی ایک گھڑی ہے۔ بس یہی ایک کلمہ آپ نے فرمایا تھا کہ اہل مجلس نے آہ و بکا شروع کیا۔ میں نے والد صاحب سے اس کا سبب دریافت کیا۔ فرمایا تو اپنے نفس سے مخاطب تھا اور میں غیر سے مخاطب تھا۔

شیخ سیف الدین کی ولادت ماہ شعبان ۵۱۲ھ ہوئی۔ اور وفات ۲۵ شوال ۶۰۳ھ ہوئی۔ آپ کا مزار بغداد میں ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے، شیخ ابو منصور عبد السلام اور شیخ ابو الفتح سلیمان۔ آپ عالم باعمل تھے۔

شیخ شرف الدین عیسیٰ رحمہ اللہ

کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ آپ حضرت غوث اعظمؒ کے صاحبزادہ ہیں۔ علوم کی تحصیل والد صاحب سے کی۔ پھر حدیث و فقہ کا درس اور خلق خدا کو وعظ و نصیحت کرنا شروع کیا علم تصوف کے حقائق و معارف پر آپ کی مشہور تصنیف کتاب جواہر الاسرار ہے۔ اور حضرت غوث اعظمؒ نے کتاب فتوح الغیب آپ کے لیے تصنیف فرمائی۔ آپ کی وفات ۵۷۳ھ میں مصر میں ہوئی۔

شیخ شمس الدین عبد العزیز رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابو بکر ہے۔ آپ حضرت غوث اعظمؒ کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ نے بھی علوم ظاہری و باطنی اپنے والد صاحب سے حاصل کیے۔ اور آپ کی صحبت سے بہت فیض و برکات حاصل ہیں۔ آپ سنجار کی طرف ہجرت فرما کر چلے گئے تھے، اور وہیں آپ نے سکونت اختیار کر لی۔

شیخ تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق قدس سرہٗ

آپ کی کنیت عبد الرحمن اور ابو الفرج ہے۔ آپ حضرت غوث اعظمؒ کے صاحبزادہ ہیں

علوم کی تحصیل والد ماجد سے کی، ملک عراق میں آپ مفتی مقرر ہوئے۔ آپ کو علوم پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ رسالہ جلاء الخاطر جو ملفوظات حضرت غوث اعظم والد ماجد پر مشتمل ہے۔ آپ کی تصنیف ہے۔ اس رسالہ میں تحریر ہے کہ حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا کہ طامع (لالچی) تہی دامن اور محروم رہتا ہے جیسے لفظ طمع کے حروف نقاط سے خالی ہیں۔ آپ کا مزار بغداد میں ہے۔

حضرت شیخ ابو اسحاق ابراہیم قدس سرہٗ

حضرت غوث اعظم کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ اولیاء و اتقیاء کے سردار اور بزرگ تھے، علوم ظاہری و باطنی اپنے والد صاحب سے حاصل کیے اور آپ کی صحبت سے فیوض و برکات حاصل ہیں۔ آپ پر عالم تفکر اور سکوت غالب تھا۔ زہد و تقویٰ میں بلند درجہ کے مالک تھے۔ تیس سال تک آپ نے اپنا سر بلند نہیں کیا۔ آپ کی ولادت ۵۲۸ھ میں ہوئی۔ وفات ۲ شوال ۶۲۳ھ کو ہوئی۔ آپ کی قبر مبارک والد بزرگوار کی قبر مبارک کے قریب ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لیے آپ باہر تشریف لائے اور میں اپنے دو بھائیوں کے ساتھ والد کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ بادشاہ کے لیے تین بار شراب لے جائی گئی جس سے بدبو آرہی تھی۔ سپاہی بھی ساتھ تھے۔ حضرت نے کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ جانوروں کو تیز تیز ہانکنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو۔ سب نے فریاد کی اور اسی جگہ ٹھہر گئے۔ ہر چند کہ سپاہی ان جانوروں کو مارتے تھے وہ جگہ سے حرکت نہ کرتے تھے۔ اور اتنے میں سپاہیوں کے پیٹ میں قولنج کا درد شروع ہو گیا اور زمین پر گر پڑے اور تڑپنے لگے اور سب نے توبہ کرنا اور فریاد کرنا شروع کی۔ درد بند ہو گیا۔ شراب سرکہ میں تبدیل ہو گئی، آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ یہ خبر جب بادشاہ کو ہوئی تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام محرمات شرعیہ سے توبہ کی۔

روایت ہے کہ ایک دن شیخ عبدالرزاق نے اپنے والد کی خدمت میں آسمان پر مردان غیب کو جاتے دیکھا تو ڈر گئے۔ حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا کہ ڈرو نہیں۔ رجال الغیب ہیں اور تو بھی انہی سے تعلق رکھتا ہے۔

آپ کے ۵ لڑکے تھے۔ شیخ ابو صالح نصر۔ شیخ ابو القاسم عبدالرحیم۔ شیخ ابو محمد اسماعیل شیخ ابو المحاسن فضل اللہ اور شیخ جمال اللہ کہ حضرت غوثِ اعظم سے بہت مشابہ تھے۔ سب نے

اپنے چچا شیخ عبدالوہابؒ کی خدمت میں علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل کی۔ ہر ایک کامل اور مشہور زمانہ ہوئے۔

حضرت شیخ ابوالفضل محمدؒ قدس سرہٗ

حضرت غوث اعظمؒ کے صاحبزادہ ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل والد صاحب قبلہ سے کی اور درجہ کمال پر پہنچے۔ آپ کی وفات بغداد میں ۲۵ ذی قعدہ ۶۰۰ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ ابوعبدالرحمٰن عبداللہؒ

آپ حضرت غوث اعظم کے صاحبزادہ ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل والد صاحب قبلہ سے کی۔ اور اپنے وقت کے محدث و فقیہہ گزرے ہیں۔ آپ کی وفات ۲۷ ماہ صفر ۵۸۷ھ کو ہوئی۔ آپ کی قبر بغداد میں ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے ہوئے۔ شیخ ابومحمد عبدالرحمٰن اور دوسرے شیخ ابومحمد عبدالقادر، آپ کی کنیت اور نام اپنے جد امجد کے موافق تھا۔ تمام علوم والد صاحب قبلہ اور چچا عبدالرزاق سے حاصل کیے۔ اور اپنے عہد کے عالم و کامل گزرے ہیں۔

حضرت شیخ ابوزکریا یحییٰ رحمہ اللہ

حضرت قطب ربانی غوث اعظم کے صاحبزادہ ہیں۔ علم فقہ وحدیث اپنے والد ماجد سے حاصل کیے۔ اور اپنے وقت کے فاضل و کامل گزرے ہیں۔ آپ کی ولادت ۶ ربیع الاول ۵۵۰ھ میں ہوئی۔ وفات شب برات کو ۶۰۰ھ کو ہوئی۔

آپ کا مزار بغداد شریف میں اپنے بھائی شیخ عبدالوہاب کے مزار سے متصل ہے۔

شیخ ابونصر موسیٰ قدس سرہٗ

حضرت غوث اعظم کے آخری فرزند ہیں۔ تحصیل علوم والد صاحب سے کی۔ زمانہ کے بڑے فقیہہ ومحدث اور عارف کامل گزرے ہیں۔ آپ کی ولادت ربیع الاول کے آخر میں ۵۲۹ھ کو ہوئی۔ آپ نے دمشق میں جاکر اقامت اختیار کی۔ اور وہیں جمادی الآخر کی پہلی تاریخ ۶۱۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی قبر بھی دمشق میں ہے۔ غوث اعظم کے بواسطہ اور بے واسطہ

مریدوں کی تعداد شمار سے بہت زیادہ ہے۔ خصوصاً ہندوستان کے اطراف میں اکثر مسلمان اس سلسلہ عالیہ سے بیعت ہیں اور کفار و مشرکین بھی آپ سے حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ چنانچہ عام طور پر جمعہ کی شب کو مسلمان اور غیر مسلمان سب آپ کی نذر و فاتحہ کرتے ہیں۔

حضرت شیخ علی بن ہیتی رح

بطائح کے مشائخ کبار میں آپ کا شمار ہے۔ شیخ تاج العارفین ابوالوفا سے بیعت ہیں اور آپ شیخ ابو محمد شنبکی سے اور وہ شیخ ابوبکر بن مرار سے حضرت غوث اعظم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے اور صحبت سے فیض اٹھاتے، جس وقت کہ حضرت غوث اعظم نے قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا تھا۔ پہلا وہ شخص جس نے منبر پر جا کر حضرت کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھا اور آپ کے دامن کے نیچے آ کر اس سعادت سے مشرف ہوا، وہ آپ ہی کی ذات مبارک تھی۔ نقل ہے کہ ایک دن حضرت غوث اعظم وعظ فرما رہے تھے۔ شیخ علی ہیتیؒ آپ کے قریب بیٹھے تھے، نیند آنے لگی، حضرت غوث نے اہل مجلس سے فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ اور آپ بہ نفس نفیس منبر سے نیچے آئے اور شیخ کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اور ان کی طرف متوجہ تھے۔ جب شیخ علی ہیتیؒ بیدار ہوئے۔ حضرت غوث اعظمؒ نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، کہا۔ جی ہاں۔ فرمایا میں آنحضرتؐ کے احترام میں مؤدب کھڑا تھا۔ پھر پوچھا کن باتوں کی وصیت فرمائی۔ کہا آپ کی صحبت میں رہنے کی۔

اس کے بعد شیخ علی سے لوگوں نے غوث اعظم کے اس قول کی وضاحت چاہی جو آپ نے فرمایا تھا "کہ من از برائے آں بادب ایستادہ بودم" فرمایا جو کچھ میں خواب میں دیکھ رہا تھا حضرت غوث اعظم اس کو عالم بیداری میں دیکھ رہے تھے۔

حضرت غوث اعظمؒ آپ کی بے حد تعریف فرماتے تھے اور اکثر فرماتے کہ جو بھی اولیاء اللہ عالم غیب و شہود سے بغداد میں آئے گا وہ میرا مہمان ہے لیکن میں شیخ علی بن ہیتی کا مہمان ہوں، جب کبھی علی ہیتیؒ زیران سے جہاں وہ مقیم تھے حضرت غوث اعظمؒ کی خدمت میں جاتے اپنے مریدوں کو غسل کرنے کا حکم فرماتے اور خود بھی غسل فرماتے۔ اور مریدوں سے کہتے کہ حضرت کی خدمت میں مؤدب اور ہوشیار رہا کرو اور یہ خیال کر کے جاؤ کہ سلطان المشائخ کی بارگاہ میں جاتے ہیں۔ اور جب حضرت غوث اعظمؒ کی خدمت میں پہنچتے تو حضرت غوث اعظمؒ

فرماتے کہ تم عراق کے اکابر مشائخ سے ہو کیوں تکلیف کرتے ہو، شیخ علی ہیتی فرماتے کہ بادشاہ عراق تو آپ ہیں آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے ہیں، اور جب آپ امان دیں گے تو ہم مطمئن ہوں گے، حضرت غوث اعظمؒ فرماتے لاخوف علیکم تم پر کوئی خوف نہیں ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن آپ نہر پر گئے، دیکھا کہ وہاں کے باشندے ایک مُردہ کے سرہانے کھڑے ہوئے جھگڑا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندے! یہ شخص اُٹھ گیا اور آنکھیں کھول دیں اور کہا کہ فلاں بن فلاں نے مجھے قتل کیا ہے۔ حاضرین نے خود اس ماجرے کو دیکھا۔ وہ یہ کہہ کر گیا اور جا کر مر گیا۔ شیخ علی ہیتیؒ کی کرامات میں لکھا ہے کہ اگر شیر کسی پر حملہ کرتا اور آپ کا نام لے لیا جاتا تو شیر واپس چلا جاتا۔

آپ کی وفات ۵۶۰ھ کو ہوئی، آپ کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی۔ قبر مبارک مقام زریران میں ہے۔

حضرت شیخ ابو عمرو صریفنی قدس سرہٗ

آپ کا نام عثمان ہے اور حضرت غوث اعظمؒ کے مرید تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میرے کام کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ایک رات میں لیٹا ہوا تھا آسمان کی طرف نظر کر رہا تھا کہ آسمان پر پانچ کبوتر جاتے دکھائی دیے۔ ایک پڑھتا جا رہا تھا سبحان من عندہ خزائن کل شیئ وما ننزلہ الا بقدر معلوم دوسرا پڑھتا تھا سبحان من اعطی کل شیئ خلقہ ثم ھدی تیسرا کبوتر پڑھتا جاتا تھا سبحان من بعثت الانبیاء حجۃ علی خلقہ وفضل علیھم محمد اچوتھا پڑھتا جاتا تھا کل ما فی الدنیا باطل الا ما کان للہ ورسولہ پانچواں پڑھتا جاتا تھا یا اھل الغفلۃ عن مولاکم قوموا الی ربکم رب کریم یعطی الجزیل ویغفر الذنب العظیم یہ سُن کر میں بے خود ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو دنیا و مافیہا کی محبت میرے قلب سے نکل چکی تھی۔ صبح ہوئی تو میں نے خدا سے عہد کیا کہ کسی کامل ہستی کی خدمت میں جاؤں کہ مجھے ہدایت ہو، چل دیا، نہیں معلوم تھا کہ کس طرف جاؤں۔ اچانک ایک پر وضع باہیبت و باوقار شخص سامنے آیا اور کہا السلام علیک یا عثمان، میں نے سلام کا جواب دیا اور قسم دے کر پوچھا کہ آپ کون ہیں اور میرا نام کیسے معلوم ہوا؟ کہا میں خضر ہوں اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے مجھے طرفین میں تمہارے پاس دوڑ جانے کا حکم فرمایا، آپ کو سات آسمان کے اوپر سے ندا آئی کہ مرحبا بک عبدی اس شخص نے اپنے خدا سے

عہد کیا ہے کہ وہ کسی کامل شخص کی سپرد اپنے کو کر دے وہاں جاؤ اور اُس کو میرے پاس لاؤ اس لیے مجھے تمہارے پاس آنے کا حکم دیا ہے۔ پس اے عثمان تم عبدالقادر سید العارفین کی خدمت میں ابھی جاؤ اور ان کی خدمت و احترام کرو میں ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ اپنے کو بغداد میں پایا اور حضرت خضر غائب ہو گئے۔ میں خود حضرت غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا خوش آمدید عثمان جلد خدا تعالیٰ تجھے مرید عطا کرے گا جس کا نام عبدالغنی بن نقطہ ہو گا۔ اور اولیاء میں اس کا سربلند مرتبہ ہو گا فرشتوں کے مقابلہ خدا تعالیٰ اس پر فخر فرمائے گا۔ پھر میرے سر پر طاقیہ رکھا جس کی ٹھنڈ میرے دماغ میں پہنچ گئی اور پھر دل پر اس کا اثر ہوا اور میرے دل پر عالم ملکوت منکشف ہو گیا میں نے سُنا ہے کہ دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے سب خدا کی تسبیح اپنی اپنی بولی میں بیان کرتے ہیں۔ قریب تھا کہ میری عقل زائل ہو جائے اور حضرت شیخ کے ہاتھ میں روئی کی طرح پارہ پارہ ہو جائے پھر میرے سینہ پر ہاتھ رکھا تو میری عقل درست ہو گئی۔ پھر کچھ عرصہ تنہائی میں بٹھایا۔ بخدا کوئی ایسی بات ظاہر و باطن نہ تھی کہ میرے کہنے سے پہلے انہوں نے نہ بتا دی ہو۔ اور مجھے ان باتوں کی خبر دی جو تیس سال بعد واقع ہوئیں۔ وہ وہ باتیں جو اس کے ہاتھوں سے میرے خرقہ پہننے اور ابن نقطہ کے میرے ہاتھوں سے خرقہ پہننے کے درمیان جن کو ۲۵ سال ہو گئے۔ ابن نقطہ کی بابت جیسا حضرت نے فرمایا تھا، ٹھیک ویسا ہی میں نے ان کو پایا۔

حضرت شیخ ابوسعید قیلوی قدس سرہ

آپ حسنی سادات اور عراق کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ کرامات و مقامات بلند کے حامل تھے۔ خرقہ ارادت حضرت غوث اعظم شاہ عبدالقادر جیلانیؒ سے حاصل تھا۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر کا درجہ اولیائے کرام میں یکتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت طہارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ پانی سے بھرا ہوا لوٹا ایک مرید کے ہاتھ میں تھا۔ لوٹا ہاتھ سے چھوٹ گیا اور ٹوٹ گیا۔ حضرت نے لوٹے کو اٹھا کر درست کر دیا۔ اور ٹوٹا ہوا لوٹا پہلے کی طرح ثابت ہو گیا اور پانی سے بھی بھر گیا۔ آپ نے وضو کیا۔ آپ کی وفات ۵۵۷ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک قیلویہ میں ہے۔

حضرت شیخ قضیب البان موصلیؒ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور حضرت غوث الثقلین کے کامل مریدوں میں سے ہیں۔

آپ سے کرامات و خوارق کا بے شمار ظہور ہوا ہے۔ موصل کے قاضی کو آپ سے سخت اختلاف تھا ایک دن موصل کی کسی گلی سے گزرتے ہوئے آپ کا مقابلہ قاضی سے ہو گیا۔ قاضی نے دل میں کہا کہ آج اس کو پکڑ کر حاکم کے سپرد کرنا چاہیے تاکہ اچھی طرح سزا ملے۔ اچانک دیکھا کہ دُور سے گرد اڑ رہی ہے جب وہ قریب آئی تو اس میں سے ایک فقیہ کی صورت انسان ظاہر ہوا اور قاضی سے پوچھا کہ کون سے قیصب البان کو تو حاکم کے سپرد کرا کے سزا دلانا چاہتا ہے۔ قاضی نے اپنی بد عقیدگی سے توبہ کی اور حضرت کا مرید ہو گیا۔

کسی نے حضرت غوث اعظمؒ سے آپ کی شکایت کی کہ قیصب البانؒ نماز نہیں پڑھتے حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا کہ ان کا سر ہمیشہ خانہ کعبہ کے آستانہ پر سجدہ میں پڑا رہتا ہے۔

آپ کی وفات ۵۷۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک مقام موصل میں ہے۔

حضرت شیخ احمد بن مبارک رحمہ اللہ

آپ صاحب کشف و کرامات اور خادم خاص جناب شیخ شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی تھے۔ شیخ احمد بن مبارک کی بزرگی اور عظمت کے لیے یہی ایک چیز کیا کم ہے کہ آپ کو ہمیشہ غوث اعظم کی خدمت کی سعادت حاصل تھی۔ یہ شرف آپ کی بزرگی کے لیے روشن دلیل ہے۔ جب حضرت غوث اعظم وعظ کے لیے کرسی پر تشریف رکھتے تھے تو آپ حضرت کے لیے کرسی پر اپنی چادر مبارک کو بچھایا کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۵۸۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ صدقہ بغدادی قدس سرہ

آپ کی کنیت ابوالفرج اور والد ماجد کا نام حسین ہے۔ بغداد شریف سکونت تھی غوث اعظم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے اور کسب فیض کرتے، ایک مرتبہ حضرت شیخ صدقہ غوث اعظم کی خانقاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت غوث اعظم منبر پر تشریف لے گئے، مگر کچھ لب نہیں اور قاری کو بھی پڑھنے کو نہیں کہا۔ لیکن لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی، اور حالت غیر ہو گئی۔ شیخ صدقہ نے اپنے دل میں سوچا کہ حضرت غوث اعظم نے کچھ نہیں فرمایا اور قاری نے بھی کچھ نہیں پڑھا۔ پھر یہ وجدانی کیفیت حاضرین پر کیسے ہے۔ غوث اعظمؒ نے شیخ صدقہؒ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے شیخ میرے مریدوں میں سے ایک مرید بیت المقدس

سے چل کر ایک قدم میں یہاں آیا ہے اور اس نے میرے ہاتھ پہ توبہ کی آج تمام حاضرین اس کی مہمانی میں ہیں۔ شیخ صدقہؒ نے اپنے دل میں کہا کہ جو شخص بیت المقدس سے ایک قدم میں بغداد پہنچ سکتا ہے۔ اس کو توبہ کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اور شیخ سے اس کو کیا کام۔ حضرت غوث اعظم نے فرمایا، اے شیخ وہ اس لیے توبہ کرتا ہے کہ پھر خواہش نفس میں نہ گرفتار ہو جائے۔ اور اس کا مجھ سے کام یہ ہے کہ میں اس کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کا راستہ دکھاؤں۔

آپ کی وفات ۵۲۳ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ بقائی بن بطو رحمہ اللہ

صاحب کرامات اور بڑے زاہد و عابد تھے۔ آپ درویش کامل تھے، اور آپ شیخ تاج العارفین ابوالوفا سے بیعت تھے۔ حضرت غوث الثقلین کی مجلس میں اکثر حاضر رہتے اور آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں مجلس میں حاضر تھا اور حضرت غوث اعظم منبر کے پہلے پائے پر وعظ فرما رہے تھے کہ دفعتاً خاموش ہوگئے اور منبر سے نیچے آئے اور پھر کچھ دیر بعد منبر کے دوسرے پایہ پر بیٹھ گئے۔ میں نے دیکھا کہ منبر کا پہلا پایہ کشادہ ہوگیا ہے جہاں تک میری نگاہ کام کرتی تھی۔ مسند پر سبز رنگ کا فرش بچھایا ہوا تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کرام کے ہمراہ اس پر تشریف فرما ہیں اور حق تعالیٰ نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے قلب پر تجلی فرمائی۔ اور شیخ عبدالقادرؒ گرا چاہتے تھے کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنبھال لیا۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ حضرت کا جسم چھوٹا ہوتا جاتا ہے اور ہوتے ہوتے ایک چڑیا کی طرح ہوگیا۔ پھر بڑھنا شروع ہوا اور پہلے کی طرح بڑا ہوگیا۔ مگر آپ کے چہرے سے خوف و دہشت کے آثار نمایاں تھے جس سے چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ پھر سب میری نظر سے غائب ہوگئے۔ شیخ بقائی نے آنحضرتؐ اور صحابہ کرام کی روایت کی بابت استفسار کیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اعانت و تائید فرماتا ہے۔ کہ ان کی پاک روحیں مختلف اجساد اور ظاہری صفات میں متبدل ہوتی رہتی ہیں اور ان کو وہی حضرات دیکھ سکتے ہیں جن کو دیکھنے کی صلاحیت اور قوت خدا تعالیٰ عطا فرمائے، پھر آپ سے گرنے اور پہلے چھوٹا ہونے اور پھر بڑا ہونے کا سبب دریافت کیا، فرمایا کہ تجلی الٰہی ابتداء میں اس طرح تھی کہ انسان کو اس کی برداشت کی قوت نہیں۔ مگر بتائید نبویؐ۔ اسی لیے قریب تھا

حضرت شیخ گر جاتے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نہ سنبھالتے۔

دوسری تجلی صفت جلال کے ساتھ تھی اور اس طرح تھی کہ شیخ پگھلنے شروع ہوئے اور چھوٹے ہوتے ہوتے ایک چڑیا کی طرح ہو گئے۔

تیسری تجلی صفت جمال کے ساتھ تھی۔ اسی لیے شیخ نے بڑھنا شروع کیا اور اصلی حالت پر آپ آگئے۔ یہ خدا کی دین اور اس کا فضل ہے جس کو عطا فرمائے، وہ بڑا فضل والا ہے۔

آپ کی وفات ۵۵۳ھ کے قریب ہوئی۔ قبر مبارک باب لوتس میں واقع ہے جو فہر ملک کے قصبات میں سے ایک قصبہ ہے۔

شیخ محمدؒ الاوانی المعروف بابن القایدؒ

آپ حضرت قطب ربانی شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے کامل مریدوں میں ہیں۔ صاحب کرامات اور شیخ کامل تھے۔ فتوحات مکی میں ہے کہ غوث اعظم آپ کو مرید الحضرت کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ محمد بن قاید اپنے زمانہ میں منفرد ہے۔ ابن القاید فرماتے ہیں کہ میں نے تمام چیزوں سے قطع تعلق کر لیا اور حضرت کی خدمت میں آگیا۔ دفعتًا میں نے اپنے آگے اپنے پاؤں کا نشان دیکھا۔ مجھے شرم معلوم ہوئی اور سوچنے لگا کہ پاؤں کس کا ہے۔ کیونکہ میں اپنے خیال میں یہ سمجھتا تھا کہ مجھ سے کوئی سبقت نہیں کر سکتا۔ لبعد میں معلوم ہوا کہ یہ قدم مبارک آنحضرت کے نشان ہیں۔ یہ سن کر مجھے اطمینان ہو گیا۔

حضرت شیخ ابو السعود بن الشبلی قدس سرہ

آپ کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ گزرے ہیں حضرت غوث پاکؒ سے بیعت ہیں۔ کتاب فصوص میں لکھا ہے کہ شیخ ابو السعود نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ پندرہ سال ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مملکت میں قوت تصرف عطا فرمائی ہے لیکن میں نے اس سے کبھی کام نہیں لیا۔ ابن قائد نے ایک دن دریافت کیا کہ آپ تصرف کیوں نہیں کرتے فرمایا کہ میں نے تصرف صرف اللہ کیلئے چھوڑ دیا ہے وہ جسطرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور جو اسکی منشا ہو گی اسکے مطابق اختیار فرمائے گا۔

حضرت شیخ ابو عمرو قرشی قدس سرہ

اسم گرامی عثمان بن مرزوق بن حمید بن سلامہ ہے۔ آپ کا مذہب حنبلی تھا۔ حضرت غوث اعظم

کے شاگرد رشید اور مرید تھے۔ مصر کے مشائخ کبار اور صاحب کشف وکرامات تھے۔ علم ظاہری و باطنی میں پوری دسترس تھی۔ ایک برس دریائے نیل میں طغیانی آئی۔ مصر کے باشندے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پانی کی کمی کی درخواست کی۔ آپ نے دریائے نیل کے کنارہ بیٹھ کر وضو فرمایا۔ پانی کم ہونا شروع ہوگیا اور اگلے سال بھی پانی کم رہا۔ پھر مصر کے لوگ خدمت میں حاضر ہوئے اور اس مرتبہ پانی کے بڑھ جانے کی درخواست کی، آپ دریا پر گئے اور اپنے ساتھ جو لوٹا تھا اس سے وضو فرمایا۔ دریا کا پانی بڑھنا شروع ہوگیا۔ اور آپ کی دعا کی برکت سے زراعت حسب توقع ہوئی۔ حضرت کی وفات ۵۶۴ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کی عمر شریف ستر سال سے زیادہ ہوئی۔ آپ کا مزار امام شافعیؒ کے مزار کے متصل مصر میں واقع ہے۔

حضرت شیخ موفق الدین المقدسیؒ

نام عبداللہ محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی ہے۔ آپ صاحب تصانیف اور علوم ظاہری و باطنی کے بڑے پایہ کے مشہور عالم گزرے ہیں حضرت غوث پاک کے شاگرد اور مرید تھے آپکی وفات ۶۲۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد بن احمد الجوینی قدس سرہ

شیخ عبداللہ بطائحی کے مرید ہیں۔ اور وہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے مرید۔ کتاب بہجۃ الاسرار میں ہے کہ آپ نہایت خوب رو اور خوش اخلاق تھے گویا حسن صورت اور حسن سیرت ہر دو آپ میں موجود تھیں

روئے خوش خوئے نکو چو دوست میدار د خدا
خرم کسے کو را بود خوئے خوش و روئے نکو

آپ کی وفات ۵۵۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو مدین مغربی قدس سرہ

آپ کا نام شعیب بن حسین یا شعیب بن حسن ہے آپ شیخ ابو الغزائے مغربی کے مرید اور شیخ محی الدین ابن عربی کے پیر و مرشد ہیں۔ زمین مغرب کے مشائخ کبار اور صاحب کشف و کرامات بزرگ گزرے ہیں۔ ایک دن شیخ ابو مدین نے دیار مغرب کے کسی مقام پر اپنی گردن کو جھکا کر پڑھا اللھم انی اشھدک و اشھد ملائکتک انی سمعت و اطعت آپ کے

اصحاب نے اس کا سبب دریافت کیا۔ فرمایا کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے بغداد میں یہ فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ اس کے بعد بغداد کے بعض اکابر حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ حضرت عبد القادر جیلانی نے اسی وقت یہ الفاظ فرمائے تھے۔ آپ کی وفات ۵۹۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محی الدّین عربی قدس سرہٗ

آپ کا نام محمد بن عربی ہے۔ آپ کو خرقہ کی نسبت ایک واسطہ سے حضرت عبد القادر جیلانی سے حاصل ہے۔ اور یہ نسبت شیخ ابو محمد یونس القصار ہاشمی سے وابستہ ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو حضرت غوث اعظم سے ارادت بلا واسطہ حاصل ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ خرقہ ولایت میں دوسری نسبت آپ کو حضرت خضر علیہ السلام سے ایک واسطہ سے حاصل ہے۔ اور ایک نسبت بلا واسطہ حضرت خضر سے حاصل ہے۔ اصطلاحات کاشی میں لکھا ہے کہ شیخ محی الدین عربی نے اپنی کتاب الملابس میں ذکر فرمایا کہ انہوں نے خرقہ تصوف ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن جامع کے دست مبارک سے پہنا ہے۔ اور انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل کیا۔ نفحات الانس میں مذکور ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد پانچسو سے زیادہ ہے۔
کہا جاتا ہے کہ شیخ محی الدین کو ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ اور ہر ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور بغیر کلام کیے ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے۔ آپ سے شہاب الدین سہروردی کے مقام کی نسبت دریافت کیا گیا۔ فرمایا کہ وہ حقیقتوں کا سمندر ہے۔ آپ کی ولادت دوشنبہ کی رات ۱۷ رمضان ۵۶۰ھ کو اندلس کے ایک شہر مرسیہ میں ہوئی۔ اور وفات جمعہ کی رات کو ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ میں دمشق میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک جبل قاسون میں ہے۔ جو آج کل صالحیہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق قونوی رح

کنیت ابو المعالی ہے۔ اور شیخ محی الدین عربی کے ارشد مریدوں میں سے تھے۔ علامہ قطب الدین علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ اور آپ کو طریقت و شریعت دونوں میں درجہ کمال حاصل تھا۔ آپ کے اور مولانا جلال الدین رومی کے درمیان دوستی اور محبت کے خاص

روابط تھے مولانا جلال الدین رومی کی وفات آپ سے پہلے ہوئی - اور اپنی نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی -

حضرت امام عبداللہ یافعی بن سعد یافعیؒ

ابو السعادات آپ کی کنیت اور عفیف الدین لقب تھا - یمن کے رہنے والے ہیں - اور آپ کا قیام زیادہ عرصہ حرمین میں تھا - شافعی مذہب ہیں اور صاحب تصانیف وخوارق کرامات ہیں اور علوم ظاہر و باطن میں اپنے زمانہ کے علماء میں ممتاز ہیں - آپ کو نسبت ارادت چند واسطوں سے حضرت عبدالقادر جیلانی سے حاصل ہے ، آپ نے اپنی اکثر تصانیف ، تاریخ یافعی ، تکملہ روضۃ الریاحین اور نشر المحاسن وغیرہ ہیں حضرت غوث الثقلین کے احوال اور خرق عادت کا تذکرہ کیا ہے اور آپ کو حضرت سے کمال درجہ کا اعتقاد و خلوص تھا - آپ کی وفات یکشنبہ کی رات ۲۰ جمادی الآخر ۷۶۸ھ میں واقع ہوئی اور روضہ مبارک حضرت فضیل عیاض کے مزار کے متصل مکہ میں مزار معلاّ میں واقع ہے

حضرت شیخ مخدوم عبدالقادر قدس سرہ

آپ کو شیخ عبدالقادر ثانی کہتے تھے ، آپ کو حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے سات واسطوں سے نسبت حاصل ہے - اس طرح آپ کے والد ماجد شیخ محمد ہیں اور سلسلہ نسب اس طرح سے حضرت غوث پاک تک پہنچتا ہے محمد بن سید شاہ میر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن سید صفی الدین بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن سید السادات سید عبدالقادر جیلانی -

آپ صاحب کرامات اور علوم باطنی وظاہری کے ایک جامع عالم تھے - علم معقولات و منقولات میں بڑی دسترس حاصل تھی - بغداد سے خراسان میں اور پھر خراسان سے اچہ ملتان میں تشریف لے آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی - اکثر ممالک کا سفر پا پیادہ کیا - آپ کا مزار مبارک مقام اچہ میں ہے - آپ ہندوستان کے مشائخ کبار سے ہیں - سینکڑوں مشرکین و کفار نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی اور مشرف باسلام ہوئے -

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی تصنیف اخبار الاخیار میں آپ کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر ولایت میں حضرت غوث پاک کے حقیقی وارث تھے -

آپ کی وفات ۱۷ ربیع الاول ۹۴۰ھ میں ہوئی - اور عمر شریف ۸۰ سال تھی - آپ

دو صاحبزادے تھے۔ایک غلام شیخ زماں عبد الرزاق ہے، جو اپنے زمانہ کے بڑے عارف کامل گزرے ہیں۔ ۵ر جمادی الآخر ۹۴۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

دوسرے صاحبزادے سید زین العابدین ہیں۔جو والد ماجد کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے ان کا ایک لڑکا تھا جس کا نام سید محمد تھا۔جن کی اولاد آج تک ہے۔

شیخ عبد الرزاق کا ایک لڑکا تھا جس کا نام شیخ حامد تھا۔جو آپ کے والد کے صحیح جانشین تھے ان کا بھی ایک لڑکا تھا شیخ جمال الدین ابو الحسن نامی۔جو اپنے والد کی اجازت سے زندگی میں ہی مسند پر بیٹھے۔ان کی وفات ۹ر ذی قعدہ ۹۷۸ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ عبد اللہ تہی قدس سرہٗ

آپ کے والد کا نام سید عمر بن سید حسن جیلی ہے۔بارہ واسطوں سے آپ کی نسبت حضرت غوث اعظم سے جا کر ملتی ہے۔اور خرقہ ولایت دست بدست اپنے آباؤ اجداد سے پہنا۔پندرہ سال کے تھے کہ خدائے تعالیٰ کے حکم سے بغداد سے ہندوستان آ گئے۔اور ہندوستان کے اکثر مشائخ کبارؒ سے ملاقات کی۔علوم ظاہری و باطنی میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا۔موضع تہہ میں آپ نے سکونت اختیار فرمائی تھی۔جو دہلی کے مضافات میں سے ایک چھوٹا سا موضع ہے اور آپ کے مریدوں کا سلسلہ وسیع ہے۔آپ ہمیشہ باوضو اور مراقبہ میں مستغرق رہتے تھے، آپ سے کرامات کا ظہور بہت ہوا ہے۔مشہور ہے کہ اگر کوئی چور آپ کے گھر میں آ جاتا تو وہ یا تو اندھا ہو جاتا یا مردہ پڑا پایا جاتا۔بلکہ جس موضع میں آپ رہتے تھے وہاں چور کو آنے کی قدرت نہ تھی۔

آپ کی وفات جمعہ کے دن ۱۰ر ربیع الاول ۹۳۰ھ میں ہوئی۔عمر ایک سو سال سے زیادہ تھی۔قبر مبارک موضع تہہ میں ہے۔

حضرت شیخ محمد مشہور بہ میاں میر قدس سرہٗ

آپ کے والد ماجد کا نام قاضی سائیدنہ ہے۔حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔حضرت میاں میر زمانہ کے قطب اور پیشوا، امام طریقت، واقف اسرار حقیقت علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار اور عارف کامل گزرے ہیں۔ظاہری اور باطنی حقیقت اور قابلیت میں اتنا بلند مقام تھا کہ بڑے سے بڑے فاضل شخص کو بھی ان کے سامنے

مجال سخن نہ ہوتی تھی۔ آپ کے بھتیجہ کے قول کی بنا پر آپ کی ولادت شریف ۹۵۶ھ شہر سوستان میں ہوئی۔ آپ کے والدین اور ہمشیرہ بھی صاحب کرامات ہوئی ہیں۔ آپ نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ جب میرے بڑے بھائی پیدا ہوئے تو والدہ نے کشف سے یہ معلوم کر لیا کہ یہ عارف نہیں ہوگا۔ تو والدہ نے خدا سے دعا کی کہ خدایا میرے اس لڑکے کو عارف کامل، تارک دنیا اور اپنی یاد میں مستغرق بنا دے، غیب سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لڑکے اور لڑکی دونوں کو عارف بنانا قبول فرما لیا۔ اور تیری دعا کے مطابق خدا ان کو عارف کامل کر دے گا بعد کو حضرت پیدا ہوئے اور پھر ان کی ہمشیرہ پیدا ہوئیں، جو اس وقت بقید حیات ہیں، خدا نے ان ہر دو کو صاحب حال و استغراق کامل پیدا فرمایا۔

حضرت نے ساٹھ سال سے زیادہ لاہور میں قیام فرمایا۔ اور ہر خاص و عام کو آپ سے ارادت حاصل تھی۔ آپ کا سلسلہ قادریہ سے تعلق تھا۔ شیخ خضر سے بیعت ہیں جو سوستان کے صاحب کمال و یکتائے روزگار بزرگ گزرے ہیں۔ عالم ملکوت کا کشف حال کا علم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کیا۔ آپ اویسی بھی ہیں۔ اور حضرت غوث پاک کی رُوح سے آپ کو یہ نسبت حاصل ہے کہتے ہیں کہ آپ غوث اعظم کے نام نامی کو بے وضو نہیں لیتے تھے۔ فقر و غنا، توکل و قناعت اور ترک دنیا و زہد و عبادت میں اپنے زمانہ میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ شب و روز ذکر الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ صوفی وہ ہے جس کا وجود فنا ہو جائے، کسی وزیر نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت کی خاص وقت میں جب حضرت کا مزاج و طبیعت بہتر ہو تو اس خاکسار کو دعا میں یاد فرمائیں، حضرت نے فرمایا کہ اس وقت پر خاک پڑے کہ جس وقت ماسوی اللہ کا خیال کروں اور اس کی یاد دل میں نہ ہو۔ آپ سنت کے بڑے پابند تھے، شریعت کے خلاف ایک قدم باہر نہیں نکالتے تھے۔ اور جلوت و خلوت میں کسی وقت بھی آپ زبان سے ایسی بات نہ نکالتے جو شرع کے مخالف ہو۔ طریقت میں تو اپنے وقت کے جنید تھے۔ آپ کسی کو مرید بہت مشکل سے کرتے تھے۔ اور جس کسی کو مرید کرتے اس کو مطلوب تک پہنچا دیتے۔ زبان پر لفظ مرید نہیں لاتے بلکہ یوں فرماتے کہ ہمارے دوستوں کو بلاؤ، حکام وقت سے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے، آپ کی باتیں مستقل وعظ و نصائح ہوتیں۔ موقع کے مناسب اشعار بھی سناتے تھے۔ عاشق ترک تھے اور فرماتے تھے کہ تارک وہ ہے جس کا کوئی مقصد اور غرض نہ ہو۔ جس طرح جنب کا ایک بال بھی اگر غسل میں خشک رہ جائے تو وہ پاک نہیں ہوتا۔ اسی طرح دل میں اگر خطرات میں سے ایک خطرہ

بھی ہوگا، تو اس کا حال بھی وہی ہے کہ درحقیقت وہ تارک اور خدا کا سچا عاشق نہیں کہلایا جاسکتا۔
اکثر یہ شعر سناتے تھے ؎

شرط اول درطریق عاشقی دانی کہ چیست
ترک کردن ہردو عالم راوپشت پا زدن

آپ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز سے پہلے اپنے مریدوں کو ساتھ لے کر جنگل اور باغات کی طرف جاتے تھے اور وہاں جاکر جدا جدا درختوں کے نیچے بیٹھ جاتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو سب جماعت سے نماز ادا کرتے، اور اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے، رات کو اپنے حجرہ کو بند کرتے اس میں بیٹھتے کبھی کبھی دو تین مرید بھی ہمراہ ہوتے تھے، اور اکثر ساری ساری رات تنہا عبادت میں مشغول رہتے۔

آپ کے مریدوں میں سے کسی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت ملا خواجہ کلاں کے ساتھ جو حضرت کے ارشد مریدوں میں سے تھے، قبرستان تشریف لے گئے۔ اور دعا میں مشغول ہوگئے ملا خواجہ کلاں کو کشف قبور ہوتا تھا۔ حضرت سے عرض کیا کہ آپ سنتے ہیں کہ اس قبر سے کیا آواز آتی ہے، آپ نے فرمایا کیا آواز آتی ہے ؟ خواجہ کلاں نے عرض کیا کہ صاحب قبر یوں کہتا ہے کہ میں جوانی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہوا، اور بداعمال کی وجہ سے میں عذاب قبر میں مبتلا ہوں اس سال آپ حضرات میری قبر پر آئے اور تعجب ہے کہ میں پھر بھی عذاب میں مبتلا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ صاحب قبر سے دریافت کرو کہ عذاب کس طرح رفع ہو سکتا ہے، خواجہ نے مراقبہ سے معلوم کر کے کہا کہ صاحب قبر کہتا ہے کہ اگر ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا ثواب مجھے پہنچایا جائے تو یہ عذاب میرے اوپر سے دور ہو سکتا ہے۔ حضرت نے سب سے کلمہ پڑھنے کو فرمایا اور خود بھی پڑھنا شروع کیا۔ جب پورا ہوگیا اور اس کا ثواب صاحب قبر کو پہنچا دیا گیا تو ملا خواجہ نے پھر کہا کہ صاحب قبر کہتا ہے کہ کلمہ طیبہ اور آپ بزرگوں کی برکت قدم سے میرے اوپر سے عذاب رفع کر دیا گیا۔ غرضکہ کرامات کا ظہور آپ کی ذات سے اور آپ کے مریدوں سے اس کثرت سے ہوا ہے کہ اس کو لکھا نہیں جاسکتا۔

حضرت کے ایک خادم نے روایت کی ہے کہ حضرت گرم ہواؤں میں راتوں کو حجرہ کی چھت پر عبادت میں مصروف رہتے۔ ایک دن مجھ سے فرمایا کہ پانی کا ایک آب خورہ اور ایک پنکھا میرے پاس رکھ کر تم سو جاؤ۔ خادم کہتا ہے کہ میں نے پنکھا تو رکھ دیا۔ پانی کا کوزہ رکھنا یاد نہیں رہا۔ آدھی رات کو یاد آیا۔ میں اٹھا اور آبخورہ اوپر لے گیا، وہاں آپ کو نہیں پایا۔ کپڑے موجود ہیں۔ تلاش کیا کہ ممکن ہے حجرہ میں تشریف رکھتے ہوں۔ چراغ جلایا۔ حجرہ میں گیا، وہاں بھی

آپ موجود نہیں تھے۔ حیران ہو کر بیٹھ گیا۔ فجر کی نماز کے وقت حضرت نے اوپر سے آواز دی کہ وضو کے لیے پانی لاؤ۔ میں فوراً پانی کا کوزہ لے کر پہنچا۔ میں نے دریافت کیا حضرت کہاں تشریف لے گئے، پہلے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے خواب دیکھا ہے! میں نے عرض کیا کہ اگر آپ نہیں بتائیں گے تو زندگی بھر یہ خطرہ دل میں رہے گا۔ فرمایا: بتاتا ہوں لیکن کسی اور سے نہ کہنا۔ اگر کسی سے کہہ دے گا تو نقصان ہو گا۔ فرمایا میں اس وقت تک غار حرا میں تھا، میں نے پوچھا غار حرا کہاں ہے، فرمایا۔ ایک غار ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل خدا کی عبادت اور اس کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ مجھے حج کرنے والوں پر افسوس ہوتا ہے کہ حج کے لیے جاتے ہیں اس غار سے گزرتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لیے بھی اس غار میں نہیں جاتے۔ اگر کسی شخص کو بارہ سال عبادت کرتے کرتے کشائش اور انشراح نہ ہوا ہو۔ اس غار میں صرف ایک رات کی عبادت میں فتوحات حاصل ہوتے ہیں اور اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔

یہ خاکسار حضرت کی رفاقت میں دوبارہ وہاں حاضری دے آیا ہے۔ حضرت اس خاکسار کے حال پر خاص کرم فرماتے تھے، بیس سال کی عمر میں جب میں بیمار پڑا، اطباء علاج سے عاجز ہو گئے تو بادشاہ میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا کہ میرا بڑا لڑکا ہے اور تمام طبیب اس کے علاج سے تنگ آ گئے ہیں، آپ توجہ فرمائیں کہ حق تعالیٰ اس کو شفا عطا فرمائے۔ حضرت نے ایک پیالہ میں پانی منگوایا اور کچھ پڑھ کر اس پر دم کیا، اور مجھے دیا، جب میں نے اس کو پیا تو اسی ہفتہ میں شفائے کامل حاصل ہو گئی، اور بیماری بالکل جاتی رہی چونکہ میں اس سے پہلے ایک کتاب "سکینۃ الاولیاء" میں آنحضرت کے حالات اور آپ کے مریدوں کے حالات بہت تفصیل سے لکھ چکا ہوں، اس لیے اس رسالہ میں بس اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ کی وفات منگل کے دن، ظہر کی نماز کے بعد، ۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ کو شہر لاہور میں محلہ خانی پورہ میں ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ میں بے شمار لوگوں نے شرکت کی، آپ کی عمر ۸۸ سال تھی، مزار مبارک شہر لاہور کے قریب موضع ہاشم پور میں واقع ہوئی۔ آپ کے عارف و کامل اور مشہور مریدوں میں سے جن کا وصال ہو چکا، ایک عارف کامل حضرت حاجی نعمت اللہ سرہندی بھی گزرے ہیں۔ شیخ نتھا، شیخ اسماعیل، ملا خواجہ کلاں، میاں حامد، حضرت ملا عبدالغفور

دانشمند اور حاجی صالح وغیرہ حضرات آج بھی بقید حیات ہیں۔ اور حضرت کے کامل مریدوں میں حضرت ملاّ و شاہ حضرت ملاّ خواجہ بہاری، الشیخ محمد لاہوری، الشیخ احمد سنامی، اور شیخ احمد دہلوی وغیرہ ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ کبار کے احوال و کوائف کو تمام کر کے دوسرے سلسلہ خواجگان کے مشائخ کبار کا تذکرہ شروع کرتا ہوں۔

سلسلہ قادریہ کے مشائخ کبار جن کے ذکر پر میں نے اس بیان کو ختم کیا ہے۔ میرے نظر سے ایسے کاملین درویش نہیں گزرے۔ اور آج بھی جو حضرات بقید حیات ہیں ان کی صحبت و خدمت میں رہ کر وہی فیض و برکات حاصل کیے جا سکتے ہیں ؎

تا ابد ایں سلسلہ نگسستہ باد
گردنِ ایام بدین بستہ باد

سلسلہ شریفہ خواجگان بزرگوار قدس اسرارہم

حضرت شیخ ابویزید بسطامی قدس سرہٗ

آپ کا لقب سلطان العارفین۔ نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان ہے۔ آپ کے دادا گبر (آتش پرست) تھے۔ آخر میں مشرف با اسلام ہو گئے تھے۔ آپ اصل میں بسطام کے رہنے والے تھے۔

صاحب رشحات نے لکھا ہے کہ آپ حضرت امام جعفر صادق کے اویسی ہیں۔ صاحب تذکرۃ الاولیاء نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک سو تیرہ پیروں کی خدمت کی ہے۔ منجملہ ان کے ایک امام جعفر صادق رضؓ ہیں۔ حضرت ابو حفص۔ یحییٰ معاذ اور شفیق بلخی سے بھی شرف ملاقات حاصل کیا ہے۔ آپ کی ماں نے کہا کہ ایام حمل میں جب میں اپنے منہ میں لقمہ کھاتی اور اس لقمہ میں کسی قسم کا شبہ ہوتا تو بایزید بسطامی میرے پیٹ میں بے چین ہو جاتے اور مجھے قے ہو جاتی اور وہ لقمہ پیٹ میں نہ رہتا۔

سید الطائفہ حضرت جنید نے فرمایا کہ بایزید ہمارے اندر اس طرح ہیں جیسے ملائکہ میں جبریل ہیں۔ ان بڑی بڑی باتوں میں سے جو بایزید بسطامی کی بابت مشہور ہیں ایک یہ ہے

کہ شیخ السلام نے فرمایا کہ بایزید بسطامی پر بڑے بڑے اتہام لگائے گئے ہیں، حضرت بایزید بسطامیؒ سے کسی نے پوچھا کہ سنت کس کو کہتے ہیں اور فرض کیا ہے؟ فرمایا سنت ترک دنیا اور فرض خدا کی محبت۔ نقل ہے کہ ایک دن آپ دجلہ پر گئے، دجلہ دونوں کناروں سے بھر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس امر کے ظاہر کرنے میں ذرا بھی غرور اور فخر محسوس نہیں ہوتا کہ گو میں کیسا ہی بے حیثیت ہوں لیکن اپنی عمر کے تیس سال کسی قیمت پر ضائع نہیں کر سکتا۔ مجھے کریم چاہیے کرامت نہیں چاہیے۔ آپ نے فرمایا عارف وہ ہے جو بجز وصل و دیدار الٰہی کے کسی چیز پر رضا مند نہ ہو آپ کا فرمان ہے کہ نیکوں کی صحبت نیک کام کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور بروں کی صحبت برے کام کرنے سے زیادہ نقصان دہ اور مہلک ہے۔

نقل ہے کہ آپ کے وصال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا، پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے، فرمایا کہ مجھ سے دریافت کیا گیا اے بوڑھے کیا لایا ہے؟ میں نے کہا اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تو کیا لایا ہے بلکہ اس سے یہ کہا جائے گا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ طریقہ طیفوریہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے اس فرقہ کی بنیاد سکر و غلبہ پر ہے۔ یعنی ہمیشہ یہ لوگ نشہ الٰہی میں سرشار و مست رہتے ہیں۔

آپ کی وفات ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ اور دوسری روایت میں ۲۳۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی وفات کی یہ دونوں تاریخیں معتبر کتابوں میں سے نقل کی ہیں جو قدیم مستند اور مشہور کتابیں ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے جو تاریخ وفات ۲۳۴ھ طبقات سے نقل کی ہے وہ خالی از علت نہیں۔ آپ کا مزار بسطام میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ

آپ کا نام علی ابن جعفر ہے۔ قزوین کے قریب موضع خرقان کے قدیم باشندے ہیں۔ اپنے زمانہ کے غوث ہوئے ہیں۔ تصوف و طریقت میں آپ کو شیخ بایزید بسطامیؒ سے نسبت ہے اور راہ سلوک میں بھی آپ کو روحانی فیض بایزید بسطامیؒ سے حاصل ہے۔ شیخ بایزید بسطامیؒ کی وفات کے بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ اور آپ کی وفات منگل کی شب ۱۰ محرم ۴۲۵ھ کو ہوئی آپ کا فرمان ہے کہ ایسے شخص کی صحبت میں ہرگز نہ بیٹھو کہ تم کہو خدا اور وہ کچھ اور کہے۔ شیخ شبلی نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں۔ کسی نے کہا کہ یہ بھی تو چاہنا ہوا۔ ایک دن اپنے دوستوں سے کہا کہ کون سی چیز سب سے بہتر ہے۔ دوستوں نے کہا حضرت

آپ فرمائیں۔ کہا کہ وہ ولی جس کے دل میں ہمہ وقت بس اسی کی یاد ہو۔

حضرت شیخ ابوعلی رودباری قدس سرہٗ

آپ کے والد کا نام محمد بن قاسم بن منصور ہے۔ آپ شاہی خاندان سے ہیں اور سلسلہ نسب شاہ کسریٰ تک پہنچتا ہے۔ ابو عبد رودباری کے ماموں ہیں اور حضرت جنید بغدادی کے بے واسطہ مرید ہیں۔ آپ کی وفات ۳۲۲ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک مصر میں ہے۔

حضرت شیخ بوعلی کاتبؒ

آپ کے آباؤ اجداد مصر کے رہنے والے تھے، اکثر مشائخ سے آپ کو شرف صحبت حاصل تھا۔ شیخ بوعلی رودباری سے بیعت ہیں۔ آپ فرماتے کہ جب کوئی مشکل مجھے پیش آئی۔ حضرت محمد رسول اللہ کو خواب میں دیکھتا اور آپ سے اس کا حل معلوم کر لیتا۔
آپ کی وفات ۳۴۶ھ میں دوسری روایت میں ۳۵۶ھ کو ہوئی۔ مزار مصر میں ہے۔

شیخ ابوعثمان مغربی قدس سرہ

آپ کا نام سعید بن مسلام ہے۔ مغرب کے رہنے والے ہیں۔ ابوالحسن صالح دینوری کے شاگرد رشید اور شیخ علی کاتب کے مرید۔ شیخ یعقوب نہر جوری۔ حبیب مغربی اور ابو عمرو زجاج وغیرہ کی صحبتوں میں آپ رہتے تھے۔ برسوں مکہ معظمہ کے مجاور رہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ بیس سال کامل مکہ معظمہ میں رہے۔ اور احترام میں کبھی حرم شریف میں آپ نے پیشاب تک نہیں کیا۔ ۳۷۳ھ میں آپ کی وفات نیشاپور میں ہوئی۔ اور مزار مبارک حضرت ابوعثمان جرمی اور عثمان نصیبی کے پہلو میں نیشاپور میں ہے۔

شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمہ اللہ

آپ کا نام علی ہے اور نسبت ارادت باطنی آپ کو دو سلسلہ سے حاصل ہے۔ ایک شیخ عثمان مغربی سے۔ دو واسطہ سے شیخ جنید بغدادی تک پہنچتی ہے۔ اور دوسری نسبت شیخ حسن خرقانی سے بواسطہ شیخ بایزید بسطامی کے صاحب کشف المحجوب ابتدائی دور میں

ان کی صحبت میں پہنچے۔ وہ لکھتے ہیں کہ آپ اپنے وقت کے قطب اور مدار علیہ گزرے ہیں شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ آپ کی وفات ۴۵۱ھ میں ہوئی۔

شیخ ابوعلی فارندی قدس سرہٗ

آپ کا نام نفیس محمد بن محمد ہے۔ فارند کے رہنے والے تھے جو مضافات طرس میں ایک قریہ ہے آپ کو خراسان کا شیخ الشیوخ کہا جاتا تھا۔ امام قشیری کے شاگرد اور شیخ ابوالقاسم گرگانی سے مرید تھے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے ملاقات وصحبت کا شرف حاصل تھا آپ کی وفات ۴۷۷ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک مقام طوس میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ یوسف بن ایوب ہمدانیؒ

آپ کی کنیت ابویعقوب ہے۔ اور آپ کے آباواجداد ہمدان کے باشندے تھے۔ شیخ بوعلی فارندی سے بیعت ہیں شیخ ابواسحٰق شیرازی سے بھی کسب فیض حاصل کیا۔ شیخ عبداللہ جونی اور شیخ حسن سمنانی سے صحبت رکھتے تھے۔ بغداد میں جب آپ تشریف لے گئے تو حضرت غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اکثر آپ کی مجلسوں میں حاضر رہتے۔ مذہبًا حنفی تھے۔ سلسلہ خواجگان کے سردار ہیں۔ آپ کی ولادت ۴۴۰ھ میں ہوئی۔ اور آپ کی وفات ۵۳۵ھ میں مروسال کے راستہ میں ہوئی قبر مبارک مرو میں ہے۔ آپ کے چار خلیفہ ہوئے۔ خواجہ عبداللہ برقی۔ خواجہ حسن انداقی۔ خواجہ احمد یسوی اور خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمہم اللہ۔

حضرت خواجہ حسن انداقیؒ

آپ کی کنیت ابومحمد اور نام حسن بن حسین ہے۔ انداق کے باشندے ہیں جو بخارا کے نواح میں ایک موضع ہے۔ آپ کی ولادت ۴۶۲ھ میں اور وفات ۵۵۲ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک بخارا میں دروازہ کلاباد کے باہر شیخ ابوبکر اسحاق کلابادی کے مزار سے متصل ہے۔

حضرت خواجہ احمد یسویؒ

آپ کی جائے پیدائش مقام یسی ہے۔ جو ترکستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ آپ صاحب

کرامات اور مقامات عالیہ کے حامل تھے۔ ایام طفولیت میں باب ارسلان کے منظور نظر تھے، جو ترک کے مشائخ عظام سے گزرے ہیں۔ باب ارسلان نے آپ کو حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور بشارات پر تربیت کیا۔ اور باب ارسلان کی خدمت میں ہی کچھ مرتبے آپ نے طے کر لیے تھے اور خواجہ یوسف ہمدانی کی صحبت میں تصوف کے باقی مدارج کی تکمیل کی اور حضرت یوسف ہمدانی کے بلند مرتبہ خلیفہ ہوئے اور منصور آتا۔ سعید آتا، سلیمان آتا اور حکیم آتا آپ کے خلیفہ گزرے ہیں۔

حضرت خواجہ احمد یسوی کی وفات ۵۶۲ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک مقام یسی میں ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ

آپ کے والد کا نام امام عبدالجمیل ہے۔ آپ کی والدہ روم کے بادشاہوں کی اولاد میں سے تھیں۔ سلسلہ خواجگان کے سردار تھے۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کی نسبت آپ کی طرف ہے۔ علوم ظاہری و باطنی میں عالم کامل گزرے ہیں۔ اتباع سنت۔ شریعت حقہ آپ کا طریقہ تھا۔ حضرت خضر نے آپ کو اپنی فرزندی میں لینا قبول کیا تھا۔ معرفت الٰہی کے سمندر بے پایاں میں غوطہ لگانا اور گہرائی قلب سے ذکر الٰہی میں مشغول رہنا حضرت خضرؑ سے سیکھا تھا۔ جب خواجہ یوسف ہمدانی بخارا پہنچے تو آپ ان کی صحبت میں حاضر رہنے لگے۔ اور خرقہ ولایت آپ سے پہنا، ولایت کے اس درجہ پر پہنچے ہوئے تھے کہ ایک وقت نماز کے لیے کعبہ میں جاتے اور نماز وہاں پڑھ کر واپس آتے۔

آپ کی ولادت شریف غجدوان میں ہوئی۔ غجدوان چھ فرسنگ فاصلہ پر ایک قصبہ کا نام ہے وہیں آپ کی پرورش ہوئی۔ آپ نے خود فرمایا "ہوش دارم و نظر بر قدم سفر در وطن خلوت در انجمن"

آپ کی وفات ۵۷۵ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک غجدوان میں ہے۔

حضرت خواجہ عارف ریوکری قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجہ عبدالخالق کے مرید اور خلیفہ تھے آپ کی جائے ولادت اور جائے وفات موضع ریوکری ہے اور وہیں آپ کا مزار مبارک بھی ہے۔ ریوکر مضافات بخارا کے ایک قصبہ کا نام ہے۔ آپکی وفات ۶۱۵ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ محمود الخیر فغنویؒ

آپ خواجہ عارف ریوکری کے مرید اور خلیفہ تھے، آپ کی ولادت شریف مقام الخیر فغنون

ہے جو بخارا کے مضافات میں ایک قصبہ ہے ، آپ کی وفات ۵۱۵ھ میں ہوئی آپ کا مزار بخارا میں ہے۔

حضرت خواجہ علی رامتینی قدس سرہ

سلسلہ خواجگان میں آپ حضرت عزیز کے لقب سے مشہور ہیں اور خواجہ محمود الخیر فغنوی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ بڑے درجہ اور کرامات کے حامل تھے۔ آپ سے نقل ہے آپ نے فرمایا اگر روئے زمین پر عبد الخالق غجدوانی کے فرزندوں میں سے ایک بھی ہوتا تو حسین بن منصور ہرگز دار پر نہ چڑھائے جاتے ، اس جگہ فرزندوں سے مراد آپ کے مریدوں سے ہے آپ کی ولادت شریف مقام رامتین میں ہوئی جو بخارا کے قریب ایک قصبہ ہے وفات ۷۲۱ھ میں ہوئی۔ عمر شریف ۱۳۰ سال تھی۔ مزار مبارک خوارزم میں ہے۔

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ

آپ حضرت عزیز کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ اور خواجہ بہاء الدین نقشبند کو فرزندی میں قبول کیا ہے۔ آپ اپنے مریدوں میں فرماتے تھے کہ یہ ایسا شخص ہے کہ جس کی بو ہم کو آتی تھی۔ وہ وقت قریب ہے کہ یہ زمانہ کا پیشوا اور امام ہوگا۔ پھر آپ نے اپنے مرید اور خلیفہ سید میر کلال کی طرف منہ کیا اور فرمایا کہ میرے لڑکے بہاء الدین کے معاملہ میں شفقت و عنایت میں تم کسی طرح کی کوتاہی نہ کرنا۔ اگر تم نے اس معاملہ میں ذرا بھی کوتاہی کی تو میں معاف نہیں کروں گا۔ میر کلال مؤدب کھڑے ہو گئے دونوں ہاتھ سینہ پر رکھے اور عرض کیا کہ اگر میں کوتاہی کروں تو مرد نہیں۔ آپ کی ولادت رامتین کے قصبہ سماسی میں ہوئی ، مزار بھی اسی قصبہ میں ہے۔

حضرت سید امیر کلال قدس سرہٗ

آپ خواجہ محمد بابا سماسی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ کی ولادت مقام سوخار میں ہوئی۔ اور وفات صبح کو جمعرات کے دن ۸ رجمادی الاول ۷۷۲ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار سوخار میں ہے

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ

آپ کا نام محمد بن محمد البخاری ہے۔ آپ کو نقشبند کہنے کی وجہ رسالہ بہائیہ میں جو مقامات

خواجہ میں ہے ، یہ لکھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اور والد دونوں کمخواب کے کپڑے بننے اور ان پر نقوش بنانے میں مشغول رہتے تھے اور یہی روایت مولانا عبدالرحمٰن جامی کے مکتوبات میں ملی ہے ۔ آپ سلسلہ خواجگان نقشبندیہ کے سرتاج ہیں اور آپ کو خواجہ محمد بابا سماسی نے فرزندی میں قبول فرمایا تھا آپ سید میر کلاں کے مرید ہیں ۔ آپ اویسی بھی ہیں اور روحانی نسبت آپ کو خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ سے حاصل ہے ۔ اور آپ نے قثم شیخ وخلیل آتا مشائخ ترکستانی کی خدمت وصحبت سے فیض وبرکات حاصل کی ہیں اپنے زمانہ کے غوث اور اولیائے وقت کے قبلہ وامام گزرے ہیں ہر خاص وعام آپ سے خوش عقیدگی رکھتا تھا ۔ آپ شریعت مطہرہ کی سختی سے پابندی کرتے تھے ۔ مذہبًا حنفی تھے ۔ امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے ۔ اس سلسلہ کے اکثر مشائخ حنفی المذہب گزرے ہیں ۔ خواجہ بزرگ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے طریقہ میں جہر وخلوت اور سماع کا جواز ہے ؟ فرمایا نہیں ۔ پھر آپ سے پوچھا کہ آپ کے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے ؟ فرمایا ظاہر میں خلق خدا پر اور باطن میں حق تعالےٰ پر ؎

از دروں شو آشناؤ وز بیروں بیگانہ باش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں ،

دیگر

دائم ہمہ جا و باہمہ کس در کار
میدار نہفتہ چشم و دل جانب یار

روایت ہے کہ حضرت خواجہ کے کوئی لڑکا اور لڑکی یعنی اولاد نہیں تھی ۔ جب اس کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بندگی خواجگی کے ساتھ زیب نہیں دیتی ۔ پھر آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا سلسلہ کسی ایک جگہ پر جا کر منتہی ہوتا ہے ۔ فرمایا کہ کوئی سلسلہ بھی کسی جگہ پر منتہی نہیں ہوتا ۔ پوچھا گیا کہ سماع کی بابت آپ کی کیا رائے ہے ۔ فرمایا نہ میں انکار کرتا ہوں اور نہ اس کام کو کرتا ہوں ۔

حضرت خواجہ بزرگ کی کرامات وخوارق اس درجہ ہیں کہ ان کا عشر عشیر بھی بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ آپ کی والدہ ماجدہ سے نقل ہے آپ نے فرمایا کہ میرا لڑکا خواجہ بہاءالدین جب چار سال کا تھا اس نے گائے کی بابت کہا کہ یہ ہماری گائے سفید پیشانی کا بچہ دے گی چند مہینہ کے بعد اس صورت کا بچہ گائے نے دیا ۔

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے جس دن حاجی قربانی کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ ہم بھی ایک لڑکا رکھتے ہیں، ہم نے بھی راہ خدا میں اس کو قربان کر دیا۔ جو مرید و درویش سفر میں ہمراہ تھے، سب نے اس دن اور تاریخ کو نوٹ کر لیا، جب بخارا واپس گئے اور تحقیق کیا تو معلوم ہوا حضرت کا لڑکا اسی دن فوت ہوا تھا۔

زندگی میں جو تصرف آپ کو حاصل تھا، وفات کے بعد بھی اسی طرح تصرف حاصل ہے۔
آپ کی ولادت ماہ محرم میں ۷۱۸ھ میں قصر عارفان میں ہوئی، اور وفات دوشنبہ کی شب کو ۳ر ربیع الاول ۷۹۱ھ میں واقع ہوئی، آپ کی عمر ۷۳ سال کی تھی۔ مزار مبارک بخارا کے قریب قصر عارفان میں ہے۔ حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے سامنے یہ شعر پڑھا جائے

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو

حضرت کے مرید بہت ہیں۔ ماوراء النہر کے اکثر باشندے آپ ہی سے بیعت ہیں زیادہ مشہور اور کامل ترین ہستی خواجہ پارساؒ، خواجہ علاؤ الدینؒ عطار، ملا یعقوبؒ چرخی اور خواجہ علاؤ الدینؒ غجدوانی ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ

آپ کا نام محمد بن محمد بن محمود الحافظی البخاری ہے۔ لقب پارسا ہے۔ یہ لقب خواجہ بزرگ کا عطا فرمودہ تھا۔ خواجہ بزرگ نے اپنے مرض الموت میں حضرت کی عدم موجودگی میں اپنے مریدوں سے حضرت کی بابت فرمایا۔ ہمارے وجود کی غرض و غایت درحقیقت ان کا وجود ہے۔ ان کو ہم نے جذب و سلوک کے ہر دو طریقہ سے تربیت کیا ہے۔ اگر وہ روشن ہو جائے تو ساری دنیا اس سے منور ہو سکتی ہے۔ محرم کے مہینہ میں ۸۲۲ھ کو طواف بیت الحرام کے لیے زیارت نبی صلعم کو جب آپ نے سفر کیا۔ راستہ میں جگہ جگہ مشائخ و علماء آپ کے استقبال و احترام میں آپ کی پیشوائی کے لیے حاضر تھے۔ جب آپ مکہ معظمہ میں پہنچے اور ارکان حج ادا فرمائے پھر آپ علیل ہو گئے، اور وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ چہار شنبہ ۲۳ر ذی الحجہ کو آپ مدینہ پہنچے اور پنجشنبہ ۲۴ر ذی الحجہ کو آپ کا وصال ہو گیا۔ شب جمعہ کو آپ کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ مزار مبارک جنت البقیع میں حضرت امیر المومنین عباس رضی اللہ عنہ کے جوار میں واقع ہے۔

آپ کی عمر شریف ۷۳ سال کی تھی۔

حضرت خواجہ ابو نصر پارسا رح

لقب برہان الدین اور حافظ الدین ہے - خواجہ محمد پارسا کے فرزند ہیں - اور آپ کے مرید بڑے کامل و عارف گزرے ہیں - نفحات میں لکھا ہے کہ آپ کے علوم و معرفت اور طریقت کا درجہ اپنے والد ماجد کے درجہ تک پہنچا ہوا تھا - نفی وجود اور بذل موجود کی صفات میں آپ والد ماجد سے بڑھے ہوئے تھے - سفر حجاز میں آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ تھے - آپ نے فرمایا کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا - میں سرہانے موجود نہ تھا - جب میں حاضر ہوا اور آپ کے روئے مبارک کو دیکھنے کے لیے میں نے منہ کھولا آپ نے آنکھیں کھولیں اور مسکرائے میری بے چینی اور زیادہ ہوگئی - میں نے اپنا منہ والد صاحب کے پائے مبارک پر رکھ دیا آپ نے اپنے پاؤں کھینچ لیے -

خواجہ ابو نصر پارسا کی وفات ۸۶۵ھ کو ہوئی، مزار مبارک بلخ کے نواح میں کسی موضع میں واقع ہے -

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رح

آپ کا نام محمد بن محمد البخاری ہے - آپ کے آبا و اجداد خوارزم کے رہنے والے تھے - خواجہ بزرگ کے ارشد مرید اور خلیفہ تھے - خواجہ بزرگ نے اپنی حیات میں اپنے بہت سے مریدوں کی ہدایت وارشاد آپ کے سپرد کر دی تھی - خواجہ بزرگ فرماتے تھے کہ علاؤالدین نے ہمارا کام بہت ہلکا اور آسان کر دیا ہے - خواجہ بزرگ کی صاحبزادی آپ کے فرزند خواجہ حسن عطار کے گھر میں تھیں - چنانچہ خواجہ احرار سے روایت ہے کہ خدمت خواجہ حسن حضرت خواجہ بزرگ کے داماد تھے -

آپ کی وفات عشاء کی نماز کے بعد چہار شنبہ کی شب کو ۲۰ رجب المرجب ۸۰۲ھ کو ہوئی - مزار توجغانیاں کے ایک گاؤں میں ہے - آپ کی وفات دوشنبہ عید الاضحیٰ کی شب کو ۸۲۶ھ کو واقع ہوئی -

مولانا یعقوب چرخی رحمہ اللہ

آپ کی اصل موضع چرخ سے ہے - چرخ ایک قصبہ ہے نواح غزنین سے یہ احقر وہاں ہو آیا ہے آپ کے اجداد کے مزارات اسی جگہ میں ہیں - آپ خواجہ بزرگ سے بے واسطہ مرید ہیں - پہلی مرتبہ جب آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ہم کوئی کام خود

سے نہیں کرتے، آج رات ہم دیکھتے ہیں اگر تجھ کو انہوں نے قبول کر لیا تو ہم بھی قبول کرلیں گے۔ مولانا یعقوب چرخی نے فرمایا کہ میرے اوپر اس رات سے زیادہ سخت کوئی رات نہیں ہوئی آیا میرے لیے کیا حکم ہوتا ہے، صبح کو جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کہ تجھے قبول کر لیا گیا ہے۔ اور خواجہ علاؤ الدین عطار کے سپرد کیا ہے۔ خواجہ بزرگ کے انتقال کے بعد علاؤ الدین عطار کی صحبت میں آپ کے مرتبہ کمال پر پہنچے۔ اور علوم ظاہری و باطنی میں جامع ہوئے۔ آپ کی ولادت مقام غزنین میں ہے، مزار مبارک موضع ملفقو میں ہے جو حصار شادمانی کے مواضعات میں سے ایک موضع ہے۔

حضرت خواجہ عبداللہ قدس سرہ

آپ کا لقب ناصر الدین احرار ہے۔ والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ محمود بن شہاب الدین ہے۔ آپ کے جد امجد بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی کے کامل ترین مریدوں میں تھے۔ سلسلۂ خواجہ احراری کے سرتاج ہیں۔ اور طریقت کے مقتدی اور راہ حقیقت کے راہنما ہیں۔ ماوراء النہر اور خراسان کے لوگ آپ کو بہت بڑا مانتے تھے۔ اور آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ کرامات و خوارق عادات آپ سے بے شمار ظاہر ہوتی ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ کو آپ سے کمال اخلاص اور حسن اعتقاد تھا۔ چنانچہ اپنی بعض تصنیفات کو ان کے نام سے معنون کیا ہے اور آپ کو بجائے اپنے بیٹے کے سمجھتے تھے۔ حضرت خواجہ کو بھی آپ سے بے حد محبت اور خلوص تھا۔ تین مرتبہ مولانا جامیؒ نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ جب آخری مرتبہ مولانا جامی کو آپ نے دیکھا تو فرمایا آپ نے تمام محاسن سفید کر لیے۔ جامی نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا ؎

پیرانہ سر کشیدم سر در رہ سگانت
موئے سفید کردم جاروب آستانت

کہتے ہیں کہ خواجہ احرار کے پاس مال و زمینداری کافی تھی۔ سب مال و دولت خدا کی راہ میں صرف کر ڈالتے تھے۔ جب سال آخر ہوتا تو انبار کے انبار لگ جاتے۔ یہ بھی حضرت خواجہ کی کرامت تھی۔ مولانا کی شان میں آپ نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

ہزاراں مزرعہ در زیر گشت ست — کہ زاد رفتن راہ بہشت ست
دریں مزرعہ نشاند تخم دانہ — درآں عالم نہد انبار خانہ

آپ کی ولادت ماہ رمضان ۸۰۶ھ میں تاشقند کے ایک قریہ باغستان میں ہوئی، اور آپ کی وفات

سینچر کی رات ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو ہوئی - آپ کی عمر چند مہینہ کم نوے سال کی ہوئی - مزار مبارک سمرقند میں ہے -

حضرت مولانا نظام خاموش رح

آپ مولانا نظام الدین خاموش کے کامل و فاضل ترین مریدوں میں ہیں - علوم ظاہری و باطنی میں آپ کو کافی دسترس حاصل تھی - شرع شریف کے سختی سے پابند تھے - جب آپ خراسان تشریف لے گئے تو سید قاسم تبریزی، مولانا ابویزید بورانی اور شیخ بہاء الدین کی صحبت میں تمام عمر رہے - مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ نے کتاب نفحات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے مرید کو خواب و بیداری میں فرق بتا رہے تھے کہ اس وقت تک یہ فرق نہیں معلوم ہو سکتا کہ تم خود سو جاؤ - ورنہ خواب و بیداری دونوں حالت میں ان کی مشغولیت کی حالت یکساں ہے بلکہ خواب کی حالت میں بعض موانع مرتفع ہوتے ہیں - مجھے ایسا گمان ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ فرما رہے تھے اپنی کیفیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا - آپ کی وفات چہار شنبہ کو نماز کی حالت میں ۷ جمادی الآخر ۸۶۰ھ میں ہوئی - مزار آپ کا ہرات کے خیابان میں ہے -

مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ

آپ کا اصل لقب عماد الدین ہے - لیکن مشہور لقب نورالدین ہے - تخلص جامی - والد ماجد کا نام احمد بن دشتی - دشت اصفاہان کے محلات میں سے ایک محلہ کا نام ہے - آپ حنفی المذہب تھے اور عوام میں جو آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ شافعی المذہب تھے، یہ غلط اور بے بنیاد ہے چنانچہ ایک شخص نے حضرت مولانا زین الدین قواس سے اس سلسلہ میں استفسار کیا، آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے غلط اس چیز کو مشہور کر دیا ہے - اس کی کوئی حقیقت نہیں - بجز اس کے کہ شیخ سعید خرقانی کی کتاب چہار مذہب کو آپ مکہ معظمہ سے اپنے ہمراہ لائے تھے اور اس میں سے بعض محتاط مسائل پر عمل فرماتے تھے - مثلاً عورت کو چھو کر وضو کرنا، اعضاء نہانی کو اگر ہاتھ لگ جائے تو وضو کرنا وغیرہ چند مسائل پر عمل کرنے کی وجہ سے لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی - کہ آپ شافعی المذہب ہیں - اگرچہ ایسا نہیں تھا -

حضرت مولانا عارف کامل اور علوم ظاہری و باطنی میں بڑے ماہر اور جامع تھے، ماوراء النہر

خراسان کے امام و پیشوا تھے۔ اپنے وقت کے امام گزرے ہیں۔ سلطان حسین مرزا کو آپ سے کمال خلوص اور عقیدت تھی۔ حضرت سعدالدین کاشغری کے ارشد مریدین میں تھے۔ جب آپ مولانا سعدالدین کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے فرمایا کہ آج ہمارے چنگل میں ایک شہباز پھنسا ہے۔ تین واسطوں سے خواجہ بزرگ سے آپ کو نسبت ہے۔ طفولیت کے زمانہ میں آپ خراسان میں تھے خواجہ محمد پارسا کی صحبت میں عرصہ تک رہے حضرت خواجہ نے آپ کو تبرکاً نبات کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا۔

خواجہ احرار قدس سرہ کو آپ سے بڑی عقیدت تھی اور آپ کا بڑا احترام کرتے تھے چنانچہ انتہائی محبت اور کمال عقیدت میں اپنے مکتوبات میں لفظ عرضداشت لکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ خراسان میں ایک آفتاب ہے۔ پھر لوگ چراغ کی روشنی میں ماوراء النہر میں کیوں آتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ آپ کو حضرت مولانا سے اس درجہ عقیدت تھی کہ کبھی اپنی درویشی اور کرامات کا اظہار نہیں فرماتے تھے بلکہ یوں کہتے تھے کہ کشف و کرامات پر اعتماد نہیں۔ اپنے کو کبھی علم ظاہری کے بھیس میں، اور کبھی شعر و شاعری کے لباس میں پوشیدہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس طریقہ میں اپنے کو پوشیدہ رکھنا پہلی شرط ہے۔ حاشا کہ کبھی آپ کے ذہن میں شعر و شاعری کے پیشہ کا خیال آتا ہو۔ کسی وقت بھی آپ قلبی ذکر سے خالی نہیں رہتے تھے۔ علم و فضل میں ایک بحر ذخار تھے۔ ایسے ذی علم و فضل کم لوگ گزرے ہیں۔ حق تعالیٰ نے آپ کو نفس قدسی عطا کیا تھا۔ آپ کے اشعار کا تمام دفتر حقائق و معارف پر مشتمل ہے۔ حضرت مولانا پر ابتدائے عمر سے آخر تک کمال عشق و جذبۂ محبت کا غلبہ رہا۔ چنانچہ آپ نے اس کا خود بھی اظہار کیا ہے ؎

لذت عشق فرد رفتہ مرا در رگ و پے
عشق می گویم و جان میدہم از لذتِ وے

دیگر

غم عشق از دل کس کم مبادا　　دلے بے عشق در عالم مبادا
متاب از عشق او گر خود مجاز یست　　کہ آں بہر حقیقت کارساز یست

اگرچہ ظاہر میں آپ کے دل میں جمال و حسن الٰہی سے خاص تعلق تھا اور اس میں کسی کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کرتے تھے: رباعی　کار جامی عشق خوبانست ہر سو عالمی
درپئ انکارِ او او ہمچناں در کار خویش

یہ جذبہ حسن و جمال پرستی اس وجہ سے تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ کتنا ہی بڑا عارف کامل ہو جب تک اس

کو محبوب ازلی سے عشق کامل نہ ہوگا اس کو کچھ بھی نظر نہیں آسکتا، اور کسی چیز کو بھی حاصل کرنا چاہے گا کچھ بھی اس کو حاصل نہیں ہوگا۔ آخر عمر میں تمام تعلقات سے یکسر منحرف ہو گئے تھے اور فرماتے کہ محبت نام ہے ہر چیز سے قطع تعلق کر لینے کا، اس کی رضا۔ رضا الٰہی ہو اور بس ؎

با عشق تو ام ہوا نماند ست و ہوس ۔۔۔ باآتش سوزندہ چساں ماند خس

خواہد ز تو مقصود و دل خود ہمہ کس ۔۔۔ جامی از تو ترا ہمیں خواہد و بس

آخر زمانہ میں سوائے طلب الٰہی کے اور کوئی طلب آپ کو نہ تھی۔ آپ فرماتے تھے ؎

ہست مراد ہر کسے چیز دگر از ہم ایں جہاں

نیست مرادِ غیر تو جامی نامراد را

آپ ہر وقت ذوق اور وجد کی حالت میں سرشار رہتے تھے۔ کئی مرتبہ سماع فرماتے تھے اور آخر زمانہ میں جب آپ معراج کمال پر فائز تھے آپ فرماتے تھے ؎ رباعی

خوش وقت کسیکہ می دریں خم خانہ ۔۔۔ از خم بسبو کشد نہ از پیمانہ

صد بار اگر نیست شود عالم ہست ۔۔۔ واقف نہ شود کہ ہست عالم یا نہ

حضرت مولانا جامیؒ کو قدرت نے ایسی طبیعت اور سمجھ عطا فرمائی تھی کہ بہت کم لوگوں کو ملی ہو گی۔ آپ نہایت خلیق اور ملنسار تھے، گفتگو کا لہجہ نہایت نرم اور دلچسپ ہوتا تھا۔ گفت گو میں ظرافت آمیز جملے اور حکیمانہ باتیں ہوتیں۔ تصانیف کی تعداد تقریباً ۴۴ ہیں۔ لفظ جام کے جتنے عدد ہوتے ہیں اتنی ہی آپ کی تصانیف کی تعداد ہے۔ اور آپ کی تمام تر تصانیف نہایت مشہور اور مقبول خواص و عام ہیں۔ کسی کو کسی قسم کا اعتراض نہیں۔ شواہد النبوۃ اور نفحات الانس جو حکیمانہ و عارفانہ لطائف و نکات پر مشتمل ہے گویا آپ کی تصانیف کی دو آنکھیں ہیں۔ مثنوی میں یوسف و زلیخا اور غزلیات میں دیوان اول اپنی آپ مثال ہیں۔ اس خاکسار کے زیر مطالعہ حضرت کی تصانیف کے نظم و نثر کے مجموعے ہر وقت رہتے ہیں۔ آپ کے کلام کی برکت اور حقیقت سے بیشمار فوائد حاصل ہیں یہ کتاب بھی میں نے حضرت کی شاگردی اور اتباع کی وجہ سے لکھی ہے حضرت کے کلام میں فصاحت و بلاغت اور سوز و گداز بھرا ہوا ہے۔ اس زمانہ کے علماء میں سے ایک عالم آپ کے حق میں طعن و تشنیع اور سوء عقیدگی کا اظہار کرتا تھا اور آپ کی شان کے نامناسب باتیں کہتا تھا، اس خاکسار نے کئی مرتبہ اس کو ایسا کہنے سے روکا اور سمجھایا، جب اس کا انتقال ہوا تو ایک عالم باعمل اور فاضل اجل نے اس عالم بدعقیدہ کو خواب میں دیکھا کہ سخت پریشان ہے،

اس سے پوچھا کہ کیوں پریشان ہے۔ کہنے لگا کہ میں جنت میں جانا چاہتا تھا کہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ تشریف لائے اور میرا دامن پکڑ کر مجھے کھینچ لیا اور اندر جانے سے روک دیا۔ اور کیوں کہ اس خاکسار کو حضرت سے جو عقیدت تھی اس عالم کو معلوم تھا۔ میرا نام لیا۔ اور عرض کیا کہ وہ مولانا جامی سے کہہ دیں کہ وہ مجھے معاف کر دیں اور جنت میں جانے دیں۔

آپ کی ولادت ۲۶ شعبان ۸۱۷ھ کو حریرہ و جام میں ہوئی۔ آپ کی عمر ۸۱ سال کی تھی۔ وفات خواجہ احرار کی وفات کے تین سال بعد ۸۹۸ھ کو ۱۸ محرم جمعہ کے دن ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک خیابان ہرات میں واقع ہے اپنے پیرو مرشد کے پہلو میں آسودہ ہیں، آپ کا جنازہ اٹھاتے وقت سلطان حسین مرزا کو سب حاضرین جنازہ نے دیکھا کہ آپ موجود ہیں۔

حضرت مولانا عبدالغفور لاری قدس سرہٗ

آپ کا لقب رضی الدین تھا۔ لار کے قدیمی باشندے اور وہاں کے اعیان و اشراف میں آپ کا شمار تھا۔ حضرت سعد عبادہؓ کی اولاد میں ہیں جو قبیلہ انصار اور قبیلہ خزرج سے تھے، آپ مولانا جامی کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔ حضرت جامی نے آپ کے حق میں فرمایا ؎

آنجا کہ فہم و دانش مرعی بود نسکارے
بازیست تیز رفتار عبدالغفور لارے

مولانا جامی بہت کم مرید کرتے تھے۔ آپ کا فرمان ہے کہ ایک کامل مرید کا ہونا بس کافی ہے اور یہ اشارہ عبدالغفور لاری کی طرف تھا جو نہایت کامل اور علوم ظاہری و باطنی میں پوری مہارت و قدرت رکھتے تھے، آپ ہی نے شرح ملا اور نفحات الانس پر حاشیہ لکھا ہے۔ مشکل لغات و الفاظ کا حل بھی آپ ہی نے کیا ہے اپنے پیر سے کمال خلوص اور عقیدت رکھتے تھے۔ وفات کے وقت اپنے پیر کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ کی وفات طلوع آفتاب کے بعد بروز یکشنبہ ۵ شعبان ۹۱۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مقدس اپنے پیر کی آغوش میں خیابان ہرات میں واقع ہے کیسا خوش نصیب اور سعادت مند مرید ہے جسے وفات کے بعد بھی اپنے پیر کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہے۔

حضرت خواجہ عبدالشہید قدس سرہٗ

آپ کے والد ماجد کا نام خواجہ بن حضرت خواجہ عبداللہ احرار ہے۔ آپ جب پیدا ہوئے

توخواجہ کے والد، حضرت خواجہ احرار کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت نے گود میں لے کر فرمایا کہ یہ لڑکا عارف کامل ہوگا۔ حضرت کے فرمان کی برکت سے خواجہ عبدالشہید کو خدا نے ظاہری اور باطنی کمالات پر فائز کیا۔ آپ سے کرامات وخوارق بہت ظاہر ہوئے آپ ہند تشریف لائے تو اہل ہند نے آپ کا شایان شان احترام کیا، اور بہت سے لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ کا طریق راہ سلوک میں حضرت خواجہ کے طریقہ کے مطابق تھا، ۹۸۲ھ تک اٹھارہ سال آپ ہندوستان میں مقیم ہوئے آپ نے فرمایا کہ اب ہمارے کوچ کا وقت قریب ہے۔ فرمایا کہ ہم کو حکم ہوا ہے کہ ہم اپنی ایک مشت ہڈیوں کے ڈھانچہ کو سمرقند میں جا کر اپنی قبر آخری آرامگاہ میں پہنچا دیں۔ چنانچہ آپ سمرقند کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر دو تین دن بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ مزار مبارک حضرت خواجہ احرار کے پہلو میں ہے۔

حضرت خواجہ باقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے اویسی اور ظاہر میں مولانا خواجگی الکینی کے مرید ہیں، خواجہ کے کسی مرید نے کہا کہ حضرت خواجہؒ نے رحلت کے وقت اپنے تمام فرزندوں کو پاس بلایا اور پوچھا کہ ان چھوٹوں کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں، فرمایا ؎

فرزند بندہ ایست خدا را غمش مخور

آپ کی وفات ۱۰۱۲ھ کو ہوئی۔ عمر شریف صرف چالیس سال کی ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

ہاشم خواجہ و صالح خواجہ دہبیدی قدس اسرارہم

دہبید سمرقند کے مضافات میں ایک موضع کا نام ہے یہ دونوں بھائی بھائی تھے اور اپنے زمانہ کے امام اور ماوراء النہر میں مقتدا مانے جاتے تھے۔ اور ماوراء النہر کے تمام لوگوں کو آپ سے کمال عقیدت تھی۔ ہاشم خواجہ بڑے بھائی اور چھوٹے صالح خواجہ کے تھے۔ سمرقند میں رہتے تھے اپنے والد سے بیعت تھے۔ خواجہ کلاں اور آپ خواجہ کلاں جوئباری کے مرید تھے اور وہ خواجہ محمد کاشانی کے مرید تھے اور وہ مولانا محمد قاضی کے اور وہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے مرید۔ ہاشم خواجہ کی وفات دوشنبہ کو ماہ ربیع الاول ۱۰۴۲ھ کو ہوئی۔ قبر دہبید میں ہے۔ صالح خواجہ بلخ میں رہے۔ کرامات وخوارق دونوں برادران سے بہت ظاہر ہوئیں۔ آپ کی وفات ماہ محرم ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔ قبر بلخ میں ہے۔ عمر شریف ۸۰ سال تھی۔ احوال مشائخ سلسلہ نقشبندیہ قدس اسرارہم تمام ہوئے۔

سلسلہ شریفہ چشتیہ جو حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تک منتہی ہوتا ہے

حضرت خواجہ عبدالواحد زیدؒ

آپ کے آبا و اجداد بصرہ کے قدیمی باشندے تھے۔ حسن بصریؒ سے بیعت اور امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں! خرقہ ارادت آپ نے ان سے ہی پہنا ہے۔ چونکہ حضرت حسن بصریؒ کا ذکر صحابہ کرامؓ کے تذکرہ کے بعد ہے۔ اس لیے اس سلسلہ میں ابتداء میں ذکر نہیں کیا گیا آپ بڑے درجہ کے مالک تھے خوارق و کرامات آپ سے بہت ظاہر ہوئی ہیں۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ درویشوں کی ایک جماعت پر بھوک کا غلبہ تھا اور یہ سب حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ حلوہ کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ اور کچھ بھی موجود نہ تھا۔ خواجہ نے آسمان کی طرف منہ کیا اور حق سبحانہ سے اس جماعت کے حق میں دعا فرمائی۔ اسی وقت سرخ سرخ دینار آسمان سے برسنا شروع ہو گئے۔ حضرت نے مریدوں سے فرمایا، حلوا کے لیے جس قدر دینار کی ضرورت ہو ان میں سے اٹھا لو اور حلوا لاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سب نے حلوا کھایا، لیکن خواجہ نے نہیں کھایا، اور آپ کے نہ کھانے کا سبب یہ معلوم ہوا کہ ان دیناروں کا گرنا حضرت کی کرامت سے تھا۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ اپنی کرامت سے حاصل کی ہوئی چیز میں سے اپنی خوراک حاصل کریں۔ کیونکہ یہ حضرات محنت و مشقت سے حاصل کر کے خوراک کھاتے ہیں، چنانچہ ایک درویش کسی جنگل میں پیاسا ہوا۔ اس کے لیے آسمان سے ایک سنہری پیالہ پانی سے بھرا ہوا آیا۔ اس درویش نے کہا خدا کی قسم میں اس میں سے ذرا بھی نہ پیوں گا مگر اس اعرابی کے ہاتھ سے جو میرے ایک تھپڑ رسید کرے اور پھر پانی پلائے، ورنہ میری کرامت سے پانی نہیں آ سکتا تو قادر و توانا ہے کہ میرے پیٹ میں پانی پیدا فرما سکتا ہے یعنی کرامات ظاہری مکر کے خطرے سے باہر نہیں آپکی وفات ۱۷۷ھ میں ہوئی۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ

کنیت ابو علی، اصل وطن کوفہ تھا۔ بعض روایت میں آپ کا اصل وطن خراسان ہے جو مرو

کے نواح میں ایک مقام ہے۔ ولادت سمرقند میں ہوئی، اور نشوونما بادر میں ہوئی ایک دوسری روایت میں آپ کو بخاری الاصل بتایا ہے۔ خواجہ عبدالواحد بن زید کے مرید اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید ہیں۔ ابراہیم ادھم، بشر حافی، سفیان ثوری اور داؤد طائی کے ہمعصر تھے معارف و حقائق میں یکتائے روزگار تھے۔ روایت ہے کہ ایک دن آپ نے اپنے چھوٹے لڑکے کو گود میں لے لیا۔ اس کے منہ کو چوما۔ جیسا کہ باپ کی عادت ہے بچے نے کہا۔ باپ آپ کو مجھ سے محبت ہے کہا ہاں۔ بچے نے کہا خدا سے آپ کو محبت ہے۔ فرمایا ہاں۔ بچے نے کہا کہ باپ ایک دل میں دو محبتیں رہ سکتی ہیں؟ باپ نے اب سمجھا کہ یہ بات کس نے کہلوائی ہے۔ ہاتھ سر پر مارا، بچے کو زمین پر ڈال دیا۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے، اور فرمایا کہ جو خدا سے ڈرتا ہے کسی چیز سے نہیں ڈرتا آپ نے فرمایا جب حق تعالےٰ بندے کو دوست کہتا ہے اس کو بہت رنج و غم دیتا ہے اور جب کسی کو دشمن رکھتا ہے دنیا اس پر کشادہ کر دیتا ہے، آپ نے فرمایا جو اپنے کو قیمتی جانتا ہے تواضع سے اس کو کوئی حصہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ہو سکے تو ایک جگہ ساکن ہو جاؤ، تاکہ کوئی تم کو نہ دیکھ سکے۔ اور نہ تم کسی کو دیکھ سکو کہ یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے فرمایا کہ جس طرح بہشت میں رونا قابل تعجب ہے اس سے زیادہ قابل تعجب یہ ہے کہ دنیا میں ہنسا جائے۔ فرمایا دنیا میں آنا بہت آسان ہے لیکن دنیا سے نجات پا جانا اور خلاصی حاصل کرنا بہت دشوار ہے فرمایا کہ اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ تو خدا کو دوست رکھتا ہے تو تو خاموش ہو جا۔ اگر تو نے انکار کیا تو کافر ہو جائے گا اور اگر ہاں کرے گا تو تیرا فعل خدا کے دوستوں کے موافق نہ ہوگا۔ آپ کی وفات ماہ محرم میں ۱۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک مکہ شریف میں مزارت معلیٰ میں واقع ہے۔

حضرت سلطان ابراہیم ادھم رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق، باپ کا نام ادھم بن سلیمان بن منصور بلخی ہے۔ آپ شاہی خاندان سے ہیں۔ ابتدا میں بلخ کے بادشاہ تھے، جوانی میں تائب ہوئے، نقل ہے کہ ایک رات تخت پر سو رہے تھے۔ نصف شب کے قریب چھت ہلنے لگی، آپ نے آواز دی کون ہے آواز آئی میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اس کو تلاش کرتا ہوں، آپ نے کہا کہ اونٹ چھت پر کس طرح آسکتا ہے آواز آئی اے غافل! تو خدا کو اطلس کے کپڑے پہن کر سونے کے تخت پر بیٹھ کر تلاش کرتا ہے یہ تو چھت پر اونٹ تلاش کرنے سے زیادہ عجیب بات ہے، اس بات کو سن کر سلطان ابراہیم کے دل

پر ایک ہیبت طاری ہوگئی، اور ایک فکر میں مبتلا ہوگئے دوسرے دن دربار عام کیا، ارکان دولت بھی موجود تھے، دفعتاً ایک ہیبتناک مرد اندر سے باہر آیا کہ کوئی اس کو اندر آنے سے نہ روک سکا۔ سلطان کے تخت کے پاس آکر کھڑا ہوگیا، سلطان نے پوچھا کیا ارادہ ہے پوچھا اس سرائے میں آسکتا ہوں۔ فرمایا یہ عام رباط نہیں ہے امیری سرائے ہے۔ کہا یہ سرائے تیرے پاس کس سے آئی، تجھ سے پہلے کس کے پاس تھی؟ کہا میرے باپ کے پاس۔ کہا اس سے پہلے کس کے پاس؟ کہا ان کے باپ کے پاس! کہا اس سے پہلے۔ کہا فلاں کے پاس۔ پھر اس طرح چند آدمیوں کو گنایا۔ پھر کہا یہ رباط تیرے پاس نہ رہے گی۔ ایک جاتا ہے، دوسرا آتا ہے، سلطان اس گفتگو سے بہت پریشان ہوگیا، پوچھا آپ کون ہیں۔ کہا کہ میں خضر ہوں، یہ سُن کر دل میں اور بھی خوف وہراس پیدا ہوا۔ اور بس سب دولت وتخت کو چھوڑ چھاڑ کر سلطان نے جنگل کی راہ لی۔ لوگوں نے ہاتف کو یہ کہتے سُنا کہ بیدار ہو قبل اس کے کہ موت کے بعد تجھے بیدار کیا جائے اور اس طرح چند بار ہاتف نے کہا! دفعتاً ایک ہرن آتا دیکھا۔ سلطان اس کے پیچھے ہولیا۔ ہرن کو خدا نے قوت گویائی عطا کی اور کہا کہ مجھے تمہارے شکار کرنے کو بھیجا ہے تو مجھے کیسے شکار کرے گا۔ یہ سُن کر سلطان کی حالت بدل گئی۔ کپڑے اتار پھینکے۔ حکومت وتخت کو ٹھوکر ماری، اور راہِ طریقت میں چلنا شروع کیا مکہ شریف پہنچے۔ امام اعظمؒ، سفیان ثوریؒ اور ابو یوسف غولیؒ کی صحبت رہنے لگے۔ امام اعظمؒ سے علم حاصل کیا۔ امام اعظمؒ آپ کو سیدنا کہا کرتے تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید قدس سرہ فرماتے تھے کہ ابراہیم ادھم اس جماعت علم کی کنجی ہیں۔ حضرت خضر کی صحبت میں رہتے تھے۔ خرقہ ولایت حضرت فضیل عیاضؒ سے پہنا تھا۔ تمام عمر اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے، زمانہ میں یکتا، شاہ ہر دو جہاں اور اپنے ہمعصروں کے سردار تھے۔ آپ سے کرامات کا اس درجہ ظہور ہوا ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ کہتے ہیں جب غیب سے دوا آتی تو آپ فرماتے کہ دنیا کے بادشاہ کہاں ہیں۔ آکر دیکھیں کہ یہ کیا معاملہ ہے اور یہ کیسا کاروبار ہے تاکہ اپنے ملک وحکومت سے ان کو شرم آئے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ کشتی میں سفر کیا۔ پیسے پاس نہ تھے۔ ملاح نے کرایہ طلب کیا آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور خدا سے کہا۔ خدایا مجھ سے یہ کچھ مطالبہ کرتے ہیں فوراً دریا کے دونوں کناروں کا ریت سونا ہوگیا۔ ایک مٹھی بھر اٹھائی اور ملاح کو دے دی۔

روایت ہے کہ ایک بار دریا کے کنارے پر بیٹھے ہوئے اپنے پھٹے ہوئے کپڑے سیتے

تھے۔ آپ کی سوئی دریا میں گر گئی۔ دریا کو آپ نے اشارہ فرمایا۔ ہزاروں مچھلیوں نے اپنا سر نکالا اور ہر ایک کے منہ میں سونے کی ایک سوئی تھی، فرمایا میں اپنی سوئی چاہتا ہوں۔ ایک کمزور سی مچھلی منہ میں آپ کی سوئی لے کر حاضر ہوئی۔ سلطان کے سامنے رکھ دی۔ فرمایا بلخ کی حکومت کو چھوڑ کر ادنیٰ چیز جو مجھے حاصل ہوئی وہ یہ ہے۔ آپ کی وفات ۱۶ جمادی الاول ۱۶۲ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک جبلہ شام میں ہے، ایک روایت میں بغداد میں کہا گیا ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ

مرعش شام کے قریب ایک شہر کا نام ہے۔ آپ وہاں کے رہنے والے تھے۔ آپ کا شمار مشائخ کبار میں ہے۔ سلطان ابراہیم ادھم قدس سرہ کے مرید ہیں آپ نے فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ انسان کے افعال ظاہر و باطن میں یکساں ہوں۔ آپ کی وفات ۱۴ شوال کو ہوئی۔ سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔

حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رحمہ اللہ

آپ بصرہ کے قدیمی باشندے تھے۔ اپنے زمانہ کے اکابرین سے تھے۔ خواجہ حذیفہ مرعشی کے مرید تھے۔ کرامات و خوارق آپ سے بہت ظاہر ہوئیں۔ تصوف میں آپ کا مقام بلند تھا۔ وفات ۱۸ شوال کو ہوئی۔ سنہ وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

حضرت شیخ علوی دینوری رحمہ اللہ

خواجہ ہبیرہ بصری کے خاص مریدوں میں تھے، اپنے وقت کے مشائخ کبار میں تھے علوم ظاہری و باطنی کے عالم متبحر تھے۔ خوارق و کرامات عجیب عجیب آپ سے ظاہر ہوئیں، چنانچہ روایت ہے کہ جس دن آپ تولد ہوئے اس دن سے آخری وقت تک اپنی تمام عمر روزہ دار رہے۔ صائم الدہر تھے۔ ایام طفولیت میں دن میں دودھ نہیں پیتے تھے۔ تذکرۃ الاصفیاء اور مشائخ چشت کے بعض ملفوظات میں لکھا ہے کہ شیخ علی دینوری اور شیخ ممشاد دینوری دونوں ایک ہیں اور شیخ ممشاد علوی دینوری ان کو کہتے ہیں نفحات الانس اور بعض دوسری کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ شیخ علوی دینوری وہ نہیں ہیں جو شیخ ممشاد دینوری ہیں۔ شیخ ممشاد دینوری کا تذکرہ سلسلہ سہروردیہ میں کیا جائے گا۔

حضرت شیخ ابواسحٰق شامی رحمۃ اللہ

آپ اپنے زمانہ کے قطب تھے۔ شیخ علوی دینوری کے خاص مرید۔ آپ کی وفات ۱۴ ربیع الثانی کو ہوئی۔ مزار شام کے علاقہ میں مقام عکہ میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ

حلقۂ سلسلہ چشتیوں کے سردار اور سلطان فرسنافہ کے لڑکے ہیں۔ اس ولایت کے امیر اور شیخ ابواسحٰق شامی کے مرید ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ ابواسحٰق قصبہ چشت میں پہنچے ا خواجہ نے فوراً آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

روایت ہے کہ ایک دن خواجہ ابو احمد، جب بیس سال کی عمر تھی اپنے والد ماجد سلطان فرسنافہ کے ہمراہ شکار کے ارادہ سے پہاڑ کی طرف گئے۔ اثنا سفر میں کہیں تنہا رہ گئے اور والد سے بچھڑ گئے۔ ایک پہاڑ پر پہنچے۔ جہاں چالیس رجال الغیب ایک پتھر پر کھڑے تھے۔ شیخ ابواسحاق شامی بھی اس جماعت میں موجود تھے۔ یہ دیکھ کر ان کو بڑا تعجب ہوا۔ گھوڑے سے نیچے اترے اور شیخ ابواسحق کے پاؤں پر گر پڑے، گھوڑا، ہتھیار، جو کچھ ساتھ تھا سب وہیں چھوڑ دیا اور ایک کمبل اوڑھ کر ان کے ساتھ چل دیے۔ والد نے اور دوسرے لوگوں نے تلاش کیا کہیں نہیں ملے۔ کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ آپ شیخ ابواسحاق کے پاس ہیں اور فلاں جگہ موجود ہیں باپ نے کچھ آدمیوں کو لانے کے لیے بھیجا۔ ہر چند سمجھایا، آپ واپس نہیں آئے اور کوئی بھی نصیحت کارآمد نہیں ہوئی کہتے ہیں کہ آپ کے باپ کا ایک شراب خانہ تھا، ایک دن موقع پا کر اندر پہنچ گئے اور تمام گھڑوں کو توڑنا شروع کیا، باپ کو معلوم ہوا، غصہ میں چھت پر چڑھے اور ایک بڑا پتھر اٹھایا اور چاہا کہ سوراخ میں سے ان کو ماریں۔ سوراخ نے پتھر کو پکڑ لیا اور مع پتھر کے ان کو ہوا میں اٹھا لیا۔ جب یہ حالت دیکھی توبہ کی۔ اس قسم کی کرامتیں آپ سے بے شمار ظاہر ہوئیں جن کے لیے بڑی تفصیل کی ضرورت ہے۔

آپ کی ولادت ۲۶۰ھ میں اور وفات ۱۰ جمادی الآخر ۳۵۵ھ میں ہوئی۔

آپ کی قبر مبارک مقام چشت میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ محمد چشتی قدس سرہٗ

آپ خواجہ ابو احمد ابدال چشتی کے لڑکے اور مرید ہیں۔ علوم دینیہ کے مالک تھے۔ زہد و عبادت میں کامل تھے کہتے ہیں کہ غزوہ سومنات میں محمود سبکتگین کے ہمراہ ستر سال کی عمر میں محمود کی امداد کے لیے بحکم الٰہی گئے تھے۔ آپ کی برکت قدوم سے سومنات فتح ہوا۔ آپ کی وفات ماہ رجب میں ۴۱۱ھ کو ہوئی۔ مزار مقام چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ یوسف بن سمعان رح

آپ کا لقب ناصر الدین ہے خواجہ محمد بن خواجہ ابو احمد چشتی کے بھانجے، مرید اور تربیت یافتہ ہیں۔ نقل ہے کہ خواجہ محمد کی ہمشیرہ جن کی تقریباً چالیس سال عمر تھی بھائی کی خدمت کی وجہ شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھیں، ہر وقت عبادت اور اطاعت الٰہی میں مشغول رہتی تھیں۔ ایک رات خواجہ محمد بزرگوار نے خواجہ ابو احمد کو خواب میں دیکھا، وہ فرماتے ہیں کہ ولایت شام میں ایک شخص محمد سمعان نامی ہے جو عالم باعمل اور پرہیزگار ہے، اپنی ہمشیرہ کا ان سے عقد کر دو۔ خواجہ نے ان کو بلوا کر اپنی ہمشیرہ کا ان کے ساتھ عقد کر دیا۔ خواجہ یوسف چشت میں ان سے پیدا ہوئے۔ ان پر آخری عمر میں سکر اور حیرت کا اتنا غلبہ تھا کہ کبھی ایسا ہوتا کہ خادم وضو کراتا اور اثنائے وضو میں غائب ہو جاتے، تھوڑی دیر غائب رہ کر پھر موجود ہو جاتے اور وضو کو پورا کرتے۔ آپ کی وفات ۴ ربیع الآخر ۴۵۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ رحلت کے وقت اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ قطب الدین مودود کو اپنا جانشین بنایا۔ آپ کا مزار چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی رحمہ اللہ

آپ کا لقب قطب الدین ہے۔ سات سال کی عمر میں پورا قرآن قرأت و تجوید کے ساتھ حفظ ختم کیا تھا۔ پھر علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ ۲۶ سال کی عمر تھی کہ والد ماجد حضرت خواجہ یوسف کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور وصیت کے مطابق آپ باپ کے جانشین ہوئے۔ اخلاق حسنہ اور حسن سیرت میں آپ سب میں مشہور تھے۔ اس جگہ کے تمام لوگ آپ سے حسن عقیدت رکھتے

تھے اگرچہ آپ والد کے مرید تھے لیکن آپ کے والد کے انتقال کے بعد جس وقت حضرت شیخ الاسلام احمد جام ہرات میں پہنچے۔ اور خواجہ مودود اور حضرت شیخ جام کا وہ معاملہ جو کتاب نفحات الانس میں مذکور ہے کہ جب خواجہ مودود نے اپنی تربیت اور خلوص کی بابت حضرت شیخ جام سے درخواست کی تو حضرت شیخ جام نے آپ کو آغوش میں بٹھایا اور تین مرتبہ فرمایا "بشرط علم" تین دن تک آپ حضرت جام کی خدمت میں رہے اور فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ سلسلہ چشتیہ خواجہ مودود سے حضرت شیخ جام تک بھی پہنچتا ہے۔

آپ کی وفات ماہ رجب ۵۲۷ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک بھی مزار چشت کے اندر واقع ہے۔

حضرت خواجہ احمد بن مودود چشتی رح

اپنے وقت کے قطب اور بہت بڑے مشائخ میں تھے۔ اپنے والد ماجد کے مرید تھے، علوم ظاہری و باطنی میں پوری مہارت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انھوں نے خواب میں دیکھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے احمد اگر تو ہمارا عاشق نہیں ہے ہم تیرے عاشق ہیں۔

ایک رات اس طرح کہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے آپ حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے جب ارکان حج سے فارغ ہوئے۔ مدینہ منورہ گئے۔ چھ ماہ وہاں رہے۔ نقل ہے کہ آپ کا مدینہ میں اتنے عرصہ رہنا حرم کے مجاروں کو ناگوار تھا اس لیے وہ آپ کو وہاں سے جانے پر مجبور کرنا چاہتے تھے اور تنگ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ روضہ شریف سے آواز آئی۔ ہمارے مشتاق کو کوئی آزار نہ پہنچاؤ، یہ آواز سب حاضرین نے سُنی، واپسی میں بغداد آکر شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں ٹھہرے الشیخ شہاب الدینؒ نے آپ کو بڑے احترام سے رکھا، اور آپ کی خاطر مدارات کی، آپ کی ولادت ۵۳۰ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۵۷۷ھ کو مزار چشت میں واقع ہے۔

حضرت شاہ سنجان رحمہ اللہ

آپ کا لقب رکن الدین اور نام محمود ہے۔ آپ سنجان خواف کے ایک قصبہ کے قدیمی باشندے تھے۔ خواجہ مودود چشتی کے مرید۔ شاہ کا لقب آپ کو خواجہ مودود نے عطا کیا تھا۔ روایت ہے کہ جتنے عرصہ آپ کا قیام چشت میں رہا آپ باوضو رہے کبھی بے وضو نہیں ہوئے۔ جب ضرورت ہوتی تو چشت سے باہر جا کر قضائے حاجت کرتے اور وضو فرما کر آتے آپ فرماتے تھے کہ یہ جگہ ادب کی ہے۔

آپ کی وفات ۵۹۶ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رح

خواجہ مودود چشتی کے مرید ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی کا سلسلہ آپ کی طرف سے خواجہ مودود چشتی پر منتہی ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے وفات کے بعد شاہ سنجر کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا خدا نے تیرے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ شاہ سنجر نے کہا کہ میری بابت فرشتوں کو حکم ملا کہ دوزخ میں عذاب کے لیے لے جائیں۔ اسی اثنا میں پھر حکم آیا کہ فلاں دن یہ دمشق میں حاجی شریف زندنی کی صحبت کی سعادت سے مشرف ہوا تھا۔ اس برکت سے ہم نے اس کی مغفرت کر دی۔ آپ کی وفات ۱۰ رجب المرجب کو ہوئی۔

حضرت شیخ عثمان ہارونی قدس سرہ

آپ حاجی شریف زندنی رح کے مرید ہیں۔ اپنے زمانہ کے یکتا اور قطب گزرے ہیں بہت سے اکابر مشائخ کی صحبت اٹھائی ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے روایت ہے کہ ایک دن شیخ عثمان ہارونی رح سفر میں ایک جگہ پہنچے جو آتش پرستوں کی بستی تھی، وہاں آتش کدہ تھا جس میں روزانہ بیس اَرب لکڑیاں ڈالی جاتی تھیں اور آگ کسی دن سرد نہیں ہوتی، آپ نے پوچھا کہ اس آگ کی پرستش سے کیا حاصل۔ تم لوگ خدا کی پرستش کیوں نہیں کرتے جس نے اس آگ کو پیدا کیا ہے، جواب دیا کہ ہمارے مذہب میں آگ کو بڑا مانا گیا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنے ہاتھ پاؤں کو آگ کے اندر ڈال سکتے ہو۔ کہا۔ آگ کا کام جلانا ہے۔ یہ کس کی مجال ہے کہ اس کے قریب بھی جائے۔ شیخ نے ایک بچہ کو جو ایک آتش پرست کی گود میں تھا لے لیا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم کہہ کر آگ میں چلے گئے۔ اور چار گھنٹے کے بعد باہر آئے، نہ آپ کا خرقہ آگ سے جلا اور نہ اس بچہ پر آگ کا کوئی اثر ہوا۔

یہ دیکھ کر تمام آتش پرست قدموں پر گر پڑے، اور اسلام لے آئے، وہ بچہ اور اس کا باپ دونوں چل کر ولی کامل ہوئے، نیز خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا کہ شیخ عثمان ہارونی فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کے کچھ دوست ہیں جو ایک ساعت بھی حق تعالیٰ سے غافل اور محجوب نہیں رہتے۔ اگر ذرا دیر کے لیے بھی وہ حق تعالیٰ سے محجوب ہو جائیں تو فنا ہو جائیں نیز شیخ نے

فرمایا جس میں یہ تین خصلت ہوں گی سمجھو کہ خدا اس کو دوست رکھتا ہے۔
سخاوت دریا کی مانند۔ شفقت آفتاب کی مانند۔ تواضع و انکساری زمین کی مانند۔
آپ کی وفات ۱۲ شوال کو ہوئی۔ مزار مکہ معظمہ میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

جائے پیدائش اور آبائی وطن سجستان ہے۔ آپ کی تربیت خراسان کے ملک میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام خواجہ غیاث الدین حسن ہے جو حسینی سادات سے ہیں۔ شیخ ہارونی کے مرید تھے، ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے سردار مانے جاتے ہیں۔ شیخ عثمان ہارونی فرماتے ہیں کہ ہمارے معین الدین خدا کے محبوب ہیں مجھے اپنے ان جیسے مرید پر فخر ہے۔ جو اپنے وقت کا قطب اور صاحب تصرف سردار اولیاء اور مرکز انوار معرفت ہو۔ ہندوستان کے لوگ عام طور پر آپ سے عقیدت مند تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے زمانہ تھے۔ خوارق و کرامات کا بے شمار ظہور ہوا۔ جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ روایت ہے کہ جب حق تعالٰے نے آپ کو توفیق توبہ عطا فرمائی اور آپ نے اپنا تمام مال و اسباب درویشوں میں تقسیم فرما دیا۔ تو آپ سمرقند اور بخارا تشریف لے گئے اور وہاں قرآن مجید حفظ کیا۔ علوم دینیہ کو حاصل کیا۔ پھر وہاں سے عراق عرب تشریف لے گئے۔ جب آپ نیشاپور کے قصبہ ہارون میں پہنچے۔ شیخ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کامل بیس سال تک آپ کی خدمت کی۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے دور دور ممالک کا سفر کیا اور بڑے بڑے مشائخ سے آپ نے فیض حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے جیلان میں ملاقات کی اور تقریباً چھ ماہ ان کی خدمت میں رہے۔ ان کی صحبت سے آپ نے فیوض و برکات حاصل کیں۔ نجار میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے ہمدان میں خواجہ یوسف ہمدانی سے تبریز میں شیخ ابو سعید تبریزی اور لاہور میں شیخ حسین زنجانی سے ملاقاتیں کیں اور بلخ سے لاہور تشریف لائے۔ پھر دہلی اور دہلی سے اجمیر شریف جاکر وہاں مستقل سکونت اختیار فرمالی۔ آپ کے قدوم کی برکت سے سینکڑوں مشرکین اور کفار کو دولت اسلام ملی۔ اور جو لوگ اسلام نہیں لائے وہ بھی حضرت سے خوش عقیدگی رکھتے تھے۔ آپ کی خدمت میں تحفے تحائف بھیجتے تھے، اور آج تک قرب و جوار کے کفار و مشرکین ان کی زیارت کے لیے حاضری دیتے ہیں۔ اور روضہ منورہ کے مجاورین اور خدام کو نذرانے پیش کرتے ہیں۔

آپ کی ولادت ۵۳۷ھ میں ہوئی - آپ کی وفات دوشنبہ ۶ رجب ۶۳۳ھ کو ہوئی ایک دوسری روایت میں ۳۰ ذی الحجہ کو وفات ہوئی - لیکن پہلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے آپ کے وصال کے وقت آپ کی پیشانی پر لوگوں نے لکھا ہوا دیکھا "حبیب اللہ مات فی حب اللہ" حضرت کا عرس شریف ہندوستان کے مشائخ ۶ رجب کو کرتے ہیں - اور اس ماہ میں اطراف وجوانب سے مسلمان اور کافر، خواص اور عوام دور دراز سے گروہ در گروہ سفر کرکے شریک ہوتے ہیں - جن کی تعداد ہزاروں ہوتی ہے - اور ہر سال لوگوں کی حاضری کا یہی معمول ہے - حضرت کی عمر ایک سو چار سال ہوئی - حضرت کی قبر مبارک اجمیر شریف میں ہے - یہ خاکسار بھی کئی مرتبہ روضہ منورہ پر حاضری دے آیا ہے - اجمیر شریف پُرفضا اور ایک پرنور اچھی آب و ہوا کا شہر ہے، اس کے ہر چہار طرف ایک بڑا تالاب ہے جو دریا کی طرح وسیع ہے ....

.... جس کا نام ساگر تال ہے اس فقیر کی ولادت بھی اجمیر کے خطہ میں ساگر تال کے اوپر ہوئی - اور تاریخ ولادت اس فقیر کی ماہ صفر دوشنبہ کی شب ۱۰۲۴ھ ہے - والد صاحب کے گھر میں تین لڑکیاں ہوئیں لڑکا تولد نہیں ہوا تھا اور عمر ۴۲ سال کی ہو چکی تھی - تو حضرت نے اس اخلاص و عقیدت کی بنا پر جو آپ سے تھی - نذر و نیاز کی اور درخواست کی - خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے اس فقیر کو پیدا فرمایا - خدا تعالیٰ سے دعا ہے اور اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اپنی اور اپنے دوستوں کی محبت نصیب فرمائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے - آمین

حضرت شیخ حمید الدین الصوفی السعدی الناگوریؒ

آپ کی کنیت ابو احمد ہے - لقب سلطان التارکین - ناگور ہندوستان کے شہروں میں ایک شہر ہے - آپ وہاں کے باشندے تھے اور خواجہ معین الدین چشتی کے خلیفہ ہیں - آپ اپنے زمانہ کے یکتا، متقدمین مشائخ میں آپ کا درجہ بہت بلند ہے - علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور صاحب کرامات و تصوف گزرے ہیں - خدا تعالیٰ نے آپ کو بلند مرتبہ عطا کیا تھا - شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے فقر و غنا کے سلسلہ میں آپ سے بڑی خط و کتابت رہی ہے - شہر ناگور اور طناب میں آپ کی کچھ زمینداری تھی جس کی خود کاشت کرتے تھے جس سے اہل و عیال کے لیے معاش حاصل کرتے تھے آپ کی وفات ۲۹ ربیع الثانی ۶۷۳ھ میں ہوئی - مزار مبارک قصبہ ناگور میں ہے -

حضرت خواجہ قطب الدین اوشی کاکیؒ

آپ کا نام بختیار بن احمد بن موسیٰ ہے۔ جائے ولادت اور اصلی وطن اوش فرغانہ ہے مضافات اندجان کا ایک قصبہ ہے۔ کاکی آپ کو اس مناسبت سے کہتے ہیں کہ جب آپ دہلی میں تھے اور نذرانہ کسی سے قبول نہیں کرتے تھے اور ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے اہل و عیال بڑی عسرت و تنگدستی کی زندگی بسر کرتے تھے، اور پڑوس کی ایک بقال عورت سے کچھ بطور قرض لے لیا کرتے تھے جس سے قوت لایموت حاصل کریں۔ ایک دن اس عورت نے کہا کہ اگر میں تمہارے پڑوس میں نہ ہوتی تو تم سب بھوک سے مرجاتے۔ حضرت کی اہلیہ کو اس عورت کی بات ناگوار گزری اور عہد کیا کہ آئندہ اس سے قرض نہ لیا جائے ایک دن یہ واقعہ حضرت قطب الدین کے سامنے آیا۔ فرمایا میں ہرگز کسی سے قرض نہیں لیتا۔ اور فرمایا کہ جب ضرورت ہو ہمارے حجرہ کے طاق میں ہاتھ ڈال کر پکی ہوئی روٹی حاصل کرلیا کریں اور اس کو اپنی ضرورت میں صرف کریں اور جس کو چاہیں اس کو بھی اس میں سے دیں۔ اس کے بعد سے جب بھی ضرورت ہوتی اس طاق سے روٹی حاصل کرکے صرف کرتے۔ اس روٹی کو کاک کہتے ہیں بس اس وجہ سے حضرت کے نام کے آگے کاکی کا لقب موجود ہے۔

نقل ہے کہ حضرت قطب الدینؒ ایک سال کے تھے کہ باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ حضرت خضر نے آپ کو شیخ ابوجعفر کے سپرد کردیا کہ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کرائیں۔ خواجہ معین الدین چشتی جب مقام اوش پہنچے تو حضرت قطب الدین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت معین الدین چشتی کو آپ کے حال پر کمال شفقت و عنایت تھی آپ خضر علیہ السلام کی صحبت میں بھی رہتے تھے۔ اپنے وقت کے قطب ظاہری و باطنی فضائل کے جامع اور صاحب تصوف و کرامات تھے۔ نقل ہے کہ مرید ہونے سے پہلے بیس سال کی عمر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی صحبت میں بڑے بڑے ریاض و مجاہدے آپ نے کیے تھے اور دور دراز سفر میں بھی آپ کے ہمراہ رہتے تھے۔ روایت ہے کہ جب آپ بغداد پہنچے، شیخ شہاب الدین سہروردی کو معلوم کرکے ان کی خدمت میں آئے۔ چونکہ آپ کو شیخ سے جو اُن کے پیر تھے کمال اخلاص اور اشتیاق تھا۔ وہاں سے واپسی پر ہندوستان تشریف لائے اور ملتان پہنچے، وہاں شیخ بہاء الدین کبریا ملتانی قدس سرہ سے ملاقات کی۔

ملتان میں شیخ فریدالدین گنج شکرؒ ان کی خدمت میں آکر آپ کے ہاتھ پر مرید ہوئے جب دہلی آئے تو اپنے مرشد کو جو اجمیر شریف میں تشریف فرما تھے ایک عریضہ لکھا جس میں حاضری کی درخواست کی خواجہ معین الدین چشتیؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگرچہ ظاہر میں ہم میں اور تم میں یہ دوری ہے اور کافی بُعد ہے لیکن قلبی اور باطنی بُعد نہیں وہاں قرب ہے اس لیے تم وہیں مقیم رہو۔ کچھ دن دہلی میں قیام کیا اور کچھ عرصہ کے بعد اجمیر شریف تشریف لانے کا ارادہ فرمایا اور روانہ ہو گئے۔ راستہ میں دہلی کے لوگوں نے آکر فریاد کرنا شروع کیا، اور آپ کی جدائی کی تاب نہ لاکر آہ وزاری شروع کی۔ حضرت نے جب یہ دیکھا تو خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ میں نے شہر دہلی کو تمہاری پناہ میں دے دیا۔ تم دہلی میں ہی رہو، تمہارے جانے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ کے فرمانے سے آپ نے دہلی کا واپسی ارادہ کر لیا۔ اور دہلی میں مقیم رہے۔ آپ اکثر سماع فرماتے تھے کیونکہ سلسلہ چشتیہ میں سماع مروج ہے۔ اور لوگ عام طور پر سماع میں شرکت کرتے ہیں بعض سلسلوں میں مثلاً سلسلہ قادریہ میں اس کی اجازت نہیں اور سید الطائفہ بھی سماع نہیں سنتے تھے۔ بعض اکابر جیسا کہ شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ ذوالنون مصری شیخ شبلی، خراز اور لوزئی دراج وغیرہ اکابر نے سماع کی اجازت دی ہے۔

سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ شیخ سجستانی کی خانقاہ میں محفل سماع منعقد تھی۔ صاحب حال اور اہل کمال درویشوں کا مجمع تھا۔ قوالی کے اثنا میں شیخ احمد جام کے اس شعر کو قوال نے پڑھا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زمان از غیب جانی دیگر است

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی حالت بدلنا شروع ہو گئی، اور آخر بے ہوش ہو گئے۔ جو مشائخ کہ اس وقت مجلس میں حاضر تھے، جن میں قاضی حمید الدین ناگوری۔ شیخ بدرالدین غزنوی وغیرہ آپ کو مکان لے آئے، اور قوال برابر اسی شعر کی تکرار کرتے رہے، اور حضرت خواجہ سماع فرماتے رہے، چنانچہ کئی دن اور رات اسی حالت میں گزر گئے۔ اور خواجہ کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ دوشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ

آپ کا نام مسعود بن عزیز الدین محمود ہے، باپ کی طرف سے حضرت عمر خطابؓ کی اولاد

میں ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ مولانا وحید الدین خجندی کی صاحبزادی تھیں۔ بڑی باعصمت اور صاحب کرامات بی بی تھیں۔ حضرت صائم الدہر تھے۔ اور تندرستی اور بیماری دونوں حالتوں میں آپ روزے سے رہتے تھے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کو گنج شکر اس لیے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ کو کامل سات دن ہو گئے تھے کہ افطار نہیں کیا تھا، آپ پر ضعف غالب تھا۔ اپنے پیر کی خدمت میں روانہ ہوئے، ضعف سے آپ کا پاؤں پھسل گیا، اور آپ زمین پر گر گئے۔ آپ کے دہن مبارک میں مٹی کا ایک ڈھیلا کسی طرح آگیا جو سب شکر بن گیا۔ وہاں سے اٹھ کر پیر کی خدمت میں تشریف لے گئے، حضرت خواجہ نے فرمایا۔ فرید! جو مٹی کا ڈھیلا تیرے منہ میں آیا۔ حق تعالیٰ نے تجھے گنج شکر بنا دیا ہے تو ہمیشہ شیریں رہے گا۔ جب آپ پیر کے پاس سے باہر آئے جو بھی آپ کو دیکھتا تھا گنج شکر کہتا تھا۔ پھر آپ خواجہ معین الدین چشتی کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا کہ بختیار نے ایک بڑے شاہباز کو اپنے دام میں پھانسا ہے جس کی پرواز سدرۃ المنتہیٰ سے کم نہیں ہے یہ ایک ایسی شمع ہے جس سے درویشوں کے گھروں میں اجالا ہو جائے گا، آپ اپنے وقت کے غوث و قطب تھے۔ آپ سے خوارق و کرامات کا بے شمار ظہور ہوا ہے کہ اس سلسلہ میں دوسروں سے نہیں ہوا۔ خواجہ قطب الدین کو آپ کے حال پر کمال عنایت و شفقت تھی چنانچہ مشہور ہے کہ جب حضرت خواجہ کی وفات کا وقت قریب ہوا، تو آپ نے ان کو حصار کے علاقہ ہانسی سے بلوایا اور وصیت فرمائی کہ میرے جانشین آپ ہوں گے، پیر کی وفات کے بعد آپ نے ملتان کے مضافات اور دیپالپور کے متصل قصبہ اجودھن میں سکونت اختیار فرمائی۔ اور ہزاروں تشنگان علوم باطنی آپ کے دریائے فیض سے سیراب ہوئے۔

حضرت شیخ فرید بہت سے مشائخ کی خدمت میں پہنچے اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ مثلاً حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی وغیرہ۔ مشہور ہے کہ آپ جب ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ سے فارغ ہوئے اور معراج کمال پر پہنچے، تو ایک دن آپ نے فرمایا جو خدا کرتا ہے وہی ہوتا ہے ہاتف غیبی نے فوراً کہا کہ جو کچھ فرید کہتا ہے وہ ہوتا ہے۔

آپ کے اہل و عیال پر فقر و فاقہ کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ کی بیوی نے آکر آپ سے عرض کیا کہ آپ کا فلاں لڑکا بھوک کی وجہ سے مر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا، بندہ مسعود کیا کرے؟ اگر خدا کا فیصلہ اسی طرح ہے اور اس کی موت آجائے اس کے پاؤں میں ایک رسی باندھو اور باہر پھینک دو۔ آپ نے فرمایا کہ جب درویش کپڑے پہنتا ہے تو یہ تصور کرتا ہے کہ کفن پہن رہا ہے۔

آپ کی ولادت شریف ملتان کے قریب قصبہ کھوتوال میں ہوئی تھی۔ اور وفات سہ شنبہ ۵ محرم ۶۶۴ھ کو ہوئی۔ عمر شریف ۹۵ سال کی تھی۔ قبر مبارک پاک پٹن شریف میں مرجع خلائق ہے، جو ملتان اور لاہور کے مابین واقع ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ

نام محمد بن احمد بن دانیال بدایونی ہے۔ بدایوں سنبھل کے مضافات میں ایک قصبہ کا نام ہے، آپ کا لقب خدا کی طرف سے سلطان المشائخ ہے۔ شیخ فریدالدین گنج شکر کے مرید اور خلیفہ ہیں آپ بڑے کامل اور عالم باعمل درویش تھے۔ تمام علوم میں ماہر تھے۔ ہندوستان میں مشائخ کبار میں آپ کا شمار ہے۔ سلاطین وقت اور خواص و عوام سب کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ ہر شخص آپ کو احترام و اکرام کو اپنے اوپر ضروری جانتا تھا اور آپ کا پورا پورا احترام کرتا تھا۔

دارالسلطنت دہلی میں آپ کی مستقل سکونت تھی۔ اور وہیں آپ مریدوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہتے تھے۔ خوارق و کرامات آپ سے بے شمار ظاہر ہوئیں۔ ایک مرتبہ آپ نے وضو فرمایا۔ چاہا کہ موئے مبارک میں شانہ کریں۔ کنگھا طاق میں رکھا تھا۔ کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا کہ کنگھا لاکر دے۔ کنگھا خود بخود وہاں سے آکر آپ کے ہاتھ میں آگیا۔

حضرت سلطان المشائخ کی مجالس میں وعظ، وجد اور سماع ہوتا تھا۔ قوال سناتے اور آپ خود کھڑے کلام سنتے۔ اگر کسی کو دیکھتے کہ وہ بھی آپ کی تقلید میں سماع کرتا ہے، تو آپ احترام سماع میں اٹھ کھڑے ہوتے اور سماع کا پورا پورا ادب فرماتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک شخص کی دستاویز گم ہوگئی۔ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا حضرت گنج شکر کی روح پاک کو حلوہ کی فاتحہ کراؤ، وہ شخص بہت جلد حلوہ ایک کاغذ میں لے کر حاضر ہوا۔ کاغذ کھولا تو اس میں اس کی گمشدہ دستاویز مل گئی۔

روایت ہے کہ آپ نے وصال سے چالیس دن پہلے کھانا پینا ترک کر دیا تھا۔ اور مریدوں سے فرمایا کہ جو کچھ موجود ہے سب کو خیرات کر دو کہ ایک حبہ باقی نہ رہے۔

آپ کی ولادت قصبہ بدایوں میں ہوئی۔ اور وفات چہار شنبہ ۱۸ ربیع ۷۲۵ھ کو ہوئی۔ عمر ۹۴ سال ہوئی۔ نماز جنازہ شیخ رکن الدین ابوالفتح بن صدرالدین عارف نے پڑھائی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں ملتان سے صرف نماز جنازہ پڑھانے کے لیے ہی آیا تھا۔

مزار مبارک نئی دہلی میں ہے، جہاں آپ کی سکونت تھی۔ مرجع خلائق ہے۔ یہ خاکسار کئی بار روضہ منورہ پر حاضری دے آیا ہے۔ چہار شنبہ کے دن سینکڑوں لوگ زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ آج تک فیوض و برکات اس جگہ سے حاضرین کو پہنچتے ہیں۔ اور کافی نذر و نیاز آپ کے روضہ پر پیش کی جاتی ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ عرس ہوتا ہے۔ جس میں ہزاروں لوگ دور دراز سے حاضری دیتے ہیں۔ قوال اپنا کلام سُناتے ہیں اور زبردست مجلس ہوتی ہے اس سلسلہ کے اکثر مشائخ شریک ہوتے ہیں اور وجد اور سماع میں حصّہ لیتے ہیں۔ حضرت کے اگرچہ مریدوں کی تعداد کثیر ہے۔ لیکن چار مرید فاضل اور کامل اپنے وقت میں گزرے ہیں۔

حضرت امیر خسرو۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی، شیخ برہان الدین غریب اور شیخ حسن دہلوی۔

حضرت امیر خسرو دہلوی

آپ ہزارہ کے امیرزادوں میں ہیں۔ نواحی بلخ کے ترک خاندان سے ہیں۔ آپ کی جائے ولادت مومن آباد ہے۔ جو آج پٹیالی کے نام سے مشہور ہے اور مضافات سنبھل میں ہے۔ آپ مختلف علوم و فنون کے جامع تھے، سلطان المشائخ کے مرید، محبوب اور منظور نظر تھے۔ نقل ہے کہ حضرت امیر خسرو نے خود اپنے پیر سے درخواست کی تھی کہ خسرو بادشاہوں کا نام ہوتا ہے اور میں تو درویش ہوں۔ میرے لیے کوئی اور نام تجویز فرمائیے۔ شیخ نے فرمایا آج تمہارے نام کے لیے میں خدا سے التماس کروں گا دوسرے دن جب امیر خسرو حاضر ہوئے تو شیخ نے فرمایا کہ ہم سے ایسے کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن تجھے محمدؐ کاسہ لیس کہہ کر پکاریں گے۔

سلطان المشائخ کو آپ کے حال پر کمال عنایت و شفقت تھی۔ اور تمام مریدوں سے زیادہ چاہتے تھے اور فرماتے تھے کہ قیامت میں ہر شخص سے پوچھا جائے گا کہ کیا لایا، جب مجھ سے پوچھا جائے گا تو میں کہوں گا کہ اس اللہ کے ترک کے سینہ کی تپش اور سوز۔ حضرت امیر خسرو کے سوز سینہ کا یہ حال تھا کہ سینہ کا حصہ آپ کے کرتے کا ہمیشہ جلا رہتا تھا۔ آپ چالیس سال صائم الدہر رہے اور سلطان المشائخ کے ہمراہ خوب سیر و سیاحت کر کے حج فرمایا۔ سلطان المشائخ نے آپ کے حق میں فرمایا ؎

این خسرو ماست ناصر خسرو نیست ــــ زیرا کہ خدائے ناصر خسرو ماست

کہتے ہیں کہ آپ کی تصانیف کی تعداد نظم و نثر ملا کر ۹۹ ہیں اور آپ کے اشعار جیسا کہ مشہور ہے

پانچ لاکھ سے کم اور چار لاکھ سے زیادہ ہیں۔ ہندی تصانیف اس کے علاوہ ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ کے آب دہن کی برکت سے آپ کی طبیعت اور کلام میں خدا تعالیٰ نے عجیب شیرینی اور طاقت عطا فرمائی تھی۔ آپ شعر گوئی پہ ایسے قادر تھے کہ مخزن اسرار کے جواب میں مطلع الانوار صرف دو ہفتہ میں مکمل کر لی۔ آپ کے اشعار میں وہ حسن و خوبی پنہاں ہے جو دوسروں کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ اور اشعار ایک بیت کے ہیں جو دوسرے شعراء کے ہاں نہیں ہیں۔ یہ شعر بھی آپ کے انہیں شعروں میں سے ایک ہے ؎

زلفت زہر دو جانب خونریز عاشقان ست
چیزے نمی تواں گفت روئے تو درمیان ست

آپ کے اشعار میں وہ عالی اور اچھوتے مضامین ہیں کہ اگر سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو آپ کی تصانیف میں اور اضافہ ہو۔ اسی طرح زبان کی انواع و اقسام اور ہندی فنون علم میں آپ کا کلام بے مثل ہے۔ یہ شان جامعیت بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔

چونکہ حضرت کے پیرو مرشد کو سماع و نغمہ کا کامل ذوق و شوق تھا تو یہ مروجہ ہندوستان کی روش قوالی، جو اس سے پہلے کہیں نہیں تھی۔ آپ نے اس میں نئی نئی اختراعات کیں۔ اور آپ خود پڑھتے تھے اور سلطان المشائخ سنتے تھے۔

روایت ہے کہ جب شیخ سعدیؒ ہندوستان میں آئے، دہلی میں امیر خسرو سے ملاقات کی۔ ایک رات آپ کے ساتھ گزاری، خسرو نے سعدی کی خدمت میں ایک درہم پیش کیا، اور عرض کیا کہ جو کچھ دنیا کے مال سے ہمارے پاس ہے وہ حاضر ہے اور جو حکم ہو مہیا کیا جائے سعدیؒ نے فرمایا چراغ کے لیے تیل خرید لو تاکہ آج کی رات تمہارے ساتھ گزاریں۔

کہتے ہیں کہ خسرو کو اپنے پیرو مرشد سے جو اخلاص و اعتقاد تھا ایسا کم دیکھنے میں آیا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک درویش سلطان المشائخ کی خدمت میں مفلسی کی وجہ سے حاضر ہوا۔ فرمایا کہ کہہ دو۔ اس وقت ہمارے پاس کچھ موجود نہیں۔ آج جو کچھ ملے گا تم کو دیدیا جائے گا، اس دن اتفاق سے کچھ نہیں آیا۔ فرمایا کہ کل۔ اس طرح چند دن گزر گئے اور کہیں سے کوئی نذرانہ نہیں آیا۔ اپنے کفش مبارک اس درویش کو عطا فرما دیے۔ وہ آپ سے انتہائی عقیدت مند ہو گیا اور دہلی سے باہر چلا گیا۔ راستہ میں امیر خسرو جو بادشاہ کے ساتھ کہیں گئے ہوئے تھے اور وہاں سے واپس دہلی آ رہے تھے اس فقیر سے ملاقات ہو گئی۔ خسروؒ نے اس درویش سے

پوچھا کہ سلطان المشائخ کا حال کچھ معلوم ہے؟ درویش نے کہا اچھی طرح ہیں۔ پوچھا کہ کوئی نشانی ان کی تیرے پاس ہے۔ کہا ہاں یہ آپ کے جوتے ہیں جو حضرت نے مجھے عطا کیے ہیں۔ پوچھا۔ ان کو فروخت کرتا ہے۔ کہا ہاں۔ پانچ لاکھ روپیہ جو سلطان محمد نے قصیدے کے صلہ میں خسرو کو دیے تھے، وہ سب آپ نے اُن جوتوں کے عوض اس درویش کو دے دیے۔ اور اپنے پیر کے جوتوں کو خرید لیا اپنے سر پر ان جوتوں کو رکھ کر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ خسرو! سستے خرید لیے۔

جب سلطان المشائخ کا وصال ہوا۔ خسرو دہلی میں موجود نہیں تھے۔ لوگوں نے خسرو سے حضرت کی وفات کو پوشیدہ رکھا۔ لیکن جب خسرو دہلی آئے اور یہ روح فرسا خبر معلوم ہوئی۔ سر کے بال منڈوا دیے۔ منہ کالا کیا اور اپنے پیر کے مزار کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے سبحان اللہ آفتاب زمین کے نیچے ہے اور خسرو زندہ زمین کے اوپر! یہ کہا اور سر کو قبر کے اوپر دے مارا، اور بے ہوش ہوگئے۔ چھ ماہ تک اسی رنج و غم میں اسی جگہ رہے۔ چہار شنبہ ۱۸ رشوال ۷۲۵ھ کو آپ کا وصال ہوگیا۔ مزار اپنے پیر کے مزار کے پاؤں کے نیچے ہے۔

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ

نام محمود، قدیمی وطن شہر اودھ ہے۔ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کے کامل ترین مریدوں اور خلفاء میں ہیں۔ ۲۵ سال تک درس ترک و تجرید اختیار کیے رہے۔ سخت سخت ریاضات کیے۔ چالیسویں سال میں آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کو آپ سے بے انتہا خلوص اور کمال اتحاد تھا۔ شیخ کے کسی مرید سے اتنی کرامتیں ظاہر نہ ہوئیں جتنی آپ سے ظاہر ہوئیں۔ حالانکہ شیخ نصیر الدینؒ وجد و سماع کے قائل نہیں تھے نہ اس کو سننے اور نہ اس میں شریک ہونے۔ حالانکہ اس سلسلہ میں عام طور پر سماع کا رواج ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء کو آپ کا سماع کو خلاف سنت کہنا، کبھی ناگوار نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ فرماتے تھے کہ نصیر الدین ٹھیک کہتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک قلندر نے گیارہ زخم لگائے۔ آپ حالت استغراق میں تھے آپ کو خبر نہیں تھی۔ خون نالی سے بہہ کر آیا اور مریدوں نے دیکھا تو پھر قلندر کو پکڑا اور چاہا کہ اس قلندر کو سزا دیں۔ مگر آپ نے فرمایا کہ کوئی اس سے کچھ نہ کہے، بلکہ کچھ روپیہ اس کو انعام

بیں دیے۔ مبادا چھری مارتے وقت اس کو کوئی اذیت پہنچی ہو۔ اس واقعہ کے تین سال بعد ۱۸ ر رمضان چاشت کے وقت ۷۸۵ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار نئی دہلی کے باہر ہے۔ یہ خاکسار بھی حاضری دے آیا ہے۔ آپ کے خلیفہ خاص میں سید محمد گیسو دراز ہیں۔

حضرت شیخ برہان الدین غریبؒ

سلطان المشائخ کے مریدوں میں ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو برہان پور اور دولت آباد کی طرف اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے حکماً بھیجا تھا کہ اس حدود و اطراف کے باشندوں کی اصلاح فرمائیں۔ شیخ حسن دہلوی۔ چند مریدوں کے ہمراہ آپ کے ساتھ کر دیا۔ آپ کی تبلیغی مساعی سے اس طرف کے سینکڑوں آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آپ کو اپنے پیر سے کمال درجہ کا خلوص اور عقیدت تھی۔ آخر وقت تک سلطان المشائخ کے وطن مالوف موضع غیاث پور کی طرف کبھی پشت نہیں کی۔ سنہ و تاریخ وفات نہیں معلوم ہو سکی۔ مزار مبارک دولت آباد دکن میں ہے۔ یہ خاکسار وہاں حاضری دے آیا ہے۔

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبد الحق کے مرید ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے عالم متبحر تھے، وجد و سماع میں شریک ہوتے۔ شیخ احمد عبد الحق کی روحانیت کے تربیت یافتہ ہیں۔ آپ کی کثیر اولاد ہیں۔ سب اولاد عالم با عمل ہوئی خصوصاً شیخ زین کہ راہ درویشی و طریقت میں اپنے والد ماجد کے قدم بہ قدم چلے۔ آپ سے کرامات بے شمار ظاہر ہوئیں۔ آپ کی وفات ۹۴۵ھ میں ہوئی۔ مزار گنگوہ شریف میں ہے۔ جو دہلی کے مضافات میں ایک قصبہ ہے۔

حضرت شیخ جلال تھانیسری قدس سرہ

آپ ماں اور باپ دونوں طرف سے فاروقی ہیں۔ آپ قدیمی باشندے بلخ کے ہیں سات برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا اور سترہ سال کی عمر میں علوم دینیہ سے فارغ التحصیل ہوئے

اور درس وتدریس کی خدمت شروع کی۔ فتاویٰ نویسی کا کام بھی انجام دیا۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید ہیں۔ اور وہ شیخ محمد عارف کے اور وہ اپنے والد بزرگوار احمد عبدالحق کے اور وہ شیخ جلال پانی پتی کے اور وہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے اور وہ علی صابر کے اور وہ شیخ فریدالدین گنج شکر قدس اللہ اسرارہم کے مرید ہیں۔

کہتے ہیں کہ ابتدائی عمر میں ایک شخص خوش الحانی سے ایک غزل گا رہا تھا، اس کی آواز جب شیخ جلال کے کان میں پہنچی۔ آپ بے ہوش ہو گئے۔ اور عالم بے ہوشی میں چھت سے نیچے گر گئے۔ اور نیم بسمل کبوتر کی طرح تڑپنے لگے۔ کافی دیر کے بعد ہوش آیا۔

آپ سے بے شمار کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ آپ کا استغراق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا، مرید اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوش میں آتے پھر نماز پڑھتے۔ وجد و سماع خوب فرماتے۔ قصبہ تھانیسر میں آپ کا مستقل قیام تھا۔ وہی آپ کا وطن مالوف تھا۔ سلسلہ چشتیہ میں مشائخ متاخرین میں آپ سے زیادہ بزرگ نہیں ہوا۔

کہتے ہیں کہ شیخ جلال کے مریدوں میں سے ایک مرید نے آپ کی بہت عرصہ خدمت کی۔ اس عرصہ میں اس نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ ایک دن شیخ سے باتیں کر رہا تھا اس کے دل میں خیال آیا کہ پہلے زمانہ میں شیخ نجم الدین کبریٰ ایسے تھے جس پر ایک نظر ڈالتے اس کو ولایت کے مرتبہ تک پہنچا دیتے۔ آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا۔ شیخ کو اس کے دل کے اس خطرہ پر آگاہی ہو گئی۔ اس کی طرف دیکھا، اور فرمایا۔ آج بھی ایسے لوگ ہیں کہ ایک نظر میں مرتبہ ولایت تک پہنچا دیں۔ یہ سن کر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اور جب وہ ہوش میں آیا تو ولایت کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر زندہ رہ کر اس کا وصال ہو گیا۔ پھر شیخ نے فرمایا ہر شخص کو اس بار کے اٹھانے کی برداشت نہیں ہوتی۔

شیخ جلال تھانیسری کی وفات جمعہ کو ۲۵ ذی الحجہ ۹۸۹ھ کو ہوئی۔ آپ کی عمر ۹۶ سال کی تھی۔ مزار مبارک تھانیسر میں واقع ہے۔

مشائخ سلسلہ چشتیہ کا تذکرہ تمام ہوا۔

سلسلہ کبرویہ جو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے منسوب ہے

حضرت شیخ ابوبکر بن عبداللہ نساج رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا آبائی وطن طوس ہے۔ عبدالقاسم گرگانی کے مرید ہیں۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی کی نسبت ارادت کی بابت خواجہائے بزرگوار کے بیان میں لکھا جاچکا ہے۔ یہ سلسلہ کبرویہ خواجہائے بزرگوار کے سلسلہ کے ساتھ شیخ ابوالقاسم پر جاکر مل جاتا ہے۔ شیخ ابوبکر نساج حضرت ابوبکر دینوری سے صحبت رکھتے تھے۔

کسی نے شیخ ابونساج سے پوچھا کہ مطلوب کا دیدار کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے، آپ نے فرمایا، صدق کی آنکھ سے طلب کے آئینہ میں مطلوب کا دیدار کیا جا سکتا ہے۔

حضرت شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصل وطن طوس ہے۔ شیخ ابوبکر نساج کے مرید ہیں۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ کے بھائی ہیں۔ بڑے عالم تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں پوری دسترس حاصل تھی۔

آپ کی وفات ۵۲۰ھ میں واقع ہوئی۔ مزار قزوین میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالنجیب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام عبدالقاہر ہے۔ لقب ضیاء الدین۔ آپ کا سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کی نسبت ارادت دو طرف سے ثابت ہے۔ ایک شیخ احمد غزالی کی جانب سے، جیسا کہ اس سلسلہ میں مذکور ہوا۔ دوسرے شیخ وجیہہ الدین سے جو آپ کے چچا ہیں۔ جن کا ذکر سلسلہ سہروردیہ میں کیا جائے گا۔ آپ تمام علوم میں کامل تھے۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں آپ کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کی صحبت بابرکت کی سعادت بھی نصیب ہوئی تھی۔

روایت ہے کہ ایک دن آپ بغداد میں ایک قصاب کی دکان پر پہنچے۔ دکان پر ایک بکری لٹکی ہوئی تھی۔ آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ یہ بکری یوں کہتی ہے کہ مری ہوئی بکری ہوں ذبح کی ہوئی نہیں ہوں۔ قصاب بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہوش آیا تو شیخ کے قول کی تصدیق کی۔ اور توبہ کی۔ درویش کے دل میں جو کچھ گزرے۔ اظہار کرامت شیخ کو اس میں ضرور دخل ہوتا ہے اور اس میں دو حکمت پوشیدہ ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ حرام گوشت کو مسلمان کھانے سے باز رہیں۔ دوسرے یہ کہ قصاب کی توبہ کی توفیق کا وقت آچکا تھا۔

آپ کی وفات شنبہ کی شب کو ۱۲ ماہ جمادی الثانی ۵۶۳ھ کو ہوئی۔ مزار بغداد شریف میں ہے۔

حضرت شیخ عمار یاسر قدس سرہٗ

آپ شیخ ابوالنجیب سہروردی کے مرید ہیں۔ مریدوں کی تربیت و ترتیب اور ان کے واقعات کے کشف میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ اپنے زمانہ کے بزرگ اور صاحب کرامات ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابوالجناب ہے، یہ کنیت آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں عطا فرمائی تھی۔ نام احمد بن عمر الجنوقی ہے۔ اور لقب نجم الدین کبریٰ ہے۔ کبریٰ اس وجہ سے آپ کو کہتے ہیں کہ عنفوان شباب میں جب آپ تحصیل علم میں مشغول تھے جس کسی سے مناظرہ یا مباحثہ کرتے، اس پر غالب آتے اس سبب سے آپ کو طامۃ الکبریٰ کہنے لگے، کثرت استعمال سے لفظ طامۃ حذف ہو کر صرف کبریٰ باقی رہ گیا۔

آپ کو شیخ ولی تراش بھی کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے حالت وجد میں جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی وہ درجہ ولایت تک پہنچ جاتا۔ چنانچہ کسی دن ایک سوداگر آپ کی خانقاہ میں آگیا۔ اس وقت شیخ کی حالت متغیر تھی۔ اس پر آپ کی نظر پڑی اسی وقت وہ ولایت کے مرتبہ پر فائز ہو گیا۔ پوچھا کس جگہ کے رہنے والے ہو۔ کہا فلاں مملکت کا۔ اس کو اس مملکت کی ارشاد و تبلیغ کی اجازت لکھ کر عطا فرما دی کہ اپنے حدود مملکت میں خلق خدا کی رہنمائی کرے۔

ایک دن ایک باز نے ہوا میں چڑیا کو شکار کیا ہوا تھا اتفاق سے آپ کی نظر کیمیا اثر اس پر پڑی، وہ چڑیا اس باز پر غالب آگئی اور باز کو پکڑے ہوئے حضور کے سامنے زمین پر اتار لائی۔

ایک دن خانقاہ کے دروازہ پر آپ کھڑے ہوئے تھے۔ایک کتا آیا،آپ کی نظر اس پر پڑی بس اس کی حالت ہی کچھ اور ہوگئی۔دیوانہ ہوگیا اور شہر سے قبرستان کی طرف چلا گیا۔اپنا سر زمین پر پٹکتا تھا۔اور جہاں سے گزرتا تھا۔محلہ کے کتے اس کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔اور ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔کچھ دن بعد وہ مرگیا۔آپ کے حکم کے بموجب اس کو دفن کر دیا گیا۔اس کی قبر پر ایک عمارت تعمیر کرائی۔جس کی بابت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

سگ کہ شد منظور نجم الدین سگاں را سرورست　　　یک نظر فرما کہ مستغنی شوم از بنائے جنس

غرضیکہ آپ راہ طریقت و تصوف میں یکتائے روزگار تھے۔آپ کی کرامات مشہور و معروف ہیں۔نسبت ارادت آپ کو دو طرف سے حاصل ہے۔ایک شیخ عمار یاسر سے اس ترکیب سے جو اس کتاب میں بتائی گئی ہے جو شیخ ابو القاسم گرگانی تک منتہی ہوتی ہے اور دوسرا طریق و سلسلہ شیخ اسماعیل حضری سے محمد مانکیل تک اور ان سے محمد بن داؤد تک اور ان سے ابو العباس ادریس تک اور ان سے ابو القاسم بن رمضان تک اور ان سے حضرت ابو یعقوب طبری تک اور ان سے ابو عبد اللہ بن عثمان تک اور ان سے ابو یعقوب نہر جوری تک اور ان سے ابو یعقوب سوسی تک اور ان سے عبد الواحد زید تک اور ان سے کمیل بن زیاد تک اور ان سے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تک اور پھر سلسلہ بہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

آپ کی وفات ۱۰ جمادی الاوّل ۶۱۸ھ کو ہوئی۔جب ہلاکو خوارزم میں پہنچا،اس وقت آپ کی عمر شریف ساٹھ سے زیادہ تھی۔شیخ نے اپنے اصحاب کو مثلاً شیخ سعد الدین حموی اور شیخ رضی الدین علی لالا وغیرہم کو بلا کر فرمایا کہ صبح سویرے اٹھ کر اپنے ملکوں کو چلے جاؤ کیونکہ مشرق سے ایک آگ اٹھے گی۔جو مغرب تک سب کو جلا دے گی۔اور مجھ کو یہیں ہونا ہے یہ ایک بلائے مبرم ہے جس کا کوئی علاج نہیں پھر آپ نے نیزہ اپنے ہاتھ میں لیا اور کفار سے جنگ شروع کی۔حتیٰ کہ آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔روایت ہے کہ شہادت کے وقت ایک کافر دین کی کاکل آپ کے دست مبارک میں تھیں اور کسی کو یہ مجال نہ ہوئی کہ آپ کے دست مبارک سے ان کو چھڑا سکے۔آخر کار ان کو کاٹ دیا گیا۔

حضرت کی نظر کیمیا اثر سے آپ کے مرید بڑے کامل اور عالم ہوئے۔اور بڑے بڑے مدارج پر فائز ہوئے۔جن میں بہت سے مشہور و معروف ہیں۔جیسے شیخ مجد الدین بغدادی

شیخ سعد الدین حموی۔ بابا کمال خجندی۔ شیخ رضی الدین علی لالا۔ شیخ سیف الدین ماخرزی۔ شیخ نجم الدین رازی۔ شیخ جمال الدین گیلی، وغیرہ۔ بعض مولانا شیخ بہاؤ الدین ولد مولانا جلال الدین رومی کو بھی ان میں شمار کرتے ہیں۔

حضرت شیخ مجد الدین بغدادیؒ

آپ کی کنیت ابو سعید اور نام شرف بن المؤید بن ابو الفتح ہے۔ قدیمی وطن بغداد ہے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کے بہتر اور مخلص دوست اور کامل ترین مرید ہیں شیخ نجم الدین کو آپ کے حال پر کمال عنایت و شفقت تھی۔ اور اسی خصوصی توجہ و عنایات کے باعث آپ کو بڑے بڑے مرتبے اور درجے حاصل ہوئے۔ آخر زمانہ میں تقدیر الٰہی سے شیخ مجد الدین سے اپنے پیر کی بابت کچھ گستاخی اور سوء ادبی ہو گئی۔ جس کی خبر حضرت شیخ کو ہوئی تو زبان سے یہ کلمہ نکل گیا۔ "تیرا سر جائے اور تو دریا میں غرق ہو اور اسی میں تیری موت آئے۔" چنانچہ خوارزم شاہ نے بغیر کسی جرم کے شیخ مجد الدین کو سمندر میں غرق کرا دیا۔ وہیں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

آپ کی وفات ۶۰۶ھ یا ۶۱۶ھ میں واقع ہوئی۔ قبر اسفرائین میں ہے۔

حضرت شیخ سعد بن حمویؒ

آپ کا نام محمد بن موید بن ابی بکر بن ابی حسن ہے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کے کامل ترین مریدوں میں ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے فاضل اور عارف کامل گزرے ہیں۔ آپ صاحب تصانیف تھے۔ اور تصانیف کی تعداد کافی ہے۔

آپ کی وفات عید الاضحیٰ کے دن ۶۵۰ھ کو ہوئی۔ عمر شریف ۶۳ سال تھی۔ قبر بحر آباد خراسان میں ہے۔

حضرت شیخ سیف الدین ماخرزیؒ

شیخ نجم الدین کبریٰ کے منتخب مریدوں میں ہیں۔ جب حضرت نے ان کو ابتدائی زمانہ میں ایک چلہ میں بٹھایا۔ اور دوسرے چلہ میں آپ دروازہ پر تشریف لے گئے اور

دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور فرمایا اٹھو اور باہر آؤ۔

منم عاشق مرا غم ساز دار است
تو معشوقی ترا با غم چکار است

آپ کی وفات ۶۵۸ھ میں واقع ہوئی۔ عمر ۳۷ سال تھی۔ مزار بخارا میں بنا ہے۔

حضرت شیخ نجم الدین رازی ؒ

آپ کی شہرت دامّہ کے لفظ سے ہے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خاص مریدوں میں ہیں شیخ صدرالدین قونیوی اور مولانا جلال الدین محمد رومی سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ تفسیر بحرالحقائق جو حقائق ونکات سے پُر ہے اور جس میں رموز و اشارات قرآنی بے شمار ہیں یہ بے مثل تفسیر آپ ہی کی تصنیف کردہ ہے۔ آپ کے کمال فن اور تبحر علمی کی اس سے بہتر اور بڑھ کر کیا دلیل ہوگی کہ آپ نے ایسی بے مثل تفسیر تصنیف فرمائی۔ آپ کی وفات ۶۵۴ھ کو ہوئی۔ قبر بغداد شریف میں ہے۔

حضرت شیخ رضی الدین علی لالا ؒ

آپ کا لقب رضی الدین اور نام علی بن سعید بن عبدالجلیل لالا ہے۔ آپ کی اصل غزنی ہے۔ آپ کے والد ماجد حکیم سنائی غزنوی کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید ہیں۔ شیخ احمد یسوی۔ خواجہ ابو یوسف ہمدانی کی صحبت میں شریک ہوئے ہیں۔ اور بہت سے مشائخ کبار کی صحبت میں بیٹھے۔ ایک سو چوبیس مشائخ کاملین سے خرقہ ولایت حاصل کیا۔ علوم ظاہری و باطنی دونوں میں پوری دسترس حاصل تھی۔ اپنے وقت کے بزرگوں میں گزرے ہیں۔ ہندوستان کا سفر کیا اور حضرت ابوالرضا رتن ہندی رضی اللہ عنہ کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ جن کا مزار حصار کے نواح میں مقام تلنبدہ میں واقع ہے۔ اور ابوالرضا رتن ہندی ؒ سے آنحضرت ؐ کی امانت شانہ مبارک حاصل کیا۔

آپ کی وفات ۳ ربیع الاول ۶۴۲ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک روضہ سلطان محمود کے درمیان غزنی میں واقع ہے، یہ نیاز مند بھی وہاں حاضری دے آیا ہے۔ عصر کی نماز بھی وہیں ادا کی۔ اور بہت سے مشائخ غزنی۔ ملک بآرپرزہ و خواجہ شمس العارفین الشیخ اجلّی

سرزرے، حکیم سنائی، امام محمد حداد۔ ابی محمد اعرابی، خواجہ محمد باغبان متوفی ربیع الاول ۴۴۰ھ
خواجہ علی ناز، خواجہ احمد مکی، شیخ بہلول، خواجہ ابی بکر بلغاری جو اولاد صدیق اکبر سے ہیں۔ پر
فیض شیخ عثمان ولد پیر علی ہجویری۔ شیخ حاجی بلدی ختم الاولیا، خواجہ بقال اور تاج الاولیاء
شاہ بیر فالیز بانی وغیرہم قدس اللہ ارواحہم کے مزارات مقدسہ پہ حاضری دے دی ہے۔

حضرت شیخ جمال الدین احمد جورقانیؒ

شیخ رضی الدین علی لالا کے مرید ہیں۔ آپ کا شمار بڑے مشائخ وقت میں ہے۔ راہ تصوف میں آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ شیخ رضی الدین علی فرماتے تھے جو شخص ہمارے جمال الدین احمد کی خاموشی و سکوت کے ساتھ موافقت کرے تو دوسروں نے جو کچھ حضرت جنید و شبلیؒ سے حاصل کیا وہ جمال الدین احمد سے حاصل کر سکتا ہے۔

آپ کی وفات آخر ربیع الآخر ۶۶۲ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ نور الدین عبد الرحمٰن السفرانی کسرقیؒ

آپ کسرق کے رہنے والے ہیں۔ کسرق اسفراین کے مضافات میں ایک موضع ہے شیخ احمد جورقانی کے مرید ہیں۔ آپ نے زمانہ کے مشائخ کبار اور عارفین میں شمار تھا۔ آپ کی ولادت ماہ شوال ۶۳۷ھ یا ۶۳۹ھ کو ہوئی۔ اور وفات شب یکشنبہ ۱۴ رجادی الاولےٰ ۷۱۷ھ کو ہوئی۔ قبر بغداد شریف میں واقع ہے۔

حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانیؒ

آپ کی کنیت ابو المکارم ہے۔ نام احمد بن محمد بیابانگی۔ آپ ملوک سمنان سے تھے، پندرہ سال کی عمر میں آپ سلطان وقت کے ہمراہ تھے اور ۶۷۷ھ کو بغداد میں شیخ نور الدین عبد الرحمٰن کسرقی کے مرید ہوئے۔ آپ صاحب ریاضات و مقامات تھے۔ کہتے ہیں کہ اپنی عمر میں ایک سو تیس چلہ کیے۔ آپ کی ولادت ۶۵۹ھ کو ہوئی۔ اور وفات جمعہ کی شب ۲۲ر رجب ۷۳۶ھ کو ہوئی۔ آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔ مزار مقبرہ عماد الدین عبد الوہاب میں واقع ہے۔ اس زمانہ میں ایک رسالہ دیکھنے میں آیا جس کی بابت مشہور ہے کہ وہ شیخ

علاؤالدین سمنانی کی تصنیف اور خود نوشت ہے۔ جو آپ نے اپنے عقائد کے بیان میں تحریر فرمایا ہے اس رسالہ میں بعض مسائل اہلسنت وجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں۔ جو خود آپ نے اجتہاد سے لکھے ہیں۔ اگر واقعتاً وہ رسالہ آپ کی ہی تصنیف اور خود نوشت ہے۔ پس میں خدا کی پناہ میں آتا ہوں۔ ایسے آدمی سے جو اس کے احکام کی مخالفت کرے۔ اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے مسلک کے خلاف ہو۔

شیخ نجم الدین محمد الاوکانی رحمہ اللہ

آپ شیخ علاؤالدین سمنانی کے مرید ہیں۔ صاحب کشف وکرامات بزرگ ہیں۔ آپ کی وفات ۷۷۸ھ میں ہوئی۔ عمر ۸۰ سال تھی۔ قبر اسفرائن کے صوبہ حصار میں واقع ہے۔

حضرت شیخ محمود مزدہ کانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا لقب شرف الدین ہے۔ والد کا نام عبداللہ۔ شیخ علاؤالدولہ سمنانی کے کامل ترین مریدوں میں ہیں۔

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ

امیر سید علی ہمدانی کے والد کا نام شہاب الدین بن محمد ہے۔ آپ شیخ شرف الدین محمود مزدہ کانی کے مرید ہیں۔ راہ طریقت آپ نے شیخ تقی الدین علی دوستی سے طے کی۔ جو خود بھی علاؤالدولہ سمنانی کے مرید تھے۔ اپنے پیرو مرشد شیخ شرف الدین محمود کے فرمانے سے تین مرتبہ آپ نے ایک چوتھائی دنیا کی سیرو سیاحت کی۔ ایک ہزار چار سو اولیاء کاملین سے ملاقات کی۔ اور ایسی مجلسوں میں شریک ہوئے جہاں ایک مجلس میں چار چار سو اولیاء کا مجمع تھا۔ ابتدائی اسلام کے زمانہ میں آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے کشمیر میں قیام کیا۔ آج آپ کی خانقاہ کشمیر میں موجود ہے۔ آپ کی وفات ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ میں ہوئی۔ قبر مقام ختلان میں ہے۔

حضرت شیخ بہاء الدین ولد رحمہ اللہ

آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید ہیں۔ اسم مبارک آپ کا محمد بن حسین بن احمد الخطی الکبریٰ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی اولاد میں ہیں۔ آپ کی والدہ علاء الدین محمد بن خوارزم شاہ کی لڑکی تھیں۔ آنحضرت کے منشا اور اشارہ سے علاء الدین محمد نے اپنی لڑکی حسین بن احمد کے نکاح میں دی تھی۔ آپ سے شیخ بہاء الدین پیدا ہوئے۔ آپ نہایت بزرگ اور صاحب کرامات تھے۔ آپ نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملاقات کی ہے۔

آپ کی وفات ۶۲۸ھ میں ہوئی۔ مزار قونیہ میں ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ

آپ مولوی رومی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا نام محمد بن بہاء الدین محمد ہے۔ اصل و خاندانی وطن بلخ ہے۔ نشو و نما روم میں ہوئی۔ آپ اپنے باپ کے مرید تھے۔ صاحب حال و قال اور بہت بڑے مرتبہ کے تھے۔ آپ کے درس میں روزانہ چار چار سو طلبا شریک ہوتے۔ آپ مشہور شاعر تھے۔ آپ کا کلام اسرار معرفت اور رموز تصوف سے بھرا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ چھ سال کی عمر میں تین چار دن میں ایک بار افطار کرتے، اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک دن آپ چند لڑکوں کے ساتھ مکانوں کی چھت پر سیر کر رہے تھے۔ ایک لڑکے نے کہا آؤ اس چھت سے دوسری چھت پر کو دیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اس قسم کی حرکتیں کتے بلی کرتے ہیں۔ اگر انسان ان لغو چیزوں میں مشغول ہو تو اس پر ہزار افسوس ہے اگر تم میں طاقت ہے تو آؤ آسمان کی طرف اڑیں۔ بس اتنی دیر میں آپ سب لوگوں کی نظر سے غائب ہو گئے۔ لڑکوں نے شور کرنا اور فریاد کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئے۔ آنکھوں اور چہرہ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ اور فرمایا کہ جب میں تم سے گفت گو کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سبز پوشوں کی جماعت ہے جس نے مجھے اٹھا لیا اور آسمان کی خوب سیر کرائی۔ عجائبات ملکوتی کی خوب سیر کی۔ جب تمہاری آہ و فغان کی آواز سُنی، واپس آگیا۔ نیز مولانا رومیؒ نے فرمایا کہ جو جانور زمین سے اوپر اڑتا ہے۔ اگرچہ آسمان تک نہیں پہنچ سکتا۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ وہ جال سے زیادہ دُور ہو جاتا ہے اور اس طرح ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی

درویش بن جاتا ہے۔ اگرچہ معراج کمال تک نہ پہنچ سکے تاہم اتنا ضرور ہوتا ہے کہ وہ عام مخلوقات کے گروہ سے ممتاز ہو جاتا ہے اور دنیا کے مخمصوں اور جھگڑوں سے محفوظ رہتا ہے۔

آپ کی ولادت ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ کو اور وفات غروب آفتاب کے وقت ۵ جمادی الاخریٰ ۶۷۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر قونیہ ہے۔

حضرت شیخ حسام الدین حلبی رحمۃ اللہ

آپ کا نام حسن محمد بن حسن بن اخی ترگست ہے۔ حضرت مولانا روم کو آپ کے حال پر کمال عنایت و شفقت تھی۔ آپ مولانا کے ممتاز خلفاء میں تھے۔ جب مولانا روم کا وصال ہوا۔ ساتویں دن حسام الدین تمام اصحاب کے ہمراہ سلطان ولد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے والد مرحوم کی جگہ پر آپ بیٹھیں اور مریدین و مخلصین کی راہ نمائی فرمائیں اور ہمارے شیخ بنیں۔ اور میں آپ کی غلامی میں غاشیہ بر دوش رہوں۔ اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

برخانہ ولی اے جاں آں کیست ایستادہ
برتخت شہ کہ باشد جز شاہ شہزادہ

سلطان ولد بہت روئے اور پھر فرمانے لگے الصوفی اولیٰ بخرقتہ والھم اخری بخرقتہ تم جس طرح اپنے والد کی حیات میں خلیفہ اور ہمارے بڑے تھے۔ آج بھی اسی طرح ہمارے خلیفہ اور قابل احترام ہوئے آپ کی وفات ۶۸۳ھ کو ہوئی۔

حضرت سلطان ولد رحمۃ اللہ

آپ مولانا جلال الدین رومی کے فرزند خلف ہیں۔ اور مولانا کے مرید اور صاحب سجادہ بھی ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی اپنے والد صاحب اور مولانا حسام الدین حلبی اور شیخ شمس الدین تبریزی قدس اسرارہم سے حاصل کیے۔ مولانا روم نے آپ کی شان میں فرمایا ہے کہ ہمارا ظہور ہی تیرے وجود کی خاطر ہوا۔ یہ باتیں میرا قول ہیں اور تو میرا فعل اور عمل، اور فرمایا کہ ایک دن میرے والد صاحب نے کہا کہ اے بہاء الدین اگر تو چاہتا ہے کہ بہشت بریں میں ہمیشہ رہے تو ہر ایک سے محبت کر کسی سے دل میں کینہ نہ رکھ۔ اور پھر یہ رباعی پڑھی:-

رباعی

پیش طلبی ز ہیچکس ہیچ مباش — چوں مرہم و موم باش وچوں پیش مباش

خواہی کہ ز ہیچکس بتو بد نہ رسد — بدگوئی و بدآموز و بداندیش مباش

آپ کی ولادت لارندہ میں سنہ ۶۲۳ھ میں ہوئی۔ اور وفات شنبہ کی شب ۱۰ رجب سنہ ۷۱۲ھ کو ہوئی۔

روایت ہے کہ جس شب کو آپ کا وصال ہوا۔ یہ شعر آپ پڑھ رہے تھے ؎

امشب شب آں ست کہ بینم شادی

دریابم از خدائے خود آزادی

سلسلہ کبرویہ کے مشائخ کبار کا تذکرہ تمام ہوا۔

سلسلہ سہروردیہ جس کو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے نسبت ہے۔

حضرت ممشاد دینوری رحمہ اللہ

دینور قرمیسین کے قریب حنبل کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے۔ حضرت ممشاد دینوریؒ عراق کے مشائخ کبار میں سے ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی اور کرامات و تصرفات میں یکتائے روزگار تھے۔ حضرت جنید بغدادی کے کامل ترین مریدوں میں ہیں اور حضرت رویم نوری رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے۔

آپ نے فرمایا کہ چالیس سال سے بہشت مع اپنی تمام نعمتوں کے میرے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ میں نے اپنی آنکھ کا ایک گوشہ بھی اس کو دیکھنے کے لیے نہیں صرف کیا۔ یعنی ایک نظر تک اس پر نہیں ڈالی۔

آپ کی وفات سنہ ۲۹۹ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ احمد اسود دینوریؒ

آپ کے والد کا نام عطار ہے۔ حضرت ممشاد دینوری کے کامل مریدوں اور اپنے وقت کے مشائخ کبار میں ہیں۔ آپ کی وفات ماہ ذی الحجہ میں سنہ ۳۶۷ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد عمویہ رحمۃ اللہ

آپ کے والد کا نام عبداللہ ہے۔ اپنے وقت کے مشائخ کبار میں تھے۔ آپ شیخ احمد اسود دینوری کے مرید ہیں۔

حضرت شیخ الشیوخ رویمؒ

آپ کی کنیت ابو محمد، ابوالحسین اور ابوسیبان ہیں۔ باپ کا نام احمد بن یزید بن رویم ہے آپ کا اصل وطن بغداد ہے۔ آپ جید عالم اور فقیہ تھے۔ علوم ظاہر و باطن دونوں میں مہارت حاصل تھی۔ مگر آپ اپنے آپ کو چھپاتے تھے۔ حضرت جنید بغدادی کے مرید کامل اور شاگرد رشید تھے۔ خواجہ عبداللہ انصاری نے فرمایا کہ اگرچہ رویم خود کو جنید کا شاگرد بتاتے مگر آپ اپنے استاد سے زیادہ کامل اور بہتر تھے۔ میں ان کے ایک بال کو بھی ایک سو جنید سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ خفیف فرماتے ہیں کہ کسی نے میری نگاہ کو نہیں دیکھا جیسا کہ رویم نے دیکھا ہے۔ ہمیشہ آپ توحید کی باتیں کرتے، نقل ہے کہ آخر عمر میں آپ دنیا والوں سے پوشیدہ ہو گئے تھے۔ لیکن اپنے شغل سے محجوب نہیں ہوتے تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ہم فارغ ہوتے ہوئے مشغول ہیں۔ اور رویم مشغول بھی فارغ ہے۔

آپ کی وفات ۳۰۳ھ کو ہوئی۔ مزار بغداد شریف میں مقام شونیزیہ میں ہے۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ بن خفیفؒ

نام محمد اور اصل شیراز ہے۔ آپ شاہی خاندان سے ہیں۔ اپنے زمانہ کے قطب اور امام گزرے ہیں۔ اور اہل طریقت کے پیشوا۔ ریاضیات و مجاہدات میں آپ کی مثال نہ تھی حضرت رویم کے مرید ہیں۔ منصور حلاج سے شرف نیاز حاصل تھا۔ ابوحسین مالکی۔ ابوالحسین مزین۔ ابوالحسین دراج وغیرہ مشائخ سے صحبت تھی۔ علوم ظاہر و باطن میں کامل درجہ تھا۔ شافعی المذہب تھے۔ علم تصوف میں آپ کی بہت تصانیف ہیں۔ طریقہ خفیفہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ آپ کے مذہب کا طریق حضور و غیبت تھا۔

روایت ہے کہ شیخ ابو عبد اللہ خفیف نے فرمایا کہ میں نے ابتداء میں چاہا کہ حج کو جاؤں ایک جنگل میں پہنچا، ڈول اور رسی ساتھ تھی۔ پیاس کا غلبہ تھا، ایک کنوئیں پر پہنچا۔ ایک ہرن کو پانی پیتے دیکھا۔ جب میں کنوئیں پر پہنچا۔ پانی گہرائی میں چلا گیا۔ میں نے کہا، خدایا عبد اللہ کا درجہ اس ہرن سے بھی کم تر ہے۔ آواز آئی کہ اس ہرن کے پاس ڈول رسی نہیں صرف ہمارے اوپر بھروسہ تھا۔ اور تیرا ڈول اور رسی پہ۔ یہ سُن کر میں خوش ہوا۔ ڈول اور رسی کو پھینک دیا۔ پھر آواز سُنی۔ ہم نے تجھے آزمایا تھا، اب تم باز آگئے، ہم بھی باز آگئے۔ اتنے میں دیکھا کہ پانی کنوئیں کے کنارہ پر تھا۔ خوب سیر ہو کر پیا اور وضو کیا۔

ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ مصر میں ایک جوان اور ایک بوڑھا ہمہ وقت مراقبہ میں رہتے ہیں۔ میں وہاں گیا دیکھا کہ دونوں قبلہ رو بیٹھے ہیں۔ تین مرتبہ سلام کیا۔ جواب نہیں دیا پھر میں نے خدا کی قسم دے کر سلام کیا۔ اس جوان نے سر اٹھایا اور کہا "اے ابن خفیف! دنیا تھوڑی ہے اور اس تھوڑے کا بھی تھوڑا باقی رہ گیا ہے۔ اس تھوڑے سے بہت حصہ حاصل کر۔ اے ابن خفیف! فارغ کون ہے جو تو سلام میں ہم کو مشغول کرتا ہے۔" یہ کہا اور سر نیچا کر لیا۔ میں بھوکا اور پیاسا تھا۔ بھوک اور پیاس سب کو بھول گیا، اور ان کے اس قول کا قلب پر بڑا اثر ہوا۔ کچھ دیر ٹھہرا اور نماز ظہر اور عصر ان کے ساتھ پڑھی۔ پھر میں نے درخواست کی کہ کچھ نصیحت فرمائیے۔ کہا اے ابن خفیف! ہماری زبان سے نصیحت نہیں ہوتی۔ کسی اور کو چاہیے کہ مصیبت زدوں کو نصیحت کرے۔ میں تین دن وہاں رہا۔ اس عرصہ میں میں نے سونے اور کھانے کا کوئی واقعہ نہیں دیکھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس خیال میں رہنے سے کیا فائدہ کہ یہ مجھے نصیحت کریں گے۔ جوان نے سر اٹھایا اور کہا۔ ایسی کسی کی صحبت میں جاؤ جس کا دیکھنا تجھے خدا کی یاد دلائے۔ اور تیرے دل پر اس کی ہیبت ہو۔ اور زبان فعل سے تجھے نصیحت کرے۔ زبان قال سے نہیں۔

آپ کی وفات ۳۷۱ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک شہر آذر میں ہے۔ آپ کی عمر ۹۵ سال اور ایک روایت میں ۱۰۴ سال کی عمر ہوئی۔

حضرت شیخ ابو العباس نہاوندیؒ

آپ کا نام احمد بن محمد بن الفضل ہے۔ آپ کا قدیمی وطن نہاوند ہے۔ جعفر خلدی کے

شاگرد رشید اور شیخ ابو عبد اللہ خفیف کے مرید ہیں۔ شیخ ابو العباس نے فرمایا آپ بڑے صاحب حوصلہ اور عالی ہمت تھے۔ آپ کی وفات ۶۴۳ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک وصیت کے مطابق خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے قدموں میں مقام دہلی میں ہے۔ اس خاکسار نے اس کی زیارت کی ہے۔

حضرت شیخ نجیب الدین علی برغش رحمہ اللہ

آپ کی جائے پیدائش شیراز ہے اور اصلی وطن شام ہے۔ نقل ہے کہ آپ کو ابتداء عمر سے فقراء سے محبت تھی۔ اور فقراء کی صحبت میں اٹھتے بیٹھتے تھے، باپ ہر چند بہتر سے بہتر لباس آپ کے لیے بناتے اور لذیذ سے لذیذ کھانے پکواتے۔ آپ اس طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں دنیا کا جامہ ہرگز نہیں پہنوں گا۔ اور نازک مزاجوں کا کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ آپ کمبل اوڑھتے تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید تھے۔ عارف کامل اور ایک جید عالم تھے۔ آپ کی پر حکمت اور لطف آمیز باتیں اور خطوط بے شمار ہیں۔ آپ کی وفات ۶۷۸ھ کو ہوئی مزار شیراز میں ہے۔

حضرت شیخ عبد الرحمٰن بن علی برغش رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا لقب ظہیر الدین ہے، اپنے باپ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ صاحب مقامات و کرامات تھے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو شیخ الشیوخ نے اپنے خرقہ مبارک کا ایک ٹکڑا آپ کے پہننے کے واسطے ارسال کیا۔ دنیا میں سب سے پہلے خرقہ آپ نے پہنا۔ آپ کی وفات ۷۱۶ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح

آپ کی کنیت ابو محمد اور ابو البرکات ہے۔ والد کا نام وجیہہ الدین بن کمال الدین علی شاہ قریشی ہے۔ ملتان کے قدیمی باشندے تھے۔ علوم ظاہر و باطن اور فقہ وحدیث اور اصول و فرع میں کامل اور اپنے عہد کے قطب و غوث تھے۔

آپ کا مذہب حنفی تھا۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے کامل ترین خلیفہ اور مرید تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامات اور بڑے درجہ کے حامل تھے۔ جب آپ حج بیت اللہ واپس آکر بغداد شریف پہنچے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہو کر

مرید ہو گئے۔ آپ کے خرقہ پہننے کا طریقہ اس طرح ہے کہ جب آپ شیخ الشیوخ کی خدمت میں پہنچے تو اس انتظار میں تھے کہ حضرت شیخ الشیوخ خرقہ پہنائیں گے۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف رکھتے ہیں اور شیخ الشیوخ اُن کے حضور دست بستہ کھڑے ہوئے ہیں۔ اس گھر میں ایک طناب بندھی ہوئی ہے۔ اور اس طناب پر خرقے لٹکے ہوئے ہیں۔ آنحضرت نے مجھے طلب فرمایا۔ شیخ الشیوخ نے میرے ہاتھوں کو پکڑ کر آنحضرت سے قدمبوس کرایا۔ آنحضرتؐ نے ان خرقوں میں سے ایک خرقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ عمر! اس خرقہ کو بہاؤالدین کو پہناؤ۔ شیخ الشیوخ نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر علی الصباح مجھے اندر طلب کیا۔ جب میں اندر گیا، وہی مکان اور اس پر اسی طرح طناب پر خرقے لٹکے ہوئے ہیں۔ شیخ الشیوخ نے وہی خرقہ جس کی طرف آنحضرتؐ نے اشارہ فرمایا تھا۔ طناب سے آتار کر مجھے پہنایا اور کہا۔ اے بہاؤالدین یہ خرقہ آنحضرتؐ کی طرف سے بخشا ہوا ہے، اور میں درمیان میں صرف ایک واسطہ ہوں، اور کسی کو بغیر اجازت کے نہیں دے سکتا۔ پھر آپ شیخ الشیوخ سے اجازت لے کر ملتان آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اور طالبانِ حق کی ہدایت و ارشاد میں مشغول ہوئے۔ آپ کی برکت سے بہت سی مخلوق راہِ راست پر آئی۔ اور اس شہر اور اطراف کے تمام لوگ معتقد ہوئے۔ اور آج بھی اُس نواح میں آپ کے مرید کثرت سے موجود ہیں۔ آپ کی کرامات و خوارق ظاہر ہیں۔

آپ کی ولادت ۵۶۶ھ کو قلعہ کوٹ کروڑ میں ہوئی۔ اور وفات جمعرات کے دن ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر، ماہ صفر ۶۶۶ھ کو ہوئی۔ عمر ایک سو سال کی پائی۔ قبر مبارک ملتان میں حصار قدیم میں واقع ہے۔

حضرت شیخ فخر الدین عراقی رحمہ اللہ

آپ شیخ بہاؤالدین زکریا کے کامل ترین مریدوں میں ہیں۔ اور حضرت شیخ الشیوخ کی صاحبزادی بھی آپ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ آپ ہمدان کے رہنے والے ہیں۔ بہت چھوٹی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا اور سترہ سال کی عمر میں علوم دینیہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ کا دیوان مشہور ہے۔ لمعات بھی آپ کے تصنیف کردہ ہیں۔ آپ صاحب کرامات و خوارق تھے۔ آپ کی وفات ماہ ذی قعدہ میں ۶۸۸ھ کو

ہوئی۔ عمر ۸۲ سال ہوئی۔ آپ کی قبر مبارک شیخ محی الدین ابن عربی کے مزار کے عقب میں واقع ہے جو دمشق میں صالحیہ میں ہے۔

حضرت امیر حسین ساداتؒ

آپ کا نام حسین بن عالم بن ابی الحسین ہے۔ غور کے رہنے والے ہیں۔ علوم ظاہر و باطن میں عالم اجل تھے۔ کتاب کنز الرموز، زاد المسافرین، نزہۃ الارواح، سوالات اور گلشن راز آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے مرید ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰ر شوال ۷۱۸ھ کو ہوئی۔ مزار مفرخ ہرات میں واقع ہے۔

حضرت شیخ صدر الدین محمد رحمۃ اللہ

آپ کی کنیت ابو المغانم ہے۔ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے جانشین، مرید کامل اور فرزند رشید ہیں۔ اپنے والد مرحوم کے بعد ملتان کی خانقاہ میں اٹھارہ سال کامل، طالبان حق کی ہدایت اور مریدوں کی تربیت میں والد کے حکم کے مطابق مشغول رہے۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں آپ کی وفات سہ شنبہ ۲۳ر ذی الحجہ ۶۸۴ھ کو ہوئی۔

قبر مبارک ملتان میں اپنے والد بزرگوار کے مزار کے متصل ہے۔

حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو الفتح اور لقب فضل اللہ ہے، اپنے والد شیخ صدر الدین محمد بن شیخ بہاؤالدین زکریا کے مرید اور خلیفہ ہیں، اپنے دادا اور اپنے والد کی گدی پر ۵۲ سال کامل طالبان حق کی رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ آپ علوم ظاہر و باطن کے جید عالم تھے، کشف و کرامات آپ سے بے شمار ظاہر ہوئیں۔ اپنے وقت کے جلیل القدر و عظیم المرتبہ بزرگ تھے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی والدہ ماجدہ شیخ بہاؤالدین کے سلام کو حاضر ہوئیں۔ جس وقت شیخ رکن الدین سات ماہ کے آپ کے پیٹ میں تھے۔ حضرت شیخ نے کھڑے ہو کر آپ کی تعظیم کی۔ شیخ رکن الدین کی والدہ کو تعجب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تعظیم اس کی وجہ سے ہے جو تمہارے پیٹ میں سات ماہ کی ہے وہ خاندان کا چراغ اور شفیع بنے گا۔ آپ کی وفات ۹ر

جمادی الاولی ۷۳۵ھ کو ہوئی۔ عمر ۸۸ سال کی ہوئی۔ قبر مبارک اپنے والد اور جد امجد کے مزار کے جوار میں ہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام اپنے جد امجد کے نام پر سید بخاری ہے۔ بخارا کے اس قبیلہ سے پہلی بار جو سب سے پہلے ہندوستان آیا، آپ کے جد امجد سید جلال بخاری ہیں جن کی بابت مخدوم جہانیاںؒ نے فرمایا کہ جب آپ بخارا سے ہندوستان آئے تو حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مرید ہوئے آپ جلیل القدر بزرگ ہوئے۔ علوم ظاہری و باطنی میں عالم اجل تھے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ سید احمد کبیر، سید بہاؤ الدین۔ سید محمد۔ سید احمد کبیر کے دو لڑکے ہوئے جو نہایت سعادت مند اور فرماں بردار تھے۔

ایک اپنے وقت کے قطب اور شیخ المشائخ یکتائے زمانہ حضرت مخدوم جہانیاں اور دوسرے سید راجو قتال۔ یہ سب اپنے وقت کے اولیائے کاملین میں گزرے ہیں۔ گو حضرت مخدوم جہانیاںؒ کو ظاہر و باطن میں تربیت آپ کے والد نے فرمائی۔ لیکن مرید شیخ رکن الدین بن شیخ صدر الدین بن شیخ زکریا ملتانی کے ہیں اور اس سلسلہ کی برکت سے اور آپ کی توجہ اور اصلاح سے معراج کمال پر پہنچے ہیں۔ اپنے زمانہ کے یکتا اور کامل تھے۔ آپ کو مخدوم جہانیاں اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے دن آپ حضرت شیخ بہاؤ الدین اور شیخ صدر الدین کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عید کی دعا فرمائی۔ اندر سے آواز آئی کہ حق تعالٰے نے تجھ کو مخدوم جہانیاں کر دیا، تیری عید بس یہی ہے جب شیخ رکن الدین کے روضہ پر گئے۔ وہاں سے بھی یہی آواز آئی، جب باہر آئے تو ہر شخص آپ کو مخدوم جہانیاں کہہ کر خطاب کرتا تھا۔

آپ سے خوارق و کرامات بے شمار ظاہر ہوئی ہیں۔ جب آپ مکہ معظمہ میں پہنچے تو امام عبداللہ یافعی سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور دونوں میں اس درجہ اتحاد و محبت بڑھا کہ اس سے زیادہ گہرا تعلق دیکھا نہیں گیا۔ مکہ معظمہ سے جب ہندوستان لوٹے اور دہلی میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خرقہ چشت آپ کو اسی بارگاہ سے ملا۔

آپ کی ولادت شب جمعہ یکم شعبان ۷۰۷ھ کو ہوئی۔ وفات غروب آفتاب کے وقت چہارشنبہ عید الاضحیٰ کو ۷۸۵ھ کو ہوئی۔ عمر ۷۸ سال کی پائی۔

مزار اچہ ملتان میں ہے۔

حضرت شیخ برہان الدین قطب عالم رحمۃ اللہ

آپ کی کنیت ابو محمد نام عبداللہ بن ناصر الدین محمد بن مخدوم جہانیاں ہے۔ اس قبیلہ میں بیشتر صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں۔ آپ اپنے آباء کرام کے مرید تھے۔ خوارق و کرامات آپ سے بے شمار ظاہر ہوئی ہیں۔

روایت ہے کہ ایک رات تہجد کی نماز پڑھنے کے لیے اُٹھے۔ رات اندھیری تھی۔ پاؤں میں ایک کیل چبھ گئی۔ آپ کو معلوم تک نہ ہوا۔ فرمایا یہ کوئی پتھر یا لکڑی یا کوئی کیل ہے۔ صبح کو جب لوگوں نے دیکھا تو جس طرح آپ نے فرمایا اور جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے نکلا لکڑی کا ٹکڑا اپنی اصلی حالت پر موجود تھا جس میں کچھ پتھر کچھ لوہا اور کچھ اور چیز بھی اس میں ملی ہوئی تھی کہ انسان اس طرح سے مرکب نہیں کر سکتا۔ آج تک وہ چیز احمد آباد میں جو آپ کا وطن تھا آپ کے فرزندوں کے پاس موجود ہے۔

آپ کی ولادت ۱۴ رجب ۷۹۰ھ میں ہوئی۔ وفات طلوع آفتاب کے وقت ۸ ذی الحجہ ۸۵۶ھ کو ہوئی۔ عمر ۶۸ اور ۴ ماہ ہوئی۔ آپ کا مزار موضع تبوہ میں ہے جو احمد آباد و گجرات کے مضافات سے ہے۔

حضرت سراج الدین محمد شاہ عالم رح

آپ کی کنیت ابو البرکات اور نام محمد بن قطب عالم ہے۔ اپنے والد ماجد کے خلف صادق اور خلیفہ رشید اور مرید تھے۔ صاحب کشف و کرامات اور مقامات عالیہ کے حامل تھے۔ ظاہر و باطن میں اپنے وقت کے سردار تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا حلیہ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک سے بہت مشابہ تھا اور آپ کی عمر اور والدین نیز دایہ کا نام بھی آنحضرت ص کے والدین و عمر سے مطابق تھا۔

روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت آپ سے بیعت تھی۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر چار پانچ سال تھی۔ جو بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ وہ ضعیفہ اس کی جدائی اور فراق میں اس درجہ رنجیدہ تھی کہ فرط الم میں اس نے آپ کا دامن پکڑ لیا۔ اور گڑگڑانا شروع کیا کہ جب تک میرا لڑکا مجھے نہیں مل جائے گا۔ میں آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گی۔ جب اس کا گریہ و تفرع حد سے بڑھا۔ آپ نے اس کو تسلی دی اور اندر تشریف لے گئے آپ کا بھی ایک لڑکا تھا۔ جو چھوٹا

تھا، اس کو گود میں اٹھا کر اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور دعا کی کہ خدایا وہ لڑکا نہیں یہ لڑکا۔ اسی وقت آپ کا لڑکا فوت ہو گیا۔ باہر آکر اس ضعیفہ سے فرمایا۔ جا تیرا لڑکا زندہ ہو گیا جب وہ عورت گھر گئی۔ اپنے لڑکے کو زندہ پایا۔ آپ کی ولادت ۷ ذیقعدہ ۸۱۸ھ کو ہوئی۔ اور وفات شنبہ کی شب ۲۰ جمادی الاخری ۸۸۱ھ کو ہوئی۔ عمر شریف ۶۳ سال پائی۔ مزار مبارک شہر احمد آباد میں ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ حضرت غوث ثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضؓ کی روح پُرفتوح کی برکت سے سلسلہ قادریہ و نقشبندیہ و چشتیہ اور سلسلہ کبرویہ و سہروردیہ کے اکابر قدس اسرارہم کے حالات مکمل ہو گئے۔

جاننا چاہیئے کہ بنی نوع انسان کے امور اخروی کے انتظام کا دارومدار اور نظام عالم کا قیام انہی مذکورہ بالا سلسلوں پر ہے۔ اہل اسلام کے اکثر حضرات خواص و عوام ان سلسلوں سے باہر نہیں ہیں کیونکہ ان بزرگوں کے وسیلہ اور اعانت کے بغیر مقصود اصلی تک پہنچنا اور اس دارفنا سے ایمان کی متاع کو ڈاکوؤں کی دست برد سے بچا کر لے جانا بہت دشوار ہے۔ آخرت کی نجات ان سلسلوں میں منسلک ہوئے بغیر متصور نہیں۔ جیسا کہ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص تہی دامن کی وجہ سے اعمال سے خالی ہونے کی وجہ سے نجات پانے سے نا امید ہو گا حق تعالےٰ فرمائے گا اے میرے بندے تو فلاں محلہ میں میرے دوست کو جانتا ہے؟ وہ عرض کرے گا ہاں میں اس کو پہچانتا ہوں۔ خدا فرمائے گا جا میں نے اس کی برکت سے تیری مغفرت کر دی۔

پس یہ معلوم ہو گیا کہ اس سلسلہ سے رشتہ جوڑنے سے نجات کی اُمید ہے، اور اولیاء الٰہی کی دوستی اور ان کی سیرت کی اتباع اور پیروی آخرت میں فائدہ پہنچاتی ہے، تو ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے کو کسی نہ کسی سلسلہ میں منسلک کرے۔ اس امید پر اس احقر نے بھی اپنے آپ کو سلسلہ قادریہ میں شامل کر لیا ہے اور امام الاولیاء شاہ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دامن کو اپنے ہاتھ میں تھام لیا ہے کہ اس برکت سے کونین کی نجات و سعادت حاصل ہو۔ اور حق تعالےٰ اس سلسلہ کی برکت سے اس خاکسار کی بخشش فرمائے۔

اس کو اچھی طرح جان لو کہ ان تمام سلسلوں میں جو اسمائے گرامی مذکور ہوئے ہیں صرف انہی پر انحصار نہیں۔ بلکہ اس سے کہیں زیادہ عامل و بہتر اولیاء موجود ہیں۔ جو بڑے بڑے درجات کے حامل تھے مگر جب ان کی تاریخ ولادت وفات اور دیگر حالات کا پتا نہیں معلوم ہو سکا اور اس صورت میں ترتیب کی رعایت بھی باقی نہیں رہتی۔ اس ڈر سے صرف انہیں چند اکابر و مشائخ کے حالات پر اختصار کیا ہے۔

ہاں متفرق اکابر و مشائخ کے تذکرہ ، ان سلسلوں کے علاوہ متقدمین ، متاخرین کے معلوم ہو سکے ۔ اور ترتیب سلسلہ کا صحیح علم نہ ہو سکا ۔ یا کسی کی طرف تاریخ ولادت ہی معلوم ہو سکی ، ان کو علیحدہ فصل میں سنہ وفات کی ترتیب سے درج کر دیا گیا ہے ۔

حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ

تبع تابعین سے ہیں ۔ اپنے وقت کے مقتدیٰ اور امام تھے ۔ شیخ بصری ؒ سے آپ کو شرف ملاقات و صحبت کی سعادت حاصل تھی ۔ آپ کو مالک اس لیے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کشتی پر سوار ہوئے ۔ جب وسط دریا میں کشتی پہنچی ۔ کشتی والوں نے کرایہ کا مطالبہ کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ۔ اس پر آپ کو اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے ۔ جب ہوش آیا تو پھر کرایہ طلب کیا ۔ پھر آپ نے یہی جواب دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں پھر زدو کوب کیا اور کہا کہ ہم تیرے ہاتھ پاؤں باندھ کر دریا میں پھینک دیں گے ۔ آپ سے جب یہ کہا گیا تو تمام دریا کی مچھلیاں باہر آئیں اور ہر ایک کے منہ میں ایک دینار تھا ۔ آپ نے ایک دینار لے کر کشتی والوں کو کرایہ دے دیا ۔ اہل کشتی نے جب یہ ماجرا دیکھا تو آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور معذرت کی ۔ آپ دریا سے اُتر کر پانی کی سطح پر چلنے لگے اور کشتی والوں کی نظر سے غائب ہو گئے ۔

نقل ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے اس امت کو دو چیزیں عطا فرمائی ہیں جو نہ کسی فرشتہ کو عطا ہوئیں ۔ حتیٰ کہ جبریل و میکائیل مقرب فرشتوں کو بھی نہیں دی گئیں ۔ ایک ان میں سے فاذکرونی اذکرکم جب تم یاد کرو گے میں تم کو یاد کروں گا دوسرے ادعونی استجب لکم مجھ سے مانگو میں تم کو عطا کروں گا ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کسی آسمانی کتاب میں دیکھا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو عالم دنیا کو طلب کرتا ہے تو کم سے کم سزا جو میں اس کو دیتا ہوں یہ ہے کہ اپنی مناجات و ذکر کی چاشنی اور لذت اس کے دل سے دُور کر دیتا ہوں ۔ آپ کی وفات ۱۳۷ھ میں واقع ہوئی ۔

حضرت شیخ حبیب عجمیؒ قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے ۔ فارس کے رہنے والے تھے ۔ آپ کو حبیب عجمی کہتے ہیں ۔ آپ حضرت حسن بصری ؒ کے مرید ہیں ۔ بہت سے مشائخ وقت سے آپ کی ملاقات تھی ۔

روایت ہے کہ ایک خونی کو دار پر لٹکا دیا گیا ۔ رات کو خواب میں جنت میں بہشتی لباس میں

ملبوس دیکھا - اس سے کہا کہ تو قاتل تھا - یہ درجہ کیوں کر ملا - کہا جس وقت میں دار پر تھا حبیب عجمی کا گزر ہوا - آپ نے میرے حق میں دعا کی، اس دعا کی برکت سے یہ درجہ ملا ہے -

آپ کی وفات ۱۵۶ھ میں ہوئی - مزار مبارک بصرہ میں ہے -

حضرت شیخ سفیان ثوری رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے - والد کا نام سعید - کوفی الاصل ہیں - اپنے زمانہ کے پیشوا اور امام سمجھے جاتے تھے - علوم ظاہر و باطن میں یکتائے روزگار تھے اور پانچ مجتہدوں میں سے ایک آپ بھی ہیں - حضرت امام اعظم رح کے شاگرد رشید ہیں - بہت سے مشائخ سے شرف ملاقات حاصل تھا - ۲۳ سال تک آپ متواتر شب بیدار ہوئے - آپ نے فرمایا کہ پیغمبر علیہ السلام سے جو حدیث بھی میں نے سنی ہے، اس پر عمل کیا - ایسی کوئی حدیث نہیں جو سُنی ہو اور عمل نہ کیا ہو -

روایت ہے کہ آپ کسی سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتے تھے - آپ فرماتے تھے کہ اگر مجھے اس کا علم ہو جائے کہ اُس جہان میں درماندہ و عاجز نہیں ہوں گا - تو میں کسی کی پیش کش کو قبول کر لوں اور اس کے احسان کا بار اپنے ذمہ لے لوں - ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے - خلیفہ کے پاس ایک آتش پرست طبیب تھا - جو بڑا تجربہ کار اور حاذق تھا - آپ کی تیمارداری کے لیے اس نے اس طبیب کو بھیج دیا - جب طبیب نے آپ کی نبض دیکھی تو تشخیص کیا کہ خوف الٰہی سے اس مرد خدا کا جگر خون ہو گیا ہے اور پارہ پارہ ہو کر مثانہ کی راہ باہر بہتا ہے - دنیا میں ایسے لوگ موجود ہوں گے تو دین باطل نہیں ہو سکتا - یہ کہا اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا - خلیفہ نے کہا کہ میں نے پہچان کر طبیب کو ایک بیمار کے سرہانے بھیجا تھا مگر بیمار کو طبیب کی خدمت میں بھیج دیا -

شیخ عبداللہ مبارک نے فرمایا کہ میں نے ایک ہزار ایک سو بزرگوں سے سُنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ سفیان سے زیادہ فاضل ہم نے نہیں دیکھا - روایت ہے کہ ایک نوجوان کا حج کسی وجہ سے فوت ہو گیا - اس محرومی پر اس نے ایک آہِ سرد کھینچی - آپ نے فرمایا، میں نے چار حج کیے ہیں، سب تجھے بخشے - لیکن یہ آہ جو تو نے بھری ہے یہ مجھے بخش دے - اس نے کہا، بخشدی، رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ اے سفیان تو نے اس تجارت میں وہ نفع کمایا ہے کہ اگر تمام اہل عرفات پر اس کو تقسیم کر دو تو سب دولت مند ہو جائیں گے -

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ گریہ کے دس حصے ہیں - نو حصے ریا اور ظاہرداری کے ہیں

ایک مخلص خدا کے لیے ہے اس ایک حصہ کا ایک قطرہ بھی آنکھوں سے بہہ جائے اس کا اثر بھی بہت کافی ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ زہد و تقوےٰ نہ تو ٹاٹ کے کپڑے پہننے کا نام ہے اور نہ نان جویں کھانے کا نام۔ زہد حقیقت میں دنیا سے بے تعلق رہنے کا نام ہے۔ امید و آرزو کم کرنے کا نام ہے نیز آپ نے فرمایا کہ خدا کے حضور سینکڑوں گناہوں کے ساتھ حاضری زیادہ آسان ہے، بہ نسبت اس کے کہ ایک گناہ کر کے تو مخلوق خدا کے درمیان ہو۔

آپ نے فرمایا کہ یقین ہے کہ جس حال میں بھی ہو خدا کو متہم نہ کرائے۔ جو کچھ تجھ پر مصیبت پڑے۔ اس کا الزام تو خدا پر نہ رکھے۔

آپ کی وفات بصرہ میں ۳ر ماہ شعبان ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق سن وفات بجائے ۱۶۱ھ کے ۱۶۲ھ ہے۔ آپ کی مدت عمر ۶۳ سال تھی۔ جب آپ کو غسل دیا جارہا تھا۔ آپ کی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھا۔ سیکفیکھم اللہ۔

حضرت داؤد بن نصر طائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابوسلیمان ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد رشید۔ حبیب راعی کے مرید ہیں۔ آپ کا شمار قدماء و مشائخ میں تھا۔ علم ظاہری و باطنی کے جامع عالم تھے۔ فقہ میں آپ کو امام اور فقیہہ الفقہا کہا جاتا تھا۔ حضرت فضیل عیاض اور سلطان ابراہیم ادھم کے ساتھ آپ اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ گویا ایسے بزرگوں کی صحبت میں رہنے کی سعادت حاصل تھی۔

نقل ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں بیٹھا آپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا جس طرح زیادہ بولنا مکروہ ہے، زیادہ دیکھنا بھی مکروہ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اگر تو سلامتی و عافیت چاہتا ہے تو دنیا سے بے تعلق رہ۔
آپ کی وفات ۱۶۲ھ میں ہوئی۔ دوسرے قول کے مطابق ۱۶۵ھ میں مزار بغداد شریف ہے۔

حضرت عتبہ بن غلام رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد کا نام آبان بن صمعہ ہے۔ متقدمین مشائخ صاحب حال و درجات بزرگ ہیں آپ تبع تابعین میں ہیں۔ شیخ حسن بصریؒ کے مرید ہیں۔ آپ صائم الدہر تھے۔ ایک دن آپ شیخ حسن بصری کے ہمراہ دریا کے کنارے تشریف لے گئے۔ اور دریا کے پانی پر چلنے لگے شیخ

بصری نے تعجب سے فرمایا اے عتبہ! یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا۔ فرمایا کہ تیس سال سے آپ وہ کرتے ہیں جس کا آپ کو حکم ہوتا ہے اور میں وہ کرتا ہوں جو وہ چاہتا ہے۔ یہ تسلیم و رضا کی طرف ایک لطیف اشارہ تھا۔ آپ تمام رات یہی کہتے کہتے گزار دیتے کہ اگر تو سزا بھی دے تو بھی میں تجھے دوست رکھتا ہوں اگر معاف کر دے تو بھی دوست رکھتا ہوں۔

ایک دن ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ اے شیخ آپ سے کچھ دیکھنا چاہتا ہوں، فرمایا کہو کیا چاہتے ہو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ تازہ کھجور دیکھنا چاہتا ہوں یہ موسم کھجوروں کا نہیں تھا۔ آپ نے اس کے ہاتھ میں ایک زنبیل دے دی جو تازہ کھجوروں سے پُر تھی۔ آپ کی وفات ۱۶۷ھ میں ہوئی۔

حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ

آپ امام اعظم کے شاگرد رشید ہیں۔ علوم و فنون میں آپ جامع اور جید عالم تھے صاحب کشف و کرامات تھے۔ حضرت سفیانؒ ثوری اور فضیل عیاض آپ کے ہمعصر تھے اور بڑے بڑے مشائخ کی صحبتیں آپ نے دیکھیں۔

نقل ہے کہ ایک دن آپ ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ ایک نابینا سے آپ نے فرمایا: عبداللہ مبارک آ رہا ہے، تجھے جس چیز کی ضرورت ہو اس سے طلب کر، نابینا نے کہا کہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں عنایت فرما دے، آپ نے دعا فرمائی۔ اسی وقت اس کی بینائی آ گئی۔

صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ امام عبداللہ کی والدہ ایک دن باغ میں کسی کام سے تشریف لے گئیں آپ کو باغ میں سوتا ہوا پایا۔ دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ منہ میں ایک پھول لیے ہوئے آپ کے اوپر سے مکھیاں اڑا رہا ہے۔

آپ کی ولادت ۱۱۸ھ کو ہوئی، وفات ماہ رمضان میں ۱۸۱ھ کو ہوئی۔

حضرت محمدؒ صبیح مشہور بہ ابن سماکؒ

آپ کی کنیت ابو العباس ہے۔ آپ کا شمار علماء متقدمین میں ہے بڑے صاحب کشف و کرامات تھے حضرت سفیان ثوری کی صحبت میں رہتے تھے آپ نے فرمایا کہ بہترین تواضع یہ ہے کہ اپنے کو کسی پر ترجیح نہ دے، نیز آپ نے فرمایا کہ طمع ایک رسی ہے جو گردن میں پڑی ہے۔ پاؤں میں بندھی ہے اس کو

ہٹا دے تاکہ اس سے نجات مل جائے۔ آپ کی وفات ۱۸۳ھ کو ہوئی۔

حضرت شفیق بن ابراہیم بلخی قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابو علی ہے۔ بلخ کے باشندے ہیں۔ صاحب کرامات اور مقامات بلند کے مالک و حامل تھے۔ اپنے وقت کے امام سمجھے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ کاظم سے شرف ملاقات تھا۔ سلطان ابراہیم ادھم کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ مذہبًا حنفی تھے۔ ایک دن سلطان ابراہیم ادھمؒ سے پوچھا کہ آپ معاش کے لیے کیا کرتے ہیں۔ فرمایا جب مل جاتا ہے شکر کرتے ہیں نہیں ملتا صبر کرتے ہیں۔ شیخ شفیق نے فرمایا کہ خراسان کے باشندے بھی یہی کرتے ہیں۔ سلطان ابراہیم نے پوچھا آپ کیا کرتے ہیں، فرمایا جب ملتا ہے ایثار کرتے ہیں نہیں ملتا شکر کرتے ہیں۔ سلطان نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا آپ بے شک استاد ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا اے شیخ! میں نے بہت گناہ کیے ہیں اب چاہتا ہوں کہ توبہ کروں۔ فرمایا، بہت دیر سے آیا، عرض کیا بہت جلد آیا، پوچھا یہ کیسے۔ عرض کیا جو موت سے پہلے باز آئے اگرچہ دیر میں آئے۔ لیکن وہ جلد آیا۔ شیخ نے فرمایا تین چیز فقر کے نزدیک ہیں، فراغت دل، سُبکی حساب اور راحت نفس۔ اور تین ہی چیزیں دولت مندوں میں ہوتی ہیں۔ رنج تن۔ شغل دل اور سختی حساب۔

آپ کی شہادت ۱۹۴ھ کو ہوئی قبر مقام ختلان میں واقع ہے۔

حضرت شیخ یوسف اسباط رحمۃ اللہ

آپ علوم ظاہر و باطن میں جامع اور بلند مراتب و کرامات کے حامل تھے۔ تجرید و توکل میں یکتائے عصر تھے۔ شیخ فریدالدین عطار نے آپ کو تابعین زاہدوں میں لکھا ہے۔ روایت ہے کہ ستر ہزار درہم آپ نے میراث میں پائے تھے۔ لیکن خود اس میں سے ایک درہم بھی صرف نہیں کیا۔ سب فقراء و مساکین میں تقسیم فرما دیے۔ کھجور کے پتوں کی رسی بٹتے تھے اور اس کی مزدوری سے اپنی غذا مہیا کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۹۶ھ میں واقع ہوئی۔

❖ ❖ ❖

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ

آپ کا نام عبدالرحمٰن بن احمد بن عطیہ ہے۔ شام کے متقدمین مشائخ میں سے ہیں۔ شام کے علماء میں زہد و تقویٰ میں یکتا و پیشوا مانے جاتے تھے۔ داآرا دمشق کے دیہاتوں میں ایک دیہات کا نام ہے۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ معرفت کی حقیقت کیا ہے، فرمایا کہ بجز ایک کے دوسرے کسی کی طلب دل میں نہ ہو۔ آپ کی وفات ۲۱۵ھ کو ہوئی۔ قبر موضع داآرا میں ہے۔

حضرت شیخ بشر مریسی رحمہ اللہ

آپ کے والد کا نام غیاث ہے۔ جو زید بن الخطاب کے مولیٰ تھے۔ متقدمین مشائخ میں ہیں اصل بود و باش مقام مریس ہے جو مصر کے مضافات میں ایک موضع ہے۔ آپ نے فرمایا جس دل میں دنیا اپنا مقام بنالے تو اس دل سے آخرت اپنا مقام اٹھا لیتی ہے نیز آپ نے فرمایا کہ اس گروہ کی باتوں میں سے ایک بات بھی میرے دل پر اثر نہیں کرتی۔ تا وقتیکہ دو عادل گواہ کتاب و سنت کے طریقہ پر مجھے نہ مل جائیں۔ اور فرمایا تمام اعمال میں بہتر عمل نفس کی خواہش کی مخالفت ہے آپ کی وفات ماہ ذی الحجہ میں ۲۱۸ھ کو ہوئی۔ ایک دوسرے قول کے مطابق ۲۱۹ھ کو۔

حضرت شیخ فتح بن علی موصلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصل وطن موصل ہے۔ آپ موصل کے مشائخ کبار میں ہیں۔ تیس بزرگوں کی صحبت آپ کو حاصل تھی جو سب اپنے اپنے وقت میں ابدال تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ عبداللہ رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا اے خراسانی چار چیز میرے سامنے ہیں۔ آنکھ، زبان، دل اور ہوا۔ آنکھ سے ایسی جگہ ہرگز نہ دیکھ جو مناسب نہیں۔ زبان سے ایسی بات نہ کہہ کہ خدا اس کے خلاف تیرے دل میں جانتا ہے۔ دل کو نگاہ رکھ خیانت اور مسلمانوں پر تکبر سے۔ نفس کی خواہش اور طلب پر نگاہ رکھ کہ اس سے کسی چیز کو طلب نہ کر۔ اگر یہ چاروں چیز اس صفت کی نہ ہوں تو سر پر خاک ڈال کہ وہ پھر تیرے لیے شقاوت اور بدبختی کا سبب ہیں۔

آپ کی وفات عید الاضحیٰ کے دن ۲۲۰ھ کو ہوئی۔ کہتے ہیں کہ عید کے دن آپ نے لوگوں کو قربانی کرتے دیکھا۔ فرمایا۔ خدایا تو جانتا ہے میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ تیرے لیے قربان کروں

میں یہ کر سکتا ہوں، انگلی اپنے گلے پر رکھی۔ اور بس گر گئے۔ لوگوں نے اٹھانا چاہا تو آپ جاں بحق ہو چکے تھے۔ ایک سبز رنگ کا خط آپ کے گلے پر تھا۔

حضرت شیخ بشر حافی قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو نصر ہے۔ والد کا نام حارث بن عبد الرحمٰن بن عطا بن ہامان بن عبد اللہ ہے۔ مرو کے قدیمی باشندے ہیں۔ متقدمین مشائخ میں ہیں۔ بلند مرتبہ اور کرامات کے حامل تھے بغداد میں قیام تھا۔ عراق کے اوتاد میں سے تھے۔ اپنے ماموں علی خیشرم کے مرید تھے، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور فضیل عیاض قدس سرہ کی صحبت میں بیٹھے تھے۔ کہتے ہیں جب تک آپ زندہ رہے کسی چوپایہ نے بغداد کے راستہ میں گوبر نہیں کیا۔ اس حرمت کی وجہ سے کہ آپ ہمیشہ ننگے پاؤں رہتے تھے۔ ایک دن کسی آدمی کے ایک چوپایہ نے راستہ میں گوبر کر دیا۔ شور ہوا کہ آج بشر عالم سے اٹھ گیا۔ جب تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک تھا۔

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو آپ نے خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا اے بشر تجھے معلوم ہے کہ خدا نے تجھے کیوں برگزیدہ کیا اور سب اقران میں تجھ کو بلند مرتبہ کیا۔ عرض کیا مجھے نہیں معلوم، فرمایا اس لیے کہ تم میری سنت پر چلتے ہو۔ اور صالحین کا احترام کرتے ہو اور اپنے بھائیوں کو نصیحت کرتے ہو۔ اور مجھ سے اور اہل بیت سے محبت کرتے ہو۔

ابن کثیر شامی کے قول کے مطابق آپ کی ولادت بغداد میں ۱۵۰ھ کو ہوئی۔ آپ کی وفات چہار شنبہ ۱۰ محرم ۲۲۷ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار شہر بغداد کے بیرون میں واقع ہے آپ کا جب وصال ہوا تو آپ کے مکان سے جنوں کے رونے کی آواز لوگوں نے سنی۔ وصال کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا۔ آپ سے پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ فرمایا مغفرت کر دی۔ میری بھی اور ان کی بھی جو میرے جنازے میں شریک تھے اور ان کی بھی جو مجھے قیامت تک دوست رکھیں گے۔

حضرت شیخ احمد بن الحواریؒ

آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ دمشق کے باشندے ہیں۔ ابو سلیمان دارانی کے مرید ہیں آپ کے والد بھی بڑے عابد و زاہد تھے۔ آپ کا خاندان بھی زہد و تقوے میں مشہور تھا۔ آپ کا شمار

مشائخ کبار میں تھا۔ روایت ہے کہ آپ کا ابو سلیمان دارانی سے عہد تھا کہ کبھی آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ ایک دن مجلس میں باتیں کر رہے تھے۔ آپ آئے اور ابو سلیمان سے کہا تنور گرم ہے کیا حکم ہے۔ ابو سلیمان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے تین بار کہا۔ ابو سلیمان کا دل تنگ ہوا، فرمایا جاؤ اور وہاں بیٹھو، ابو سلیمان تھوڑی دیر مشغول رہے۔ پھر یاد آیا کہ میں نے احمد سے کیا کہا تھا فرمایا احمد کو دیکھو کہاں ہیں۔ تنور پر ہوں گے۔ جب تلاش کیا تو آپ تنور کے اندر موجود تھے، ایک بال بھی نہ جلا تھا۔ آپ کی وفات ۲۲۳ھ کو ہوئی۔

حضرت حاتم بن عنوان اصم رح

آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ قدیمی وطن بلخ ہے۔ مذہباً حنفی ہیں۔ شیخ شفیق بلخی کے مرید ہیں۔ علوم ظاہر و باطن کے جامع اور جید عالم تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کبھی بہرے نہ تھے ایک ضعیفہ ان سے بات کرتی تھی باتیں کرتے کرتے اس سے جدا ہو گئے، اور چلے گئے۔ ندامت رفع کرنے کے لیے فرمایا کہ زور سے بولو، میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اپنے کو اس طرح مشہور کر دیا گویا کہ آپ بہرے ہیں۔ اور اس کی سنتے نہیں۔ ضعیفہ خوش ہوئی، اور اب آپ کا لقب اصم (بہرے) مشہور ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ سفر میں ایک مرتبہ جا رہے تھے، ایک نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی، فرمایا اگر مددگار چاہتے ہو تو خدا کافی ہے۔ اگر ہمراہ چاہتے ہو تو کراماً کاتبین (فرشتے جو ہمراہ رہتے ہیں) بہت ہیں۔ اگر عبرت چاہتے ہو تو دنیا کافی ہے۔ اگر مونس چاہتے ہو، قرآن کافی ہے۔ اگر کام کی ضرورت ہے تو عبادت الٰہی بڑا کام ہے اور وہ بہت کافی ہے اور اگر وعظ چاہتے ہو تو موت کافی ہے۔ جو کچھ میں نے کہا، یہ تم کو ناپسند ہے تو پھر دوزخ بہت کافی ہے۔

آپ نے فرمایا شہوت کی تین قسمیں ہیں، ایک کھانے کی خواہش، دوسری گفتگو کی خواہش تیسرے دیکھنے کی خواہش۔ پس اپنی حفاظت کرو اور خدا پر اعتماد کرو، زبان کو سچ بولنے آنکھ کو عبرت سے دیکھنے کے ساتھ۔ آپ کی وفات ۲۳۷ھ کو بلخ کے نواح میں موضع ہیرد میں واقع ہوئی۔

حضرت شیخ احمد بن حضرویہ قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو حامد ہے۔ آپ بلخ کے باشندے تھے، حاتم اصم کے مرید، مشائخ خراسان

کے بزرگوں میں ہیں۔ سلطان ابراہیم ادھم، حضرت شیخ بایزید بسطامی، ابوتراب بخشی اور ابوحفص حداد سے شرف ملاقات حاصل تھا۔ آپ طریقہ ملامتیہ پر عامل تھے۔ شیخ احمد نے فرمایا جو درویشوں کی خدمت کرے گا تین باتوں میں محترم ہو گا۔ تواضع، حسن ادب اور سخاوت نیز آپ نے فرمایا خواب غفلت سے بڑھ کر کوئی خواب گراں نہیں۔

آپ کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ عمر ۹۵ سال پائی۔ قبر مقام بلخ میں ہے۔

شیخ ابوالعباس حمزہ بن محمدؒ حارث بن اسد محاسبیؒ

ہرات کے متقدمین مشائخ میں سے ہیں اور مستجاب الدعوۃ ہیں۔ آپ نے فرمایا جس شخص کو اولیاء کی صحبت راس نہ آئے اور اس سے فائدہ نہ ہو، اس پر کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔

آپ کی وفات ۲۴۳ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ ذوالنون مصریؒ

ابوعبداللہ کنیت ہے۔ بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ متقدمین علماء و مشائخ میں آپ کا شمار ہے۔ اولیاء وقت آپ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ چالیس سال کامل رات اور دن آپ نے اپنی پشت دیوار سے نہیں لگائی۔ اور بجز دو زانو کے اور دوسری نشست نہیں بیٹھے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ اتنی محنت شاقہ آپ کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ خدا کے حضور بندوں کی طرح نہ بیٹھوں۔ محاسبہ کرنے کا طریقہ آپ کی طرف منسوب ہے آپ کی تمام تر گفتگو توحید اور تجرید کے اندر ہوئی۔ آپ کا مذہب رضا و مقامات کے علم سے ناواقفیت ہے۔

آپ کی وفات بغداد شریف میں ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ ایک روایت میں حضرت ذوالنون مصری کی کنیت ابوالفیض بتائی گئی ہے اور نام ثوبان بن ابراہیم۔ آپ کا اصل وطن اصیم مصر ہے۔ امام مالکؒ کے شاگرد رشید اور اسرافیل کے مرید تھے۔ آپ کا شمار مشائخ کبار میں تھا اہل ملامت کے آپ پیشوا تھے۔ صاحب ریاضت اور کشف و کرامات کے حامل تھے۔ توحید و تجرید میں یکتائے روزگار اور عارفین کاملین کے راز تھے۔ جب تک آپ زندہ رہے اپنے کو اس طرح پوشیدہ رکھا کہ کسی پر آپ کے مرتبہ کا راز نہ کھل سکا۔ کرامات و کشف آپ سے آتنی

تعداد میں ظاہر ہوئیں جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ایک مرتبہ ایک جماعت کے ہمراہ ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ ایک شخص کا ایک موتی گم ہو گیا۔ سب نے آپ پر شبہ ظاہر کیا، آپ کو بہت ستایا اور ذلیل کیا، جب معاملا حد سے آگے بڑھا فرمایا خدایا تو جانتا ہے کہ میں نے اس کا موتی نہیں لیا۔ ہزاروں مچھلیوں نے دریا کے پانی سے باہر اپنے سر نکالے، ہر ایک کے منہ میں ایک موتی تھا۔ آپ نے ان میں سے ایک موتی اس شخص کو دے دیا۔ کشتی والوں نے جب یہ ماجرا دیکھا پاؤں پر گر پڑے اور اپنی زیادتیوں کی معذرت چاہنے لگے، اسی روایت کو صاحب کشف المحجوب نے ذوالنون مصریؒ کی زبانی نقل کیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جب کبھی میں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھایا تو کوئی نہ کوئی خدا کی نافرمانی ضرور کی۔ یا کم از کم اس کی نافرمانی کرنے کا قصد پیدا ہوا۔ کہتے ہیں جب آپ نماز میں مشغول ہوتے عرض کرتے، خدایا! کون سے پاؤں سے تیرے دربار میں حاضری دوں، کون سی زبان سے تیرا راز بیان کروں۔ کون سی آنکھوں سے تیرے قبلہ کو دیکھوں۔ کون سی زبان میں تیرا نام لوں اے خدا بے بضاعتی و بے سرمایگی کا سرمایہ ہے کہ تیرے حضور میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا راہ راست پر وہ ہے جو خدا سے ڈرتا ہے جب خدا کا ڈر اٹھ گیا تو پھر راہِ راست سے بھٹک گیا۔

آپ نے فرمایا کہ درویش ایسے شخص سے کہ جو تیرے بدل جانے سے نہ بدلے۔ نیز فرمایا کہ معرفت اس پیٹ میں نہیں ٹھہرتی جو کھانے سے ہر وقت پُر رہے۔ نیز فرمایا کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی محبت کی علامت یہ ہے کہ تو خدا کے حبیب کی اخلاق، افعال اور امر و سنت سب میں پوری اتباع کرے۔

حضرت شیخ سے کسی نے پوچھا لوگوں میں بڑا پرہیزگار کون ہے فرمایا کہ جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔

کسی نے پوچھا کہ توکل کی پہچان کیا ہے! فرمایا مخلوقات سے طمع منقطع کرنا۔ پوچھا گیا کس کو زیادہ غم اور فکر رہتا ہے، فرمایا اس کو جو سب سے زیادہ بُری عادت اور بداخلاق ہو پوچھا گیا دنیا کیا ہے، فرمایا کہ جو خدا سے تجھے غافل کر دے۔ پوچھا گیا کمینہ کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ جو خدا کی راہ نہ پہچانے اور نہ کسی دوسرے سے معلوم کرے۔

شیخ فرماتے تھے۔ اے مریدو! علماء سے جہالت سے ملتے رہا کرو۔ یعنی اپنے راز ان پر ظاہر نہ کیا کرو۔ زاہد سے رغبت کے ساتھ ملتے رہو کہ تمہاری رغبت کو دیکھ کر اپنی کوئی عبادت

تم کو بتا دیں۔ اہل معرفت سے خاموشی کے ساتھ ۔یعنی عارف کے سامنے باتیں کرنا اچھا نہیں۔

آپ کی وفات ۲۶ر شعبان ۲۰۵ھ کو ہوئی۔ روایت ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا اس رات سات آدمیوں نے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں۔ خدا کا دوست ذوالنون آنے والا ہے، میں اس کے استقبال کے لیے آیا ہوں۔ جب آپ کا جنازہ لے جا رہے تھے اتنی کثرت سے پرندے اپنے پروں کو اس پر مار رہے تھے کہ ان کا سایہ سب کو گھیر لیتا۔ اس قسم کے پرندے کسی نے کہیں نہیں دیکھے جیسے آپ کے جنازہ پر دیکھنے میں آئے۔ سینکڑوں آدمی جو آپ سے تعلق رکھتے تھے اپنے بُرے کاموں سے تائب ہو گئے۔

آپ کی قبر مصر میں ہے۔ آپ کی قبر پر یہ عبارت ایسے خط میں لکھی ہوئی تھی جو کسی انسان کا لکھا ہوا معلوم نہیں ہوتا تھا۔

"ذوالنون حبیب اللہ من الشوق قتیل اللہ"

بعض بد عقیدہ اور منکرین نے اس عبارت کو محو کر دیا۔ لیکن پھر اسی طرح لکھی ہوئی دیکھی گئی۔

حضرت شیخ ابوتراب نخشبی قدس سرہ

آپ کا نام عسکر بن الحصین ہے۔ دوسری روایت میں عسکر بن محمد بن الحصین، خراسان کے کامل ترین مشائخ میں سے تھے۔ ابو حاتم عطار بصری اور حاتم اصم کی صحبت میں جانے کی سعادت تھی۔ آپ نے سیاحت بہت کی۔ آپ نے فرمایا کہ توکل یہ ہے کہ تو اپنے کو دریائے عبودیت میں پھینک دے اور دل بس خدا سے لگائے رکھ۔ اگر ملے شکر ادا کر، اگر واپس لے لے صبر کر۔ نیز آپ نے فرمایا کہ عبادت سے زیادہ مفید دلوں کی اصلاح کے لیے اور کوئی چیز نہیں ہے

عبیر خلد گردی دامن تست
غبار کہ زد لہا رفتہ باشی

آپ کی وفات ۱۴ر جمادی الاول ۲۴۵ھ کو ہوئی بصرہ کے جنگل میں جب آپ کا وصال ہوا کچھ عرصہ بعد وہاں ایک جماعت پہنچی، آپ کو دیکھا کہ قبلہ رو کھڑے ہیں۔ جسم خشک ہو گیا ہے۔ ہاتھ میں عصا ہے، پہاڑ کا درہ سامنے ہے۔ اور کسی درندہ سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔

حضرت شیخ ابراہیم بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصلی مولد اصفہان ہے۔ معروف کرخی کی صحبت میں رہے ہیں۔ متقدمین مشائخ

اور صاحب کرامات ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم ولی اللہ کو پہچاننا چاہو تو ھو الاول و الآخر و الظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم پڑھو۔

آپ کی وفات ۳۴۸ھ کو اصفہان میں ہوئی۔

حضرت شیخ زکریا بن یحییٰ الھروی رح

آپ مشائخ کبار میں مستجاب الدعوات تھے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زکریا ہروی ابدال میں شامل ہیں۔ آپ کی وفات ہرات میں ماہ رجب میں ۲۵۵ھ میں ہوئی۔

شیخ ابو عبد اللہ السنجری رحمۃ اللہ

آپ خراسان کے اکابر مشائخ میں ہیں۔ ابو حفص کی صحبت میں رہے۔ کئی مرتبہ آپ نے پا پیادہ سفر کیا۔ کسی نے آپ سے کہا کہ میرے پاس ایک سرخ دینار ہے۔ آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا اگر دو گے تمہارے لیے بہتر ہوگا، اگر نہیں دو گے میرے لیے بہتر ہے۔ آپ کی وفات ۲۵۵ھ کو ہوئی۔

شیخ محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ طریقہ حکیمہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ آپ کا کلام تمام تر اثبات ولایت میں ہوتا تھا۔ متقدمین اکابر مشائخ میں ہیں۔ صاحب تصانیف ہیں۔ فن حدیث میں آپ کو اسناد عالی حاصل تھیں۔ امام اعظم کے خاص احباب میں تھے۔ حضرت خضرؑ کے صحبت دار تھے۔ ہر شنبہ کو حضرت خضر سے ملاقات ہوتی تھی، اور ایک دوسرے سے حالات واقعات معلوم کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنی تمام تر تصانیف دریا میں پھینک دیں حضرت خضر نے ان کتابوں کو نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ اپنے آپ کو ان میں زیادہ مشغول رکھ۔ آپ نے فرمایا کہ سو بھوکے شیر بکریوں کے ریوڑ میں جتنا نقصان کرتے ہیں۔ اتنا نقصان ایک ساعت میں شیطان کر دیتا ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ نقصان انسان کا نفس ایک ساعت میں کرتا ہے۔

نقل ہے کہ آپ اپنے عہد شباب میں بڑے حسین و جمیل تھے۔ ایک حسین عورت نے آپ

کو اپنی طرف دعوت دی، آپ نے کوئی توجہ نہ کی۔ ایک مرتبہ اس عورت کو معلوم ہوا کہ آپ باغ میں تشریف رکھتے ہیں۔ اپنے آپ کو خوب سجا بنا کر باغ میں پہنچ گئی۔ آپ اس کو دیکھ کر وہاں سے بھاگے، اور وہ عورت آپ کے پیچھے پیچھے دوڑی، لیکن آپ نے ادنےٰ توجہ فرمائی۔ عرصہ کے بعد جب آپ معمر ہو گئے تھے۔ آپ کو یہ بات یاد آئی، اور دل میں یہ خطرہ گزرا، اگر میں اس عورت کی ضرورت پوری کر دیتا تو کیا ہو جاتا۔ بعد میں توبہ کر لیتا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ آپ نے غمزدہ ہو کر فرمایا اے خبیث نفس! جوانی کے زمانہ میں یہ خیال نہ آیا۔ اور اب اتنی ریاضات و مجاہدوں کے بعد پیرانہ سالی میں اس پشیمانی سے کیا حاصل۔ اس خیال کے آنے پر آپ نے تین دن تک ماتم کیا۔ اور اس صدمہ میں مبتلا رہے۔ تین دن بعد آپ نے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا اے محمد! تم رنج اور فکر نہ کرو۔ یہ خطرہ اس بناء پر نہیں تھا کہ تم تنزل کی طرف جا رہے ہو۔ بلکہ اس وجہ سے تھا کہ جوانی سے اب تک ۴۰ سال گزر گئے اور دنیا سے دور ہمارا زمانہ ہو گیا، اور ہم دنیا سے بہت دور ہو گئے۔ آپ کا اس میں کوئی قصور نہیں، اور نہ اس وقت کوئی قصور ہوا ہے۔ اور جو کچھ تم نے دیکھا، ہماری مفارقت کی مدت دراز ہونے کی وجہ سے ہے۔

اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ اس زمانہ میں کہ ۱۴۰۹ھ ہے اور آنحضرتؐ کے عہد مبارک سے کتنا بُعد ہو گیا ہے۔ ہمارے دلوں، نیتوں، ارادوں، خصوصاً دنیا والوں میں کس قدر تفاوت ہو گیا ہو گا۔

آپ کی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ رازی قدس سرہ

آپ کی کنیت ابوزکریا ہے۔ اور لقب واعظ، آپ کی بابت بعض اکابر نے کہا ہے کہ خدا کے ایک بندے یحییٰ انبیاء میں تھے اور دوسرے یحییٰ اولیاء میں۔ خلفائے راشدین کے بعد مشائخ میں سے وہ شخص جو منبر پر بیٹھا آپ کی ذات تھی۔ آپ سے کسی نے کہا کہ کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اب ہم اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ اب نماز کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ دوزخ میں پہنچ گئے ہیں۔

ایک دن آپ بھائی کے ہمراہ ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ آپ کے بھائی نے کہا کیسا اچھا گاؤں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے بہتر اور زیادہ خوش وہ دل ہے جو اس گاؤں

کی محبت سے خالی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں سے باتیں کم کیا کرو۔ خدا سے زیادہ باتیں کیا کرو۔ نیز آپ نے فرمایا توبہ کے بعد ایک گناہ بھی ستر گناہ سے زیادہ بڑا گناہ ہے جو گناہ سے پہلے کیے جائیں۔ آپ نے فرمایا تین خصلت اولیاء اللہ کی خصلت ہیں۔ تمام چیزوں میں خدا پر اعتماد رکھنا اور اس کی وجہ سے سب سے بے نیاز ہو جانا اور سب باتوں میں اسی کی طرف رجوع کرنا آپ نے فرمایا کہ ہمنشیں کی منتہا صدیق ہیں۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا محبت کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا جو نیکی سے زیادہ نہ ہو اور جفا کی وجہ سے اس میں کمی نہ آئے۔ کسی نے آپ سے کہا مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔ فرمایا جب میرا نفس خود اس کو مجھ سے قبول نہ کرے، دوسرا کون قبول کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے خدا تجھے یہ بات پسند ہے کہ میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں اس کے باوجود کہ تو بے نیاز ہے، پس میں کیوں کر تجھے نہ چاہوں کہ میں بہت محتاج ہوں۔ اور کہا خدایا اگر میں گناہ سے باز نہ آ سکوں تو تو میرا گناہ درگزر کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ نیز فرمایا خدایا میرے پاس جنت کے لائق عمل نہیں۔ اور دوزخ میں جانے کی طاقت نہیں۔ اب معاملہ تیرے فضل و کرم پر ہے۔

آپ کی وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔ قبر نیشاپور میں قبرستان معمر میں ہے۔

حضرت شیخ ابو حفص حداد رحمۃ اللہ

آپ کا نام عمرو بن مسلم ہے۔ نیشاپور کے رہنے والے ہیں، اپنے زمانہ کے بزرگوں میں تھے اور شیخ ملامت، عبداللہ ماوردی کے مرید۔ ابو عثمان حیری کے استاد تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ روایت ہے کہ ایک دن آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے ایک شخص کو پریشان اور روتا ہوا دیکھا۔ سبب پوچھا۔ عرض کیا، میرا گدھا گم ہو گیا ہے۔ آپ تھوڑی دیر ٹھہرے اور فرمایا، بخدا ایک قدم آگے نہیں بڑھوں گا، جب تک تیرا گدھا تجھے واپس نہ مل جائے گا۔ تھوڑی دیر میں اس کا گدھا دستیاب ہو گیا۔

نقل ہے کہ کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی درخواست کی، فرمایا اے بھائی! ایک دروازہ کو مضبوطی سے پکڑ لو، تاکہ تمام دروازے تجھ پر کھل جائیں اور ایک آقا کے ہو رہو تاکہ تمام آقا تیرے آگے گردن جھکائیں۔ آپ نے فرمایا کسی محتاج پر کرم و بخشش کرنا دینا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت شبلیؒ نے آپ کو چار ماہ اپنا مہمان رکھا، اور ہر مرتبہ کھانے میں ایک

نیا کھانا اور نئی قسم کا حلوا دسترخوان پر رکھا جاتا۔ جب واپس ہونے لگے تو آپ نے فرمایا شبلی! اگر آپ نیشاپور آئیں تو میزبانی اور سخاوت کا سبق اور آداب آپ سے میں سیکھوں پوچھا اے ابوحفص! میں نے آپ کے ساتھ کیا ایسی مہربانی کی ہے۔ فرمایا، آپ نے تکلف فرمایا اور مکلف جواں مرد نہیں ہوتا۔ مہمان کو اس طرح رکھنا چاہیے کہ اپنے کو مہمان کے آنے سے گرانی اور بار نہ ہو، اور جانے سے خوشی نہ ہو۔ نہ کہ اس طرح تکلف کیا جائے جس کی وجہ سے مہمان کی آمد تجھ پر گراں ہو اور جانے سے قلب کو سکون وراحت معلوم ہو۔ جس کسی کا مہمان کے ساتھ یہ معاملہ ہو گا وہ جواں مرد نہیں ہو گا۔

آپ کی وفات ۲۶۴ھ یا ۲۶۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ علی بن موفق بغدادیؒ

آپ عراق کے متقدمین مشائخ اور اکابر میں ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری سے نیاز حاصل تھا۔ آپ نے سیر وسیاحت بہت کی ہے۔ ستر حج ادا کیے ہیں۔ ایک مرتبہ حج سے فارغ ہو کر افسوس کے ساتھ اپنے نفس سے کہتے تھے، میں آتا ہوں اور جاتا ہوں نہ دل لگتا ہے اور نہ وقت میں کس شمار میں ہوں۔ اسی رات حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، خدا تعالےٰ نے فرمایا اے موفق کیا تم اس کو اپنے گھر پر دعوت دو گے جس کو بلانا نہ چاہو۔ اگر میں تم کو نہ چاہتا، تو تم کو کبھی یہاں نہ بلاتا۔

کہتے ہیں کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا مل گیا۔ اپنی آستین میں اس کو رکھ لیا۔ جب آستین سے نکالا، دیکھا کہ اس کاغذ میں لکھا ہوا ہے اے ابن موفق! تو فقر سے خوف کرتا ہے حالانکہ میں تیرا پروردگار ہوں۔ آپ نے فرمایا، خدایا اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتا ہوں تو تو مجھے دوزخ میں ڈال دے اور اگر جنت کی امید پر میں نے تیری عبادت کی ہے، تو مجھے ہرگز جنت میں داخل نہ فرما۔ اور اگر میں نے محبت کی وجہ سے تیری پرستش کی ہے تو ایک دوسرے کو دکھا۔ اور پھر جو تیرا دل چاہے کر، تجھے اختیار ہے۔

آپ کی وفات ۲۶۵ھ کو ہوئی۔ باغ سفید کے قریب آپ کا مزار ہرات میں واقع ہے کہتے ہیں کہ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہمیشہ سواری میں وہاں حاضری دیا کرتے رسواری سے اتر کر مودب وہاں بیٹھتے۔ پھر واپس آتے۔

حضرت شیخ احمد بن وہب رحمۃ اللہ

آپ کی کنیت ابوجعفر ہے۔ بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو غذا کی طلب میں اٹھ کھڑا ہوا، صفت فقر اس سے جاتی رہی۔ آپ کی وفات ۲۷۰ھ کو ہوئی۔

حضرت شاہ شجاع کرمانی قدس سرہ

آپ کی کنیت ابوالفوارس ہے۔ آپ شاہی خاندان سے تھے۔ ابوحفص حداد کے مرید تھے۔ بہت سے مشائخ کبار کی صحبت میں بیٹھے۔ ابوتراب نخشبیؒ، ابوذرآع مصری، ابوعبید بصری وغیرہ جیسے اکابر مشائخ کی خدمت میں آپ حاضر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ چالیس سال کامل نہیں سوئے۔ ایک بار آپ سوئے خدائے تعالےٰ کو خواب میں دیکھا۔ اس کے فوراً بعد پھر سوئے، چنانچہ آپ کو ہمیشہ سوتا ہوا یا سونے کی کوشش میں آپ کو لوگ دیکھتے۔ آپ نے فرمایا صبر کی علامت تین چیز ہیں۔ ترک شکایت، صدق رضا اور قبول قضا برضائے قلب۔

آپ کی وفات ۲۷۰ھ کے بعد ہوئی۔

حضرت حمدون قصار قدس سرہ

آپ کی کنیت ابوصالح ہے۔ باپ کا نام عمارہ ہے۔ طریقہ قصاریہ آپ کی طرف منسوب ہے۔ اس طریق میں اظہار اور تشہیر ہے۔ آپ صاحب کرامات اور اہل ملامت کے امام تھے۔ حضرت سفیان ثوری کے مذہب پر تھے۔ ابوتراب نخشبیؒ۔ علی نصرآبادی اور ابوحفص جیسے اکابر کی صحبت میں حاضری کی سعادت نصیب تھی۔ آپ کے احوال اور مسائل کو سب سے پہلے عراق پہنچانے والے شخص حضرت سہیل تستری ہیں۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کے بعد اگر کوئی پیغمبر آسکتا تو یہ حمدون پیغمبر ہوتے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا راز پوشیدہ رہے تو کسی پر آشکارا نہ کر۔ نیز فرمایا کہ میں تم کو دو باتوں کی نصیحت کرتا ہوں علمار کی صحبت میں بیٹھو، جاہلوں سے پرہیز کرو۔ آپ نے فرمایا توکل صرف خدا پر اعتماد رکھنے کا نام ہے آپ نے فرمایا اگر تو اپنے کام کو خدا پر چھوڑ سکتا ہے تو اس سے بہتر ہے کہ توحید اور تدبیر میں اپنا وقت ضائع کرے۔ آپ نے فرمایا کہ بغیر سخاوت وجوانمردی کے

نیک خصلت نہیں اور بخل اور کنجوسی کے سوائے دوسری کوئی بُری خصلت نہیں۔ آپ نے فرمایا تواضع یہ ہے کہ کسی کو دونوں جہان میں اپنا محتاج نہ پائے۔

آپ کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک ہرات میں ہے۔

شیخ فتح بن شجرف قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابو نصر ہے، مرو کے رہنے والے ہیں۔ خراسان کے متقدمین مشائخ سے تھے۔ نزع کی حالت میں آپ آہستہ آہستہ کچھ فرما رہے تھے، کان لگایا تو سنا آپ فرما رہے تھے: الٰھی اشتد شوقی الیک فعجل قدمی علیک اے خدا تیری طرف میرا اشتیاق بہت بڑھ گیا ہے۔ پس بہت جلد اپنے پاس بلالے۔ جب آپ کو غسل دے رہے تھے۔ آپ کے ایک پاؤں کی پنڈلی پر لکھا ہوا تھا الفتح للہ۔ آپ کی وفات ۱۵ شعبان ۲۷۳ھ کو ہوئی۔ آپ کے جنازہ میں تیس ہزار آدمیوں نے شرکت کی اور نماز جنازہ ادا کی۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ مختار رح

آپ کے والد کا نام محمد بن احمد ہے۔ ہرات کے رہنے والے ہیں اور وہاں کے متقدمین مشائخ میں ہیں۔ شیخ ابو یعلی بن مختار علوی حسینی کے پیر ہیں۔ آپ نے فرمایا کھانا اتنا کھاؤ جس کو تم کھا سکو، نہ اتنا کہ وہ کھانا تم کو کھا جائے۔ اس طرح کھاؤ گے تو سب نور ہو جائے گا اور زیادہ کھایا تو سب دھواں ہو جائے گا۔

آپ کی وفات ۲۷۴ھ میں ہوئی۔ مزار ہرات میں ہے۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ مغربی رح

آپ کا نام محمد اسماعیل ہے۔ ابراہیم خواص، اور ابراہیم بن شیبانی کرمانی شاہی کے استاد ہیں۔ ابو الحسن علی زرین کے مرید ہیں۔ اور وہ خواجہ عبدالواحد زید کے مرید اور وہ شیخ حسن بصری کے مرید ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کوہ سینا پر باتیں کرتے تھے۔ اور یہاں تک کہہ پائے تھے کہ بندہ خدا سے اتنا قریب ہونا چاہتا ہے کہ سراپا عجز ہو جائے۔ پہاڑ کا پتھر ہل رہا تھا۔ پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ہاموں میں آکر پس گیا۔

آپ نے فرمایا کہ جب کوئی ذلیل ترین انسان درویش بن جاتا ہے تو دولت مندوں کے ساتھ چاپلوسی کرتا ہے اور بڑے بڑے لوگوں کی تواضع کرتا ہے۔

آپ کی وفات سنہ ۲۴۹ھ میں ہوئی۔ ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی۔ مزار مبارک کوہ سینا کی چوٹی پر بنا ہوا ہے۔

شیخ ابو عبداللہ النخاقانی الصوفیؒ

بغداد کے صوفیائے کبار میں ہیں۔ آپ کی وفات سنہ ۲۷۹ھ میں ہوئی۔

حضرت سہیل بن عبداللہ تستری قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو محمد ست ہے۔ مذہبًا حنفی ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری کے مرید ہیں عراق کے علمائے کبار اور اوتاد میں تھے۔ حقیقت و شریعت کے جامع تھے۔ طریقہ سہیلہ آپ کی طرف منسوب ہے۔ اس طریقہ کی بناء اجتہاد اور مجاہدہ نفس پر ہے۔ صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ حضرت سہیل بن عبداللہ تستری جس دن پیدا ہوئے، روزہ سے تھے اور جس دن دنیا سے رخصت ہوئے روزہ سے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ بدبختی کی علامت کیا ہے فرمایا تجھے علم کی دولت ملے لیکن عمل کی توفیق نہ ہو، اور اخلاص عمل نہ ہو اگر جو کچھ عمل کرے ضائع ہو نیکوں کی صحبت اور ملاقات نصیب ہو۔ لیکن ان باتوں کے قبول کرنے کی توفیق نہ ہو۔

آپ نے فرمایا رات دن میں ایک مرتبہ کھانا صدیقوں کی عادت اور طریق ہے فرمایا جو بھوکا رہے شیطان اس کے قریب نہیں بھٹکتا۔ آپ نے فرمایا تمام بیماریوں کی جڑ زیادہ کھانا ہے۔ فرمایا جس وجد و حال پر کتاب و سنت گواہ نہ ہوں، وہ باطل ہے۔

فرمایا جہالت سے بڑھ کر کوئی معصیت زیادہ بڑی نہیں اور سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ اپنی بری عادتوں کو اچھی عادتوں سے تبدیل کر دو۔ خدا کی غفلت سے بڑھ کر کوئی معصیت نہیں۔ فرمایا کہ رات دن اور ہر آن تیرے اوپر خدا کی عطا و بخشش ہوتی ہے اور سب سے بڑی عطا یہ ہے کہ خدا تجھ کو اپنے ذکر کی توفیق بخشے۔ فرمایا خدا سے بڑھ کر کوئی مددگار نہیں۔ اور کوئی دلیل رسولِ خدا سے بہتر نہیں ہے۔ اور تقوے و پرہیزگاری سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ فرمایا خدا نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور فرمایا کہ مجھ سے اپنا راز کہو، اگر اپنا

راز مجھ سے نہیں کہو گے تو پھر میرے نہیں ہو گے۔ اور اگر یہ نہیں کرو گے تو اپنی ضرورتوں کو مجھ سے طلب کرو۔

فرمایا دل ہرگز زندہ نہیں ہو سکتا، جب تک نفس نہیں مرے گا۔ فرمایا تصوف کم کھانے کا نام ہے۔ خدا کے ذکر سے راحت حاصل کرنے کا نام ہے۔ مخلوق سے علیحدہ رہنے کا نام ہے فرمایا توکل یہ ہے کہ اگر خواہ تیرے پاس کچھ ہو یا نہ ہو، دونوں حال ساکن رہے اور کسی کے در پر نہ جائے فرمایا عبودیت خدا کے منشاء پر راضی رہنے کا نام ہے۔ فرمایا نفس تین حال سے خالی نہیں، کافر ہے، یا منافق ہے یا پھر ریاکار۔

آپ کی وفات ماہ محرم میں ۲۸۳ھ میں ہوئی۔ عمر شریف ۸۰ سال ہے۔ نقل ہے کہ جب آپ کا جنازہ اٹھایا جا رہا تھا۔ کافی اجتماع تھا۔ ستر سال کا پرانا۔ کافر اور منکر خبر سنتے ہی اپنے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ جنازہ میں شریک تھا۔ اور کہتا تھا کہ جنازہ میں جو مجھے نظر آتا ہے وہ تم نہیں دیکھ سکتے۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو، کہا آسمان سے فرشتے اتر رہے ہیں اور جنازہ پر لپٹ رہے ہیں، یہ کرامت دیکھ کر وہ کافر مسلمان ہو گیا۔

حضرت شیخ ابو سعید خراز روح اللہ

آپ کا نام احمد بن عیسیٰ ہے۔ لقب خراز، بغداد کے رہنے والے تھے۔ طریقۂ خراز یہ آپ کی طرف منسوب ہے۔ سب سے پہلا وہ شخص جس نے فنا و بقا دونوں حال میں عبادت الٰہی کی وہ آپ تھے۔ متقدمین مشائخ میں تھے۔ علم توحید و اشارات میں یکتائے زمانہ اور امام وقت تھے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا علم توحید میں سب آپ کے تابع تھے۔ مشائخ میں سے کسی کو بھی میں آپ سے بزرگ نہیں جانتا۔ قریب ہے کہ خراز پیغمبر ہوتا۔ آپ محمد بن منصور طوسی کے مرید تھے اور اپنے مرید کی ہدایت و تربیت کرنے میں آپ آیت الٰہی تھے۔ حضرت ذوالنون مصری اور سری سقطی اور بشر حافی وغیرہ اکابر مشائخ کی صحبتوں میں رہے۔ نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ عرفات میں تھے۔ حجاج دعا کر رہے تھے اور گریہ وزاری کر رہے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرا دل بھی چاہا کہ دعا کروں پھر سوچا کیا دعا کروں کوئی چیز ایسی باقی نہیں ہے جو اس نے مجھے نہ عطا کی ہو، پھر دعا کا ارادہ کیا۔ ہاتف نے کہا وجود حق کے بعد خدا سے کچھ طلب کرو، آپ نے فرمایا کہ اپنے قیمتی وقت کو بجز عزیز ترین چیز کے کسی میں ضائع نہ کرو۔ فرمایا علم

یہ ہے کہ تجھے عمل کی توفیق نصیب ہو۔ اور یقین یہ ہے کہ وہ تیری گرفت کرے۔

آپ کی وفات ۲۸۶ھ میں ہوئی۔ دوسری روایت میں ۲۸۵ھ یا ۲۸۷ھ میں مزار مبارک مکہ معظمہ میں بنا ہوا ہے۔

حضرت شیخ عباس بن حمزہ نیشاپوریؒ

آپ کی کنیت ابوالفضل ہے۔ حضرت ذوالنون مصری کی صحبت کی سعادت نصیب ہوئی حضرت بایزید بسطامی سے شرف ملاقات حاصل ہے۔

آپ کی وفات ماہ ربیع الاول ۲۸۸ھ میں واقع ہوئی۔

حضرت شیخ ابوحمزہ بغدادیؒ

آپ کا نام محمد ابن ابراہیم ہے۔ حضرت بشر حافی، سری سقطی اور ابوتراب نخشبی کی صحبتیں نصیب ہوئیں۔ حارث محاسبی کے آپ مرید تھے۔ حضرت ابوالحسین نوری اور خیر نساج کے اقران میں تھے۔ ایک مرتبہ بغداد میں قرب الہٰی سے کچھ سوچ رہے تھے۔ پھر کچھ دیر کے لیے غائب ہو گئے۔ اسی طرح چلتے چلتے کھڑے ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے اپنے کو ایک جنگل میں پایا۔

حضرت شیخ ابوحمزہ خراسانیؒ

نیشاپور کے باشندے، مشائخ کبار سے تھے، توکل میں یگانہ روزگار تھے، ابوتراب نخشبی شیخ ابوسعید خراز کی صحبتوں میں رہے۔ سید الطائفہ کے معاصرین میں تھے۔ صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ ایک دن جنگل میں ایک کنوئیں میں آپ گر گئے۔ جب تین دن اسی طرح پڑے پڑے گزر گئے۔ ایک گروہ وہاں پہنچا، دل میں سوچا کہ ان کو آواز دوں۔ پھر سوچا کہ نہیں آواز دینا ٹھیک نہیں۔ غیر سے مدد چاہوں۔ اور شکایت کروں کہ خدا نے مجھے کنوئیں میں پھینک دیا ہے۔ تم مجھے باہر نکال دو۔ کچھ دیر میں وہ لوگ کنوئیں پر آئے اور باہم کہنے لگے کہ یہ کنواں راستہ میں ہے مبادا کوئی بے خبری میں آئے اور اس میں گر جائے۔ لاؤ اس کو اوپر سے پاٹ دیں بڑا ثواب ہوگا۔ ابوحمزہ کہتے ہیں کہ اب میرے نفس میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوئی اور اب اپنی جان سے ناامید ہوگیا۔ آخر ان لوگوں نے کنوئیں کو بند کر دیا اور جب واپس چلے گئے۔ میں نے خدا سے

عرض کیا اور اب کوئی دوسری اُمید باقی نہیں رہی۔ جب رات ہوئی اکنویں پرسے میں نے ایک آواز سنی، دیکھا تو کنویں کا منہ کھلا ہوا ہے اژدہے کی مانند ایک عظیم جانور نے اپنی دُم کنویں میں لٹکائی میں نے خیال کیا کہ یہ میری رہائی کے لیے ایک صورت پیدا ہوئی ہے اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے میں نے اس کی دم کو پکڑ لیا۔ اس نے مجھے باہر نکال دیا۔ ہاتف سے ایک آواز سُنی، تو نے خوب نجات پائی اے ابو حمزہ! ہلاکت کے ذریعہ تجھے ہلاکت سے نجات دی۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ نے ابلیس کو خواب میں دیکھا کہ برہنہ لوگوں کی گردن پر کود رہا ہے، آپ نے کہا اے ملعون تجھ کو ان لوگوں سے شرم نہیں آتی۔ شیطان نے جواب دیا۔ کون سے مرد، یہ تو مرد نہیں ہیں۔ مرد وہ ہیں جو مسجد میں کلونجی کی طرح سیاہ ہو گئے ہیں۔ اور میرا دل جلا رکھا ہے۔ جب آپ مسجد میں گئے ابو حمزہ خراسانی، اور ابو الحسین نوری اور ابو بکر وقاق کو ایک گوشہ میں مراقب دیکھا۔ ابو حمزہ نے سر اٹھایا اور فرمایا۔ اس ملعون ابلیس نے جھوٹ کہا۔ خدا کے اولیاء اس سے زیادہ عزیز ہیں کہ ابلیس کو ان کے حال کی اطلاع ہو۔

آپ کی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو بکر وقاق رحمۃ اللہ

آپ کا نام محمد بن عبد اللہ ہے۔ علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ سید الطائفہ سے صحبت تھی ابو الحسین نوری۔ ابو حمزہ خراسانی کے اقران سے تھے۔ آپ کی وفات ۲۹۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابراہیم الخواص رحمۃ اللہ

آپ کی کنیت ابو اسحاق اور بغداد کے باشندے ہیں۔ صاحب صحو اور طریق کامل و تجرید میں یکتا تھے۔ درگاہ الٰہی کے خواص میں آپ کا شمار تھا۔ حضرت جنید بغدادی کے اقران میں تھے حضرت خضر کے ساتھ صحبت تھی۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شیخ ابو الحسین خرقانی نے کہا کہ ابراہیم خواص نے جو باتیں مجھ سے کہیں ان میں ایک بات یہ تھی، فرمایا کہ اگر خضر کے ساتھ صحبت کی سعادت نصیب ہو تو بہتر ہے اور اگر ہر رات مکہ جاؤ تو اس سے توبہ کرو۔ ممشاد دینوری نے فرمایا کہ میں کچھ نیند میں تھا مجھے مسجد میں دیکھا اور کہا تو اولیاء اللہ میں اگر کسی ولی کو دیکھنا چاہتا ہے تو اٹھ اور توبہ کے لیے ٹیلہ پر جاؤ، میں بیدار ہوا برف برس رہی تھی۔ وہاں گیا۔ ابراہیم

خواص کو دیکھا، پالتی مارے بیٹھے ہیں بس اتنی جگہ برف سے خالی ہے جہاں آپ بیٹھے ہیں۔ باقی چاروں طرف برف ہی برف اوپر تک ہے میں پسینہ پسینہ ہوگیا کہ یہ درجہ کیسے حاصل کیا۔ فرمایا فقیر کی خدمت کرکے
آپ کی وفات ۲۹۱ھ میں ہوئی۔ یوسف بن حسین نے آپ کو غسل دیا۔ دفن کیا۔ مرض اسہال میں آپ کا وصال ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب آپ فارغ ہوتے تو ہر بار غسل فرماتے، جس دن آپ کا وصال ہوا۔ ستر مرتبہ غسل کیا تھا۔ سخت سردی کا زمانہ تھا۔
قبر اصفہان میں زنیر طبرک حصار میں ہے۔

حضرت شیخ زکریائی بن دلویہ رحمۃ اللہ

آپ کی کنیت ابو یحییٰ ہے۔ نیشاپور کے باشندے تھے۔ اپنی روزی خود کما کر حاصل کرتے تھے۔ آپ کی وفات نیشاپور میں ۲۹۴ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالحسن نوری رح

آپ کا نام احمد بن محمد یا محمد بن محمد ہے۔ اور ابن لغوی کے لقب سے آپ کی شہرت ہے۔ آپ کے آبا و اجداد بغشور کے رہنے والے تھے جو ہرات اور مرو کے درمیان واقع ہے آپ کا مولد بغداد ہے۔ نوری آپ کو اس وجہ سے کہتے ہیں۔ جب آپ تاریک مکان میں گفتگو کرتے آپ کے باطنی نور سے گھر روشن ہو جاتا اور نور حق کی وجہ سے مریدوں کے اسرار پر مطلع ہو جاتے۔ سری سقطی کے مرید ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری سے ملاقات کی ہے۔ محمد علی قصاب اور احمد بن الجواری کی صحبت میں رہے ہیں۔ سید الطائفہ کے اقران میں ہیں۔ راہ طریقت میں مجتہد اور صاحب مذہب گزرے ہیں۔ لوگ آپ کو مشائخ وقت اور امیر القلوب کہتے تھے اور صاحب وجد و حال تھے۔ آپ کے طریقہ کو طریقہ نوریہ کہتے ہیں۔ آپ کا معاملہ جنیدیوں کے طریق کے موافق تھے۔ آپ کے مذہب کا طریق فقر پر تفضیل تصوف ہے۔ اور صحبت میں ایثار آپ کا طریق تھا آپ فرماتے ایک نفس دنیا میں میرے نزدیک آخرت میں ہزار سال سے بہتر ہے، اس وجہ سے کہ یہ جگہ خدمت کی ہے۔ اور وہ قربت کا مقام، اور قربت خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔
روایت ہے کہ آپ ایک مرتبہ غسل فرماتے تھے چور کپڑے اٹھا کر لے گیا ابھی آپ غسل سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ چور واپس آیا۔ اور معذرت کی، اس کے دونوں ہاتھ خشک ہوگئے

آپ نے دعا فرمائی - خدایا جب یہ میرے کپڑے واپس لے آیا تو اس کے ہاتھوں کو واپس فرما دے -
آپ نے فرمایا تصوف تمام لذات نفس کو ترک کرنے کا نام ہے -

آپ نے فرمایا من لم یعرف اللہ تعالیٰ فی الدنیا لم یعرفہ فی الآخرۃ جس نے خدا کو دنیا میں نہیں پہچانا، وہ آخرت میں اس کو نہ پہچان سکے گا - مشائخ نے فرمایا کہ ابوالحسن نوری کے عہد میں کوئی بزرگ آپ جیسا نیک طریقت اور عالی سخن نہ تھا - شیخ الاسلام نے فرمایا خراسان کا ایک جوان ابراہیم قصار کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نوری کو دیکھنا چاہتا ہوں - فرمایا چند سال پہلے وہ ہمارے پاس تھے اکسی وجہ سے اب باہر نہیں آتے - ایک سال آپ شہر کے گرد گشت کرتے تھے، لیکن کسی سے ملتے جلتے نہ تھے، ایک سال ویرانہ میں سکونت اختیار کر لی - کبھی باہر نہیں آئے، بجز نماز کے لیے - ایک سال خاموش رہے، اور کسی سے بات نہیں کی - اس جوان نے کہا، بہر حال میں ان سے ضرور ملاقات کروں گا - ابراہیم قصار نے نوری کا پتہ بتا دیا وہ جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا - آپ نے پوچھا کس کی صحبت میں رہے - کہا ابوحمزہ خراسانی کی صحبت میں - شیخ نے فرمایا وہ مرد خدا جو قرب الٰہی کی نشان دہی کرتا ہے اور رہنمائی کرتا ہے - عرض کیا جی ہاں وہی - فرمایا وہاں جاؤ تو میرا اسلام عرض کرنا - کہ ہم یہاں ہیں - بعد کا قرب بھی بعد ہے - یعنی اس قرب کے باوجود بھی ہم دور ہیں - شیخ ابن عربی فرماتے ہیں قرب نہیں کہتے جب تک مسافت نہ ہو - اور جب مسافت ہو دوگنی تو بعد کا قرب ہوتا ہے -

آپ کی وفات ۲۹۵ھ میں ہوئی - دوسرے قول میں ۲۸۶ھ میں - پہلا قول زیادہ صحیح ہے - جب شیخ ابوالحسن نوری کا وصال ہوا - سید الطائفہ نے فرمایا کہ کسی نے صدق کی حقیقت کی بات نہیں کی - یہاں تک کہ نوری کا وصال ہو گیا - جو اپنے زمانہ کا صدیق تھا -

حضرت شیخ عمرو بن عثمان مکی الصوفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے - سید الطائفہ کے مرید ہیں - حسین بن منصور حلاج کے استاد - ابوسعید خراز کے ساتھ صحبت کا شرف حاصل تھا - علوم حقائق میں بڑے پایہ کے عالم تھے - آپ کا کلام جب زیادہ باریک اور گہرا ہوتا تھا تو لوگوں نے آپ کی باتوں کو کلام سے منسوب کر دیا - اور آپ سے قطع تعلق کر لیا - حتیٰ کہ مکہ معظمہ سے باہر کر دیا، جب آپ جدہ پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو اپنا قاضی بنا لیا - آپ یمن کے رہنے والے تھے اور اکابر سادات

میں تھے۔ کہتے ہیں حسین پر جو کچھ آیا۔ وہ عمرو بن عثمان کی دعا کا اثر تھا کہ ان کو رنجش پہنچائی تھی۔
آپ کی وفات بغداد میں ۲۹۶ھ میں ہوئی۔ ایک روایت میں ۲۹۱ھ میں، اور ایک اور روایت میں ۲۹۷ھ میں، جو سال وفات سید الطائفہ کا ہے۔ آخری قول زیادہ صحیح ہے۔

حضرت شیخ ابو عثمان واعظ رحمۃ اللہ

آپ کا نام سعید بن اسماعیل بن منصور ہے۔ آخر میں آپ نے اپنی سکونت نیشاپور میں اختیار فرمائی، اور نیشاپور میں آپ کا وصال ہوا۔
آپ کی وفات ۲۹۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ سمنون بن محب الکذاب رح

آپ کی کنیت ابوالحسین ہے، اور ایک قول کے مطابق ابوالقاسم۔ آپ نے اپنا لقب کذاب خود رکھا تھا۔ اس بناء پر جو نفحات الانس میں ہے۔ جب تک کذاب نہیں کہتے تھے آپ نظر نہیں آتے تھے، علم صحبت میں آپ یکتائے زمانہ تھے۔ حضرت سری سقطی۔ محمد بن علی قصاب ابو احمد قلانسی رحمہم اللہ کی صحبتوں میں رہنے کی سعادت حاصل تھی۔ شیخ جنید بغدادی، الشیخ ابوالحسین نوری رح کے ساتھیوں میں تھے۔ رات دن میں پانچ سو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت شیخ ابو احمد قلانسی نے فرمایا کہ ایک مرد خدا نے بغداد میں فقراء پر چالیس ہزار درہم خیرات کیے، سمنون نے فرمایا کہ اے ابو احمد ہم میں یہ استطاعت نہیں چلو ایک گوشہ میں جا کر ایک ایک درم کے بدلہ میں ایک ایک رکعت نماز پڑھیں۔ پس دونوں مدائن پہنچے۔ وہاں چالیس ہزار رکعات پڑھیں۔ آپ کی وفات ۲۹۷ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو عثمان حیری قدس سرہ

آپ کا نام سعید بن اسماعیل نیشاپوری ہے۔ حیرہ نیشاپور کے محلوں میں ایک محلہ کا نام ہے۔ آپ کی اصلی جگہ مقام رے ہے۔ شاہ شجاع، ابو حفص حداد اور یحییٰ بن معاذ رازی کے مرید ہیں صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ مجھے اور ابو عثمان کو تین پیروں نے تین مقامات عطا فرمائے۔ مقام رجا یحییٰ معاذ سے ملا۔ مقام عزت شاہ شجاع کی صحبت سے حاصل ہوا۔ مقام

شفقت ابوحفص کی صحبت سے نصیب ہوا۔ اسی جگہ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ مرید کو یہ جائز ہے کہ پانچ یا چھ یا اس سے زیادہ مشائخ کی صحبت میں رہ کر ہر ایک سے مقامات و درجات حاصل کرے۔

سید الطائفہ، رویم، یوسف بن حسین اور محمد فضیل بلخی کی صحبتوں میں رہنے کی سعادت حاصل تھی۔ ریاضت و مجاہدات میں یکتائے وقت تھے۔ ابتداء میں بیس سال کامل جنگلوں میں تنہا رہے جہاں آدمی کا نام تک نہ تھا۔ اور مشقت و ریاضت سے جسم کی چربی تک گھل گئی تھی۔ آنکھیں گڑھوں کے اندر دھنس گئی تھیں۔ شکل اتنی بگڑ گئی کہ انسانوں کی شکل نہیں رہی۔ بیس سال کی بادیہ پیمائی کے بعد پھر کسی کی صحبت میں رہنے کا حکم ملا۔ کہ اہل اللہ اور اس کے گھر مجاورین کی صحبت میں رہوں۔ پھر آپ نے مکہ معظمہ کا ارادہ فرمایا۔ آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی مشائخ کو آگاہ کر دیا گیا تھا۔ آپ کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ شکل بدلی ہوئی ہے، اور بجز آخری سانس کے آپ میں کچھ باقی نہیں رہا۔ مشائخ نے کہا اے ابوعثمان بیس سال اس صورت میں رہے۔ کن کن کوچوں میں گئے اور کیا کیا دیکھا۔ اور پھر کیوں واپس آگئے۔ فرمایا کہ مستی کی حالت میں گھومتا پھرا، اور مدہوشی و مستی کی مصیبتیں برداشت کیں، ناامیدی حاصل کی۔ عاجز ہو کر واپس آگیا۔ سب مشائخ نے کہا کہ اے ابوعثمان معبروں پہ تمہارے بعد حرام ہے کہ وہ صحو و سکر کی تعبیر کریں۔ کیونکہ تم نے انصاف کا حق ادا کر دیا۔ اور سکر کی مصیبت برداشت کی۔ آپ کی منجملہ باتوں کے یہ ہے جو آپ نے فرمائیں کہ سنت کے خلاف ظاہر میں کرنا ریا ر باطن کی علامت ہے، فرمایا خوف اس کے انصاف کی وجہ سے ہوتا ہے اور رجا اس کے فضل و کرم کی وجہ سے۔ فرمایا جو خدا کو دوست رکھتا ہے وہ خدا کے دیدار اور اس سے ملاقات کی آرزو رکھتا ہے۔ نیز فرمایا کہ عقلمند وہ ہے کہ جو کچھ اس کو ملے اس سے کام چلا دے اگرچہ زیادہ مل سکتا ہو۔ آپ کی وفات ماہ ربیع الاول ۲۹۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ احمد بن محمد بن مسروق رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابوالعباس ہے۔ طوس کے باشندے ہیں۔ متقدمین مشائخ کبار سے ہیں بغداد میں آپ کی مستقل سکونت تھی۔ شیخ علی رودباری کے استاد اور حارث محاسبی کے شاگرد ہیں شیخ سری سقطی اور محمد بن منصور طوسی کی صحبتیں نصیب ہوئیں۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی آپ سے حکایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو شخص بھی زندگانی میں تدبیر کو ترک

کرتا ہے تو وہ تن آسانی اور راحت کی وجہ سے کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا باطل کی طرف زیادہ دیکھنے سے دل سے حق کی معرفت جاتی رہتی ہے۔ آپ کی وفات ۲۹۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ طلحہ بن محمد صباح نیلیؒ

شیخ ابو عثمان حیری کے کامل ترین مریدوں میں ہیں، اور صاحب مقامات عالیہ تھے۔
آپ کی وفات ۳۰۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ یوسف بن حسین رازیؒ

آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ متقدمین مشائخ کبار میں ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری کے مرید ہیں۔ امام احمد حنبلؒ کے شاگرد رشید ہیں۔ آپ کی عمر کافی ہوئی۔ بہت سے مشائخ کی صحبتیں اٹھائیں۔ آپ نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ ذوالنون مصری اسم اعظم جانتے ہیں۔ کافی عرصہ میں نے ان کی خدمت کی اور اسم اعظم سیکھنے کی درخواست کی۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک طباق ڈھکا ہوا مجھے دیا کہ آپ کے فلاں دوست کو پہنچا دوں۔ طباق لے کر میں چل دیا، راستہ میں خیال آیا کہ اس میں کیا چیز ہے اور ضبط نہ ہو سکا۔ جب کھول کر دیکھا، اس میں ایک چوہا تھا جو نکل کر بھاگ گیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ میرے ساتھ مذاق کیا تھا۔ ناراض واپس گیا، مجھے آتا دیکھ کر فرمایا ایک چوہا امانت نہیں رکھ سکے اور اس کی حفاظت نہ ہو سکی۔ اسم اعظم کی حفاظت اور اس کا بار کیوں کر اٹھا سکیں گے۔

آپ کی وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ بعض قول کی بنا پر ۳۰۴ھ میں۔

حضرت شیخ ابو العباس پستی رحمۃ اللہ

آپ کا نام عبداللہ بن محمد بن نافع بن مکرم ہے۔ آبائی وطن پست ہے جو قندھار کے مضافات میں ایک موضع کا نام ہے۔ تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ ابو العباس پستی نے کامل ستر سال تک زمین پر اپنا پہلو نہیں رکھا۔ کسی دیوار اور ستون سے سہارا نہیں لگایا، نیشاپور سے حرمین شریفین تک برہنہ پا تشریف لے گئے۔ مدتوں بیت المقدس میں مقیم رہے۔

آپ کی وفات ماہ محرم میں ۳۰۴ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ بن جلا قدس سرہ

آپ کا نام احمد بن یحییٰ ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ آخر میں اہلِ دمشق میں سکونت اختیار کی۔ شام کے مشائخ کبار میں ہیں۔ ابو تراب نخشبی کے مرید ہیں۔ سید الطائفہ اور نوریؒ کی صحبتوں میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ ابو الخیر تنہائی نے آپ کو دیکھا کہ آپ ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ آواز دی کہ پہچانیں۔ جواب میں کہا تم نے نہیں پہچانا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا ابو الخیر نے نہیں پہچانا اور ابو عبداللہ نے مقام و شرف کو پہچان لیا۔ آپ کی وفات ۳۰۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ حسین بن منصور حلاجؒ

آپ کی کنیت ابو المغیث ہے۔ اصل وطن بیضائے فارس ہے۔ آپ صاحب سُکر تھے۔ آپ کو حلاج اس وجہ سے کہتے ہیں، آپ ایک دن اپنے دوست حلاج کی دکان پر تشریف لے گئے اس کو کسی کام سے بھیجا، اور خود انگلی سے اشارہ کرتے رہے۔ روئی ایک طرف اور اس کے دانے ایک طرف کو ہوتے رہے۔ آپ کے بارے میں مشائخ رحمہم اللہ کو اختلاف ہے، آپ کے پیر شیخ عمرو بن عثمان مکی، اور ابو یعقوب ناجوری، اور علی بن سہیل اصفہانی وغیرہ متقدمین مشائخ نے انکار کیا ہے، اور آپ کو مہجور کیا ہے، اور آپ کو جادو کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہاں مشائخ کی ایک جماعت، جس میں شیخ ابو بکر شبلی۔ ابو العباس بن عطا۔ شیخ عبداللہ خفیف، شیخ ابو القاسم نصر آبادی شیخ ابو سعید ابو الخیر، شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری۔ شیخ ابو القاسم گرگانی اور پیر علی ہجویری صاحب کشف المحجوب وغیرہ متاخرین مشائخ آپ کے معتقد ہیں اور آپ کو بزرگ جانتے ہیں اور سب نے کہا ہے کہ معاملہ کا مہجور، مہجور الاصل نہیں ہوتا۔ صاحب کشف المحجوب نے کہا ہے کہ میں آپ کا معتقد ہوں لیکن ان کی بات اقتدار کے شایان نہیں۔

حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے فصل الخطاب میں لکھا ہے کہ بعض کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے کہ سید الطائفہ شیخ جنیدؒ نے حسین بن منصور کے قتل کے متعلق فتوےٰ دیا تھا۔ یہ محض افترا اور کذب ہے۔ کیونکہ آپ کی وفات حسین بن منصور حلاج کے معاملہ سے گیارہ بارہ سال پہلے ہو چکی تھی، جیسا کہ ہر دو کی تاریخ وفات سے معلوم ہوتا ہے اور جو کچھ ان کو جھیلنا پڑا۔ یہ غلبہ شوق اور جذبہ عشق اور مراتب و مدارج کو ضبط نہ کرنے کی وجہ سے تھا۔ جذبہ عشق ایک ایسی

چیز ہے کہ جب محبت اپنے منتہائے مقام پر پہنچتی ہے تو عاشق اس کی سوزش سے جل جاتا ہے اور اس کو خود اپنی خبر نہیں ہوتی۔ اس کی نظر میں بجز محبوب کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ دیکھتا ہے محبوب کی طرف سے سمجھتا ہے، رات اور دن اس کی ظاہری اور باطنی نگاہ میں سب اس کو محبوب نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ دونوں عالم میں بجز محبوب کے جلوہ کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ جب عاشق اس درجہ پر پہنچتا ہے تو اس کے سامنے جو چیز بھی آتی ہے وہ محبوب کے جلوہ کی کثرت سمجھتا ہے مولانا عبدالرحمن جامی نے اس حال کی بابت لکھا ہے ؎

بس کہ در جان نگار و سینۂ زارم توئی
ہر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

اسی مضمون اور مرتبہ کی طرف اشارہ اور بعض عارفوں کے کلام میں اور بھی پایا جاتا ہے ؎

چو در خانۂ دل بغیر از تو کس نیست
بہر شکل آئی تو باشی بدانم

پس حسین منصور حلاج اس مقام و حال میں تھے۔ عالم بے خودی اور فرط عشق کے غلبہ سے انا الحق کہہ بیٹھے اور در حقیقت ان کی نظر میں بجز محبوب کے اور کوئی نہیں سما سکتا۔ جب صورت مثال بھی ان کی نظر میں آئی اس کو بھی محبوب کی صورت سمجھا، اگرچہ آپ کی اپنی صورت تھی جیسا کہ کمال جذبہ عشق سے مجنوں آخر عمر میں لیلےٰ کو شناخت نہ کر سکا۔ پوچھا یہ کون ہے، کہا گیا کہ لیلےٰ ہے، جو تیرا مقصود و محبوب ہے، تو مجنوں نے کہا لیلیٰ تو میں خود ہوں ؎

گر آں لیلےٰ از خیمہ بیروں شود
ہمہ کوہ و صحرا چو مجنوں شود،

اگرچہ حقیقتاً مجنوں لیلیٰ نہیں ہو سکتا۔ لیکن انتہائے عشق اور درجہ فنا میں من تو شدم تو من شدی کا درجہ اتحاد حاصل ہو گیا اور دوئی کا تصور بھی جاتا رہا ؎

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک | کہ ادراک عاجز ست از درک ادراک

آپ کے قتل کا معاملہ بغداد کے باب الطاق سہ شنبہ ۲۵ ذی حجہ ۳۰۹ھ کو ہوا۔

حضرت شیخ ابو العباس بن عطاءؒ

آپ کا نام محمد بن احمد ہے۔ آپ بغدادی الاصل ہیں علمائے مشائخ اور اہل ظرافت سے تھے

ابراہیم مارستانی کے شاگرد اور سید الطائفہ، شیخ ابو سعید خراز سے صحبت رہی۔ آپ کی ایک مشہور قرآنی تفسیر بھی ہے۔

آپ کی وفات ماہ ذی قعدہ میں سنہ ۳۰۹ھ یا سنہ ۳۱۱ھ میں ہوئی۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے وزیر قاہرہ خلیفہ باللہ نے جب حسین منصور کو قتل کیا تو آپ سے پوچھا کہ حلاج کی بابت آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا تم اپنے حق اور فرض کو ادا کرو اور لوگوں کی چاندی واپس کر دو۔ وزیر نے کہا کہ تم مجھ سے حجت کرتے ہو اور اعتراض کرتے ہو پھر وزیر نے حکم دیا کہ آپ کے تمام دانتوں کو اکھیڑ دیا جائے اور ایک ایک کو سر پر جڑ دیا جائے۔ اسی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت شیخ ابوبکر رازی قدس سرہ

آپ کا نام محمد بن زکریا ہے آپ کا شمار بزرگوں اور زاہدین میں ہے۔ مشائخ میں کوئی بھی آپ سے زیادہ رونے والا نہ تھا۔ ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے۔

آپ کی وفات سنہ ۳۱۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالخیر حمص روح اللہ روحہٗ

آپ نے بارہا کعبہ کے صحراؤں کو توکل و تجرید کے قدموں پر طے کیا ہے۔

آپ کی وفات سنہ ۳۱۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو محمد حریری رحمہ اللہ

آپ کا نام احمد بن محمد بن حسین ہے۔ دوسرے قول میں حسین بن محمد اور عبداللہ بن یحییٰ۔ آپ سید الطائفہ کے کامل مریدوں میں تھے۔ جب سید الطائفہ کا وصال ہوا۔ آپ کو سید الطائفہ کی جگہ پر لوگوں نے بٹھایا۔ آپ فقہ اور اصول فقہ کے امام تھے۔ سہیل عبداللہ تستری کی صحبت میں رہے۔ نقل ہے کہ ایک سال آپ نے مکہ معظمہ میں قیام فرمایا۔ نہ تو آپ اس عرصہ میں کبھی سوئے۔ اور نہ کسی سے بات کی۔ اور نہ اپنی پشت زمین پر رکھی نہ اپنے پاؤں کو پھیلایا۔ آپ نے فرمایا، اخلاص یقین کا ثمرہ ہے۔ اور ریا شک کا ثمرہ و نتیجہ ہے۔ نیز فرمایا کہ عارفان خدا کی مرجع ہدایت ہے اور عوام کا مرجع ناامیدی و قنوط۔

آپ کی وفات ۳۱۱ھ میں یا ۳۱۲ھ میں قرامطہ کی لڑائی میں پیاس کی شدت سے واقع ہوئی۔

حضرت شیخ بنان محمد الحمال قدس سرہٗ

اصلی وطن واسط ہے۔ مصر میں آپ کی سکونت تھی۔ صاحب کشف وکرامات تھے۔ سید الطائفہ کے ساتھ صحبت میں رہتے تھے، ابراہیم خواص سے ملاقات کی تھی۔ حضرت نوری کے استادوں میں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں مکہ معظمہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے قریب ایک جوان تھا۔ ایک شخص نے اس نوجوان کے سامنے کچھ درم رکھے اور کہا، مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ اس جوان نے کہا کہ مساکین وفقراء پر ان کو تقسیم کر دو۔ اس نے ایسا ہی کیا، رات کو میں نے اس کو دیکھا کہ ایک وادی میں اپنے لیے کچھ تلاش کر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا۔ کاش ان درموں میں سے کچھ اپنے لیے بچا کر رکھتا کہا، مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس وقت تک زندہ بھی رہوں گا۔

آپ کی وفات ۳۱۶ھ میں ہوئی۔ قبر مصر میں ہے۔

حضرت شیخ محمد بن فضیل قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ بلخ کے رہنے والے تھے۔ شیخ احمد خضرویہ کے مرید ہیں۔ چند متعصبین نے بے گناہ آپ کو بلخ سے باہر نکال دیا۔ آپ نے شہر کی طرف منہ کیا اور اس پر لعنت بھیج دی۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس کے بعد سے اس شہر میں کوئی صوفی نہیں پیدا ہوا۔

آپ نے فرمایا جو مرید دنیا کی طلب میں ہو یہ اس کی ادبار وتنزل کی علامت ہے، نیز فرمایا، زہد نام ہے ترک دنیا کا۔ اگر ہو سکے تو ایثار کر اور اگر نہ ہو سکے تو تیری کمزوری ہے۔

آپ کی وفات ۳۱۹ھ میں ہوئی۔ قبر سمرقند میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسین وراق رحمۃ اللہ

آپ کا نام محمد بن سعد ہے۔ نیشاپور کے مشائخ کبار میں تھے۔ ابوعثمان حیری کے مرید آپ بڑے جید عالم تھے، آپ نے فرمایا عفو میں کرم یہ ہے کہ معاف کرنے کے بعد پھر دوست کے گناہ اور قصور کا ذکر نہ کرے۔

وفات ۳۱۹ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالحسین وراج قدس سرہ

آپ کا آبائی وطن بغداد ہے۔ ابراہیم خواص کے خادم خاص ہیں۔ آپ کا وصال حالت سماع میں ہوا۔ آپ کی وفات ۳۲۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوعمرو دمشقی قدس سرہ

شام کے مشائخ کبار میں ہیں۔ ابوعبداللہ جلا اور اصحاب ذوالنون مصری کے ساتھ صحبتیں رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ خدا کے ماسوئی میں نقصان دکھائی دے بلکہ ماسوئی اللہ سے آنکھیں بند رکھے۔ کیونکہ اس کے مشاہدہ کے وقت غیر اللہ کو دیکھنا مناسب نہیں کہ اللہ تعالےٰ تمام نقصانات سے منزہ و پاک ہے۔

آپ کی وفات ۳۲۰ھ میں ہوئی۔

حضرت خیر النساج قدس اللہ سرہ

آپ کی کنیت ابوالحسین ہے۔ نام محمد بن اسماعیل، سامرہ کے رہنے والے ہیں۔ سکونت بغداد میں اختیار کی۔ سری سقطی کے مرید ہیں۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کے اقران میں ہیں اور حضرت نوری و ابن عطا و حریری قدس اسرارہم کے استاد ہیں۔ حضرت ابراہیم خواص اور شبلیؒ دونوں نے آپ کے سامنے توبہ کی ہے۔ شبلی کو آپ نے سید الطائفہ کے پاس بھیج دیا آپ کو نساج اس لیے نہیں کہتے کہ آپ کا پیشہ نساجی تھا۔ کتاب نفحات الانس میں ہے کہ شام کی نماز کا وقت تھا کہ ملک الموت نے سایہ ڈالا۔ آپ نے سرہانے سے اپنے سر مبارک کو اٹھا کر فرمایا۔ عفاک اللہ تھوڑی دیر توقف کرو کہ میں بھی خدا کا بندہ ہوں اور تم بھی خدا کے بندے ہو۔ تجھ کو خدا نے حکم دیا ہے کہ میری جان نکالو اور مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے سب کام چھوڑ دو جو تمہیں حکم ملا ہے وہ قضا نہیں ہوگا۔ اور جو مجھے حکم ملا ہے وہ فوت ہو جائے گا۔ پھر آپ نے وضو کیا۔ نماز پڑھی اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کی وفات ۳۲۲ھ میں ہوئی۔

آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔

حضرت شیخ ابوبکر الواسطی قدس سرہ

آپ کا نام محمد ابن موسیٰ ہے۔ ابن فرغانی کے نام سے مشہور ہیں۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی اور شیخ ابوالحسن نوری کے قدیم ساتھیوں میں ہیں۔ علماء مشائخ سے ہیں۔ علم ظاہر و باطن کے بڑے جامع اور عالم تھے۔ امام توحید اور صاحب مقامات و کرامات تھے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جس طرح درس توحید خراسان میں واسطی کی زبان سے سنا۔ ایسا کسی سے بھی نہیں سنا گیا۔ نیز شیخ الاسلام نے فرمایا کہ واسطی نے کہا کہ جو کچھ وہ کہتا ہے میرے نزدیک دور ہے اور جو دور ہے اس کی ہستی وجود میں عدم ہے۔ آپ کی وفات مرو میں ہوئی ہے۔ صاحب طبقات سلمی کے قول کے مطابق آپ کی وفات ۳۲۰ھ کے بعد واقع ہوئی۔ اور محاسن الاخبار کے قول کے مطابق سن وفات ۳۰۸ھ ہے۔ دوسرا قول زیادہ صحیح ہے۔ قبر شریف مرو میں ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر کتانی قدس سرہٗ

آپ کا نام محمد بن علی جعفر ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کے مرید ہیں۔ برسوں مکہ شریف میں آپ مجاور رہے۔ آپ کو چراغ حرم کہتے تھے۔ آپ نے طواف میں بارہ ہزار قرآن ختم کیے۔ کامل تیس سال حرم میں بیٹھے رہے، اور اس تیس سال میں رات دن میں ایک مرتبہ وضو فرماتے تھے، اس عرصہ میں آپ مطلقاً نہیں سوئے۔ حضرت خضر کے مصاحبوں میں تھے۔ آنحضرت صلعم کو اکثر خواب میں دیکھتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم سے سوالات و استفسارات کرتے اور جوابات پاتے، چنانچہ ایک رات کو ۵۱ بار خواب میں آنحضرت کا دیدار ہوا، ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ روزانہ ۴۱ مرتبہ یاحی یاقیوم یالا الٰہ الا انت پڑھا کرو۔ مردہ دل اس کے ذکر سے زندہ ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مخلوق سے انس و محبت عقوبت ہے اور اہل دنیا سے قرب معصیت ہے، اور اہل دنیا سے تعلق رکھنا ذلت ہے۔ تصوف بہتر اخلاق کا نام ہے۔ جس کا اخلاق اچھا اس کا تصوف اچھا ہے۔ نیز فرمایا محبت محبوب کے لیے ایثار و قربانی کرنے کا نام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ دنیا میں رہو۔ اور دل سے آخرت میں نیز آپ نے فرمایا استغفار کے مقام پر شکر کرنا گناہ ہے، اور اسی طرح شکر کے مقام پر استغفار کرنا گناہ ہے۔ آپ کی وفات ۳۲۲ھ میں ہوئی۔ مزار مکہ معظمہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابراہیم بن داود رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ شام کے مشائخ کبار سے ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری۔ سید الطائفہ اور ابو عبد اللہ جلا سے شرف ملاقات حاصل تھا۔ آپ کو بڑی عمر ملی۔ آپ نے فرمایا تمام مخلوق میں ضعیف و عاجز ترین مخلوق وہ ہے جو شہوتوں کو چھوڑنے سے قاصر ہو۔ اور قوی تر مخلوق وہ ہے جو اس کے ترک پر قابو و قدرت رکھے۔ آپ نے فرمایا، جو کچھ تجھ کو ضرورت کے قابل بے رنج و محنت حاصل ہو جائے، اس پر قناعت کر، زیادہ طلب کرے گا وہ دردسری اور تیرے اوپر بار ہو گا اور قناعت کے خلاف ہو گا۔ آپ نے فرمایا درویشوں کا کفایت کرنا توکل ہے اور تونگروں کا کفایت کرنا اپنی املاک و اسباب پر اعتماد ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ دنیا سے تجھ کو صرف دو چیز کافی ہیں۔ ایک درویش کی صحبت دوسرے ولی اللہ کا احترام و اکرام۔

آپ کی وفات ۳۲۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو الحسن بن محمد مزین ؒ

آپ کا نام علی ہے۔ بغداد کے مشائخ کبار میں ہیں۔ سید الطائفہ اور سہیل بن عبد اللہ تستری کی صحبتوں میں بیٹھنے کی سعادت نصیب تھی، عرصہ تک مکہ معظمہ میں مجاور رہے ہیں، مزین نام کے دو شخص گزرے ہیں۔ ایک مزین صغیر اور دوسرے مزین کبیر۔ آپ مزین صغیر ہیں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ مزین ایک بار ایک شیر کے نزدیک گئے۔ اور فرمایا ثم اماتہ فاقبرہ شیر اسی جگہ مردہ ہو گیا۔ جب آپ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے آپ نے فرمایا ثم اذا شاء انشرہ شیر زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

آپ کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی، اور دوسرے قول میں ۳۲۷ھ میں۔

مزار مکہ میں ہے۔

حضرت شیخ ابو علی ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا نام محمد بن عبد الوہاب ہے۔ حضرت ابو حفص حداد اور حمدون قصار سے نیاز ملاقات حاصل تھا۔ آپ کی وفات ۳۳۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو محمد مرتعش قدس سرہ

آپ کا نام عبد اللہ بن محمد نیشا پوری ہے۔ بغداد میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ شیخ ابو حفص حداد کے مرید تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے ملاقات کی۔ شیخ ابو حفص آپ کے پاس تشریف لائے تھے۔ آپ روزانہ ہزار فرسنگ سفر فرماتے تھے۔ اور برہنہ پا اور برہنہ سر سفر فرماتے تھے۔ اور کسی شہر میں دس روز سے زیادہ قیام نہیں فرماتے تھے اور کبھی کبھی تین دن قیام فرماتے تھے آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے کو باطن خاص کے ساتھ نہیں دیکھا تا وقت کہ ظاہر عام میں اس کو مطابق نہ کر لیا۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ایسا شخص ہے جو نفس کی مخالفت کرتا ہے اور وہ اس سے زیادہ بہتر اور بزرگ ہے۔ آپ کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو یعقوب نہر جوریؒ

آپ کا نام اسحاق بن محمد ہے۔ علماء مشائخ سے تھے اسید الطائفہ جنید بغدادی اور عمرو بن عثمان مکی کی صحبتوں میں حاضری کی سعادت ملی۔ برسوں مکہ معظمہ کی مجاوری کی خدمت کی۔ ابو یعقوب صوفی کے مرید ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا اور حکومت اس کا کنارہ آخرت ہے اس کی کشتی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ لوگ سب مسافر ہیں۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جس نعمت کا تم شکر نہ کرو وہ نعمت زائل ہو جاتی ہے، اور اگر نعمت کا انکار کرو اور کفران نعمت کرو گے تو وہ نعمت باقی نہیں رہے گی۔ آپ نے فرمایا کہ جو خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھاتا ہے وہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے۔ جس کی دولتمندی مال سے ہوگی، وہ ہمیشہ محتاج رہے گا۔ جو اپنی ضرورت خلق خدا کے پاس لے جائے گا ہمیشہ محروم رہے گا۔ جو اپنی ضرورت میں خدا سے استعانت نہ کرے گا، ہمیشہ محروم رہے گا، اور ذلیل ہوگا۔

آپ کی وفات ۳۳۰ھ میں ہوئی۔ مزار مکہ معظمہ میں ہے۔

حضرت شیخ ابو الحسن صائغ دینوریؒ

آپ کا نام علی بن محمد بن سہیل ہے۔ دینور کے مشائخ کبار میں ہیں۔ مصر میں قیام تھا۔

شیخ ابو جعفر صیدلانی کے مرید اور شیخ ابو الحسن خرقانی اور ابو عثمان مغربی کے پیر تھے۔آپ کی وفات شنبہ کی شب ۱۵ رجب ۳۳۳ھ یا ۳۳۱ھ میں ہوئی۔ مزار مصر میں ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر بن طاہر دینوری رح

نام عبداللہ بن حارث طائی ہے۔جبل کے مشائخ کبار میں تھے۔حضرت شبلی کے ساتھیوں میں تھے۔ابو یوسف بن حسین کی صحبت کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ کی وفات ۳۳۰ھ میں ہوئی۔

حضرت عبداللہ متنازل قدس سرہ

اپنے زمانہ کے یکتا اور صاحب اسرار تھے۔علوم ظاہر و باطن کے بڑے عالم تھے، علم حدیث میں بڑی دسترس تھی۔حمدون قصار کے مرید تھے آپ نے فرمایا کوئی اپنے فرائض ترک نہیں کرتا بجز اس کے وہ سنتوں کو ضائع کر دیتا ہے اور یہ فرائض کے ترک کا سبب ہوتا ہے اور جو سنتوں کے ترک کرنے میں مبتلا ہوتا ہے وہ جلد ہی بدعتوں میں پھنس جاتا ہے فرمایا کہ ہم ادب کے بہت زیادہ محتاج ہیں بہ نسبت زیادہ علم کے۔فرمایا کہ فقر کی حقیقت دنیا اور آخرت سے انقطاع کرنا اور خداوند دنیا و آخرت سے مستغنی ہونا ہے۔فرمایا عارف وہ ہے جو کسی چیز سے کبھی غرور میں مبتلا نہ ہو۔آپ کی وفات ۳۳۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابراہیم بن شیبان الکرمان شاہی رح

آپ کی کنیت ابو اسحاق، مشائخ جبل سے ہیں۔ابو عبداللہ مغربی اور ابراہیم خواص کے دوستوں میں سے ہیں، آپ نے فرمایا جو مشائخ کی حرمت و تعظیم نہ کرتا ہو۔وہ جھوٹے دعوؤں اور فضول و لغو باتوں میں گرفتار رہتا ہے اور ہمیشہ ذلت و خواری میں مبتلا رہتا ہے۔
آپ کی وفات ۳۳۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو علی مشتولی قدس سرہ

آپ کا نام حسن بن علی بن موسیٰ ہے۔مشتول، مصر سے دس فرسنگ دور ایک قصبہ کا نام ہے جہاں کے آپ رہنے والے تھے۔ابو علی کاتب اور ابو یعقوب سوسی کے شاگرد ہیں۔

آپ کی وفات ۳۴۰ھ میں ہوئی۔ قبر مشتول میں ہے۔

حضرت شیخ ابوسعید اعرابی قدس سرہ

آپ کی اصل فارس ہے۔ نیشاپور میں سکونت اختیار فرمالی تھی۔ آپ مشائخ کبار اور قوام کے مقتدا تھے۔ شیخ ابوبکر شبلیؒ کے شاگرد تھے۔ شیخ شبلی بھی آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔
آپ کی وفات نیشاپور میں ۳۴۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ جعفر الخذار رحمہ اللہ

آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کر لی تھی اپنے زمانہ میں شیخ حرم کہلاتے تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ سیدالطائفہ جنید بغدادیؒ کی صحبت کی سعادت حاصل تھی۔ آپ کی وفات ۳۴۸ھ یا ۳۴۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابراہیم بن احمد مولد الصوفیؒ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے، سیدالطائفہ حضرت جنید کی صحبت حاصل تھی، آپ کی وفات ۳۴۱ھ میں واقع ہوئی۔ قبر مبارک شیراز میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالقاسم الحکیم السمرقندیؒ

کنیت ابو اسحاق ہے، طریقت کے امام اور مشائخ کبار میں ہیں، ابوعبداللہ جلا اور ابراہیم تصار رقی کی صحبت کی سعادت حاصل تھی۔ آپ کی وفات ۳۴۲ھ میں واقع ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالقاسم بن عیسیٰ البغدادیؒ

نام اسحٰق بن محمد بن اسماعیل ہے۔ ابوبکر وراق کی صحبت نصیب ہوئی۔ بعض آیات قرآنی پر آپ نے ایک تفسیر لکھی ہے جس میں نکات و اشارات لکھے ہیں۔ ایک دن آپ لوگوں میں تشریف رکھتے تھے اور فیصلے فرماتے تھے کہ ایک بزرگ آپ کی زیارت کو حاضر ہوئے۔ آپ کو اس کام میں مشغول پاکر حوض کے کنارے سجادہ بچھاکر اس پر نماز پڑھنے لگے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے

توآپ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا اے بھائی! یہ کام تو بچوں کا ہے۔ مرد تو وہ ہے کہ بڑے سے بڑے شغل میں رہ کر دل خدا تعالیٰ سے لگائے رکھے۔ آپ کی وفات عاشورہ کے دن ۳۴۲ھ میں ہوئی۔ قبر مبارک سمرقند میں موضع جاکردیزہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ

آپ کا نام فارس ہے حسین بن منصور حلاج کے خلفاء میں ہیں۔ ابومنصور ماتریدی کے معاصر۔ آپ کی وفات روز عاشورہ کو ۳۴۲ھ میں ہوئی۔ قبر سمرقند میں موضع جاکردیزہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابوالعباس سیاریؒ

احمد بن سیار کے بھانجے ہیں۔ آپ کا نام قاسم بن قاسم بن مہدی ہے۔ مرو کے باشندے ہیں۔ ابوبکر واسطی کے مرید ہیں۔ طریقہ سیاریہ آپ کی طرف منسوب ہے۔ اس طریقہ کی بنیاد جمع و تفریق پر ہے۔ علوم ظاہر و باطن کے جید عالم تھے۔ آپ کی وفات ۳۴۲ھ کو ہوئی۔ قبر مرو میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالخیر تیناتی الاقطع رحمہ اللہ

آپ کا نام حماد ہے اتینات کے قصبہ کے رہنے والے تھے۔ جو مضافات مصر سے ہے کہتے ہیں کہ تینات ولایت مغرب کے معققہ سے ہے۔ آپ زنبیل بنایا کرتے تھے۔ آپ کو شیر کے ساتھ موانست و دوستی رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ صاحب کرامات اور مراتب عالیہ تھے۔ سیدالطائفہ شیخ جنید اور ابوعبداللہ جلا کی صحبت کی سعادت حاصل تھی۔ طریقہ توکل میں آپ یکتائے زمانہ تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے کسی کو دیکھا کہ پانی پر چلتا ہے۔ فرمایا، یہ کیا بدعت ہے، خشکی پر آ، اور ساتھ ساتھ چل، ایک اور شخص کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا، فرمایا یہ کیا بدعت ہے۔ کہاں جاتا ہے۔ کہا حج کو، فرمایا، نیچے آ، اور زمین پر چل، نفحات الانس میں آپ کے ہاتھ کاٹنے کی کیفیت مذکور ہے۔ آپ کی وفات ۳۴۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوبکر مصری قدس سرہٗ

آپ کا نام محمد بن ابراہیم ہے۔ ابوبکر وقی دختر انی کے استاد ہیں اور زقاق کبیر کے

شاگرد سید الطائفہ اور نوری کی صحبت حاصل تھی۔ آپ کی وفات ۳۱۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو مزاحم شیرازی قدس سرہٗ

آپ کا نام ابراہیم بن ابراہیم ہے۔ نیشاپور کے باشندے ہیں۔ سید الطائفہ، رویم، ابو عثمان حیری اور ابراہیم خواص کی صحبتوں میں رہنے کی سعادت نصیب تھی۔ چالیس سال کامل مکہ معظمہ کی مجاوری کی ہے۔ اس عرصہ میں آپ نے حرم شریف میں تعظیماً پیشاب نہیں کیا۔ ساٹھ حج متواتر ادا کیے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیس سال کامل حضرت جنید بغدادی کا پاخانہ اپنے ہاتھوں سے صاف کیا ہے اور مجھے اس خدمت پر فخر ہے۔ مشائخ وقت جب حلقہ کرتے تھے۔ آپ سب میں صدر نشین ہوتے تھے، کہتے ہیں کہ موسم حج میں ایک عجمی آیا۔ کہنے لگا کہ میں نے حج ادا کیا ہے۔ میری ضمانت کرو کہ میں دوزخ میں نہیں جاؤں گا۔ تمہارے دوستوں نے تمہاری طرف مجھے بھیجا ہے کہ تم سے اس کی ضمانت حاصل کروں۔ شیخ نے سرسری طور پر اس کو دیکھ کر سمجھا کہ دوستوں نے از راہ مزاح کہہ دیا ہوگا۔ آپ نے ایک مستجاب الدعوات کی طرف اس کی رہنمائی فرمادی اور کہہ دیا کہ وہاں جاکر یہ کہو یارب اعطنی ابراۃ اے میرے رب دوزخ سے مجھے نجات عطا فرما۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ وہ واپس آیا اس کے ہاتھ میں ایک سبز رنگ کا کاغذ تھا جس پر لکھا ہوا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذہٖ براۃ لفلان بن فلان من النار یہ پروانہ نجات ہے فلاں بن فلاں کا دوزخ سے۔ آپ کی وفات ۳۴۵ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ ابو عمرو زجاجی قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ بغداد کے محلہ خلد کے رہنے والے تھے۔ سید الطائفہ ابراہیم خواص کے شاگرد ہیں۔ شیخ ابوالعباس نہاوندی کے پیر ہیں۔ حضرت نوری۔ رویم۔ سمنون اور حریری رحمہم اللہ کی پاک صحبتوں میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ بوریا بنا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ دو ہزار اور پیروں سے مجھے نیاز حاصل ہے۔ ۵۶ حج آپ نے ادا کیے فرمایا کہ ایک دن میں جنید بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بیمار تھے۔ میں نے عرض کیا اے استاد! حق تعالیٰ سے عرض کیجیے کہ وہ آپ کو شفا عطا فرمائے۔ فرمایا میں نے عرض کیا تھا جواب ملا کہ جسم ہماری ملک ہے۔ ہم چاہیں تو اس کو تندرست رکھیں۔ چاہیں بیمار ڈالیں، تو کون

ہے جو ہماری چیز میں مداخلت کرتا ہے تو ہمارا بندہ تیرا کام صرف بندگی ہے اور بس۔
آپ کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی۔ قبر مبارک بغداد کے مقام ترنیزیہ میں واقع ہے حضرت سری سقطیؒ اور شیخ جنید بغدادیؒ کے مزارات کے قریب آسودہ ہیں۔ آپ کی عمر ۹۵ سال ہوئی۔

حضرت شیخ جعفر بن نصیر الخلدی الخواص قدس سرہ

نام علی بن احمد بن سہیل ہے۔ آپ کی اصل پوشنگ سے ہے جو نواحی ہرات میں ایک موضع ہے۔ خراسان کے جواں مرد مشائخ سے ہیں۔ ابوعثمان حریری سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ ابوالعباس عطا حریری۔ طاہر مقدس، اور ابوعمرو دمشقی کی صحبتوں میں رہنے کی سعادت حاصل تھی۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک اولیاء جن کا باطن ظاہر سے بہتر ہوتا ہے۔ آخر الذکر گروہ جہال اپنے باطن کا انصاف نہیں کرتے۔ اور دوسروں سے انصاف کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کسی نے آپ سے دعا کی درخواست کی، فرمایا خدا تعالےٰ تجھ کو تیرے نقصان سے محفوظ رکھے۔ آپ کی وفات ۳۴۸ھ کو ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد ایک درویش آپ کے مزار پر آیا۔ اور خدا تعالےٰ سے دنیا طلب کرنے کی درخواست کی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اے درویش جب تو ہمارے پاس آئے تو دنیا مت طلب کر۔ دنیا چاہتا ہے تو دنیا داروں کی قبر پر جا۔ ہمارے مزار پر آئے تو دنیا اور اس کی زینت سے قطع تعلق کر لے۔

حضرت شیخ ابوالحسین الصوفی القوشجی قدس سرہ

ملک شام میں آپ کی مستقل سکونت تھی۔ عبداللہ بن جلا کی صحبت میں رہے۔ آپ کی وفات ۳۵۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوبکر بن داؤد دینوریؒ۔

آپ کی کنیت ابومحمد۔ والد کا نام محمد بن عبداللہ ہے۔ خاندانی وطن مقام رے ہے۔ آپ کی جائے پیدائش نیشاپور ہے۔ آپ کا شمار مشائخ کبار میں ہے۔ علوم ظاہر و باطن کے بڑے عالم تھے۔ سید الطائفہ، محمد بن فضیل بلخی۔ رویم۔ سمنون۔ ابوعلی جرجانی اور محمد حامد وغیرہم کی صحبتوں میں رہنے کی سعادت حاصل تھی۔ ابوعثمان حیری کے اصحاب کبار میں تھے۔

آپ کی وفات ۳۵۳ھ کو واقع ہوئی۔

حضرت شیخ بندار ابن حسین بن محمّد بن مہلب شیرازیؒ

آپ کی کنیت ابوالحسین ہے، آبائی وطن شیراز۔ شیخ شبلی کے مرید اور ابوعبداللہ خفیف کے استاد ہیں۔ جعفر حداد کے ساتھ صحبت رہی۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کیا ہے، فرمایا ایفائے عہد۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایفائے عہد یہ ہے کہ دل پر جو کچھ گزرے کہ اس کی خاطر تو کام کرتا ہے تو اسی کی خاطر سے کام کو انجام دے۔ آپ کی وفات مقام ارجان میں ۳۵۳ھ میں ہوئی شیخ ابوذرعہ طبری نے غسل دیا۔

شیخ عبدالملک بن علی بن عبداللہ بن عمر الگازرونی رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابوعمر، آبائی مکان فارس میں مقام گازرون ہے۔ آپ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ابدالوں میں آپ کا شمار تھا صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ کی وفات سہ شنبہ کو ۲۶ ذی الحجہ ۳۵۸ھ کو ہوئی۔

شیخ علی بن بندار ابن حسین الصوفی الصیرفیؒ

کنیت ابوالحسن ہے۔ نیشاپور کے مشائخ کبار سے تھے۔ سید الطائفہ جنیدؒ۔ رویم۔ سمنونؒ، ابن عطا اور حریریؒ کی مبارک صحبتوں میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ بہت سے مشائخ سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ حدیث میں آپ کا درجہ بہت اونچا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں سے زیادہ میل جول نہ رکھو، ان سے علیحدہ رہو، کیونکہ آج کل لوگوں سے زیادہ ملنے جلنے میں فائدہ نہیں ایک دن شیخ عبداللہ خفیف کے ہمراہ تنگی پل پہنچے۔ شیخ ابوعبداللہ نے آپ سے کہا کہ آگے چلو، ابوالحسن نے فرمایا آگے کیوں جاؤں۔ شیخ ابوعبداللہ نے فرمایا تم نے حضرت جنید کو دیکھا ہے۔ اور میں نے نہیں دیکھا۔ یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ مشائخ کا دیدار کرنا بڑی نسبت ہے اور اس گروہ مشائخ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا درجہ عطا کیا ہے، کیونکہ یہ روایت در روایت ہوتا چلا آیا ہے کہ اس نے فلاں بزرگ کو دیکھا ہے اور فلاں شیخ کی صحبت اٹھائی ہے۔ آپ کی وفات ۳۵۹ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوبکر الداقی رحمہ اللہ

آپ کا نام محمد بن داوٗد دمشقی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ دینوری الاصل ہیں۔ لیکن سکونت شام میں رکھتے تھے۔ وفاق کبیر کے مرید تھے۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے شرف ملاقات حاصل تھا۔ ایک بار جنگل میں آپ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے خداوندا جو جان تو نے مجھے بخشی ہے اس میں سے کچھ میرے دل پر ظاہر فرما تاکہ مجھے اطمینان اور سکون حاصل ہو۔ دعا قبول ہوئی اور کچھ حال آپ پر منکشف ہوگیا اور کچھ راز ظاہر ہوگیا اور قریب تھا کہ آپ ہلاک ہوجائیں عرض کیا خدایا اس راز کو پوشیدہ فرما کہ مجھ میں اس کی تاب نہیں۔ راز پوشیدہ کر دیا گیا۔

آپ کی وفات شام میں ۳۵۹ھ میں ہوئی۔ عمر ایک سو بیس سال کی پائی۔

حضرت شیخ ابوالحسن بن سالم بصریؒ

ابوطالب مکی کے استاد اور سہیل بن عبداللہ تستری کے مرید ہیں۔ حضرت سہیل کے مریدوں میں سب سے آخر میں آپ کی وفات ہوئی سن ۳۶۰ھ ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر مقید قدس سرہ

آپ کا نام محمد بن احمد بن ابراہیم ہے۔ جرجر آباد کے رہنے والے ہیں۔ مشائخ کبار سے ہیں۔ سید الطائفہ اور یوسف بن حسین کی زیارت کی ہے۔ حضرت ابوعثمان حیری کی صحبت میں رہے آپ کی وفات ۳۶۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ اسماعیل نیشاپوریؒ

نام اسماعیل بن نجند بن احمد اسلمی ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن سلمی کے ماں کی طرف سے جدامجد ہیں۔ ابوعثمان حیری کے دوستوں میں ہیں۔ سید الطائفہ کی زیارت کی ہے۔ حدیث کے فن میں آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ ثقات محدثین میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کی وفات ۳۶۵ھ یا ۳۶۶ھ میں واقع ہوئی۔

حضرت شیخ ابوعمرو بن نجندؒ

نام محمد بن احمد المقری ہے ابویوسف بن حسین، عبداللہ خراز رازی، منظفر کرمان شاہی دوم۔

حریری۔ اور ابن عطا کی پاک صحبتیں ملیں۔ کہتے ہیں کہ پچاس ہزار دینار آپ کو میراث میں حاصل ہوئے جو سب فقراء و مساکین پر تقسیم فرما دیے۔ وحدت و تجرید میں حج کا احرام باندھا تھا۔
آپ کی وفات ۳۶۶ھ میں ہوئی۔

شیخ ابو عبداللہ مقری رحمہ اللہ

آپ بغداد میں حافظ اور امام تھے احدیث میں آپ عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کو آپ نے دیکھا تھا۔
وفات ذی حجہ میں ۳۶۶ھ میں ہوئی۔ قبر بغداد میں ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر قطبی رحمہ اللہ

آپ کے والد کا نام محمد بن عیسیٰ نیشاپوری ہے۔ علم ظاہر و باطن کے جامع عالم تھے۔ حاکم ابو عبداللہ نے کہا کہ تقریباً بیس بائیس سال میں ان کے ساتھ رہا۔ مجھے یقین ہے کہ فرشتہ نے اس عرصہ میں ایک گناہ بھی نہیں درج کیا ہوگا۔ آپ کی وفات ۳۶۷ھ میں واقع ہوئی۔

حضرت شیخ ابو احمد قدس سرہ

آپ کا نام احمد بن عطا ہے۔ شام کے مشائخ کبار سے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حدیث لکھنا جہالت کو دور کرنا ہے۔ آپ کی وفات ۳۶۹ھ میں ہوئی۔ مزار مقام صور لبود میں ہے۔ جہاں اب پانی آجانے سے وہ مقام نامعلوم ہے۔

شیخ ابو عبداللہ رودباری رحمہ اللہ

آپ کا نام محمد بن سلیمان صعلوکی الفقیر ہے نیشاپور کے باشندے تھے۔ شریعت و طریقت دونوں میں امام وقت تھے۔ حضرت شبلی۔ مرتعش اور ابو علی ثقفی کی صحبتوں میں رہے۔ صاحب بن عباد نے کہا کہ ابو سہیل نے اپنا جیسا نہیں دیکھا، اور ہم نے بھی ان جیسا نہیں دیکھا۔ آپ کی ولادت ۲۹۰ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۳۶۹ھ میں عمر ۷۹ سال کی ہوئی۔

٭ ٭ ٭ ٭

شیخ ابوسہیل صعلوکی رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے سید الطائفہ کے ساتھ رہے۔ شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی نے فرمایا کہ میں نے ان سے نصیحت کی درخواست کی، فرمایا ایسا کام نہ کرو جس سے پشیمانی ہو۔ آپ کی وفات ۳۶۹ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابراہیم بن ثابت رح

آپ کا نام محمد بن عمر الحکیم ہے۔ آپ ترمذ کے رہنے والے ہیں لیکن بلخ میں آپ کی سکونت رہی۔ محمد بن علی حکیم ترمذی کے مرید ہیں۔ احمد حضرویہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ صاحب تصانیف ہیں، توریت، انجیل، زبور وغیرہ آسمانی کتب کے پڑھے ہوئے تھے۔ آپ کو شعر و سخن کا ذوق بھی تھا۔ چنانچہ آپ کا ایک دیوان بھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر طمع سے پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون ہے تو جواب میں بتائے گی کہ قسمت و مقدر میں شک و شبہ کرنا۔ اگر پوچھا جائے کہ تیرا پیشہ کیا ہے تو کہے گی ذلت و خواری کمانا۔ اگر پوچھیے کہ تیری انتہا کیا ہے تو کہے گی ناامیدی۔ آپ کی وفات ۳۷۰ھ کو ہوئی۔ اور قبر ترمذ میں ہے۔

شیخ ابوبکر فراز رحمہ اللہ

آپ کا نام محمد بن حمدون القرا ہے۔ نیشاپور کے اجلہ مشائخ میں سے تھے۔ ابو علی ثقفی، عبداللہ متنازل، ابوبکر شبلی۔ ابو طاہر الہروی اور مرتعش کی صحبتوں میں رہے۔ شیخ عمو نے کہا کہ اگر میری ملاقات ابوبکر فراز سے نہ ہوتی۔ میں کبھی صوفی نہ بنتا۔ آپ کی وفات ۳۷۰ھ میں واقع ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالحسین حصری رح

نام علی بن ابراہیم ہے۔ بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مذہباً حنبلی تھے۔ شیخ شبلی کے مرید تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ سورج میری اجازت کے بغیر طلوع نہیں ہوتا۔ نیز فرمایا کہ میں نے صبح سویرے خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ خدایا تو مجھ سے راضی ہے؟ میں تجھ سے راضی ہوں۔ ندا آئی اے کذاب اگر تو مجھ سے راضی ہوتا تو پھر ہماری کبھی طلب نہ کرتا۔ آپ کی وفات جمعہ کے دن ماہ ذی حجہ میں ۳۷۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالقاسم نصرآبادیؒ

آپ کا نام ابراہیم بن محمد بن حمویہ ہے۔ آپ کا مولد اور وطن نیشاپور ہے شیخ شبلی کے مرید تھے۔ علوم ظاہر و باطن کے بڑے عالم تھے۔ حدیث و فقہ میں آپ کو مستند سمجھا جاتا ہے۔ حضرت واسطی کو آپ نے دیکھا ہے۔ ابوعلی رودباری مرتعش اور ابوبکر طاہر امری سے صحبت رہی۔ آخر عمر میں مکہ معظمہ کی مجاورت اختیار کر لی۔ آپ کی وفات جیسا کہ نفحات الانس میں عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ نے لکھا ہے ۳۷۲ھ میں ہوئی امام یافعی کی کتاب محاسن الاخبار اور امام قشیری کے رسالہ کے مطابق ماہ ربیع الاول ۳۶۷ھ ہے اور یہی آخر الذکر قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر طرسوسی الحرمیؒ

نام علی بن احمد بن محمد طرسوسی ہے۔ برسوں مکہ معظمہ کی مجاورت کی خدمت انجام دی کہ آپ کو طاؤس الحرمین کہنے لگے ابوالحسین مالکی کے شاگرد ہیں۔ ابراہیم شیبان کرمانشاہی کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپ اپنی نسبت ابراہیم کرمانشاہی سے درست کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۳۴۷ھ میں ہوئی۔ مزار مکہ معظمہ میں ہے۔

حضرت شیخ عبدالواحد بن علی السیاریؒ

آپ اپنے بھانجہ ابوالعباس سیاری کے شاگرد ہیں۔ ایک دن آپ نے صوفیا کی ضیافت کی۔ سماع کا انتظام بھی تھا۔ سب سماع میں مشغول ہو گئے۔ ان میں سے ایک پر حال طاری ہو گیا اور ہوا میں اڑ گیا۔ اور پھر واپس نہیں آیا۔ آپ اپنی سرائے صوفیا کے لیے وقف کر دی تھی۔ اور خود بھی تصوف کے لیے وقف ہو گئے۔ آپ کی وفات ۳۷۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ عبداللہ برقیؒ

آپ کی اصل برق ہے جو خوارزم کے مضافات سے ہے۔ بخارا میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ علم فقہ، شعر و سخن، لغت و نحو و علم معرفت کے امام تھے۔
آپ کی وفات ۳۷۶ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ ابونصر سراج رح

نام عبداللہ بن علی طوسی ہے۔ لقب طاؤس الفقراء ہے آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ منجملہ تصنیفات کے علم تصوف میں ایک کتاب لمع مشہور ہے۔ آپ ابومحمد مرتعش کے مرید ہیں۔ حضرت سری سقطی سہیل تستری رح کی زیارت نصیب ہوئی۔ موسم سرما کی ایک رات آگ جلا رہے تھے۔ معارف و حقائق میں باتیں ہو رہی تھیں۔ آپ پر حالت طاری ہوگئی۔ آگ میں سجدہ میں گر گئے لیکن آپ کے جسم پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ فرمایا جو خدا کی بارگاہ میں اپنی عزت و آبرو کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ آگ اس کے چہرے کو کیسے جلا سکتی ہے۔

آپ کی وفات ۳۷۸ھ میں ہوئی۔ قبر طرس میں واقع ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو جنازہ میرے مزار کے سامنے رکھا جائے گا انشاء اللہ اس کی بخشش ہوگی۔ آپ کی وصیت کے مطابق اہل طرس اپنے جنازوں کو آپ کے مزار کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔

حضرت شیخ ابوقاسم رازی قدس سرہ

نام جعفر بن احمد بن محمد ہے۔ نیشاپور کے باشندے تھے۔ ابن عطا۔ محمد بن الجواری اور ابوعلی رودباری کی صحبت میں رہے۔ مشائخ رحمۃ نے کہا ہے کہ ابوالقاسم میں چار چیزیں تھیں جو دوسرے میں موجود نہیں۔ جمال۔ مال، زہد اور سخاوت درجہ کمال پر۔ آپ کی وفات ۳۷۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالقاسم المقری رح

نام جعفر بن احمد بن محمد المقری ہے۔ ابوعبداللہ مقری کے بھائی ہیں۔ خراسان کے مشائخ میں تھے۔ ابن عطا، حریری، ابوبکر بن ابی سعدان، ابوعلی رودباری اور ابوبکر ممشاد دینوری کی صحبتوں میں رہے۔ آپ کی وفات نیشاپور میں ۳۷۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوبکر کلابادی قدس سرہ

نام محمد بن ابراہیم بن یعقوب الکلاباد البخاری ہے۔ کتاب تعرف آپ ہی کی تصنیف لطیف ہے۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر کتاب تعرف نہ ہوتی تو تصوف کو کوئی نہ جانتا۔

آپ کی وفات بخارا میں روز جمعہ ۱۹ ر جمادی الاول ۳۶۳ھ کو ہوئی دوسرے قول میں ۳۸۴ھ ہیں۔

حضرت شیخ ابوالخیر حبشی قدس سرہٗ

آپ کا نام اقبال ہے۔ لقب طاؤس الحرمین ہے۔ مشہور ہے کہ جب بھی آپ روضہ مقدسہ آنحضرت ﷺ پر حاضری دیتے اور السلام علیک یا رسول الثقلین عرض کرتے۔ جواب ملتا وعلیک السلام یا طاؤس الحرمین۔ آپ غلام تھے اور حبشی الاصل۔ اپنی غلامی کے زمانہ میں بھی حق تعالیٰ کی بندگی میں مشغول رہتے۔ ان کا مالک ہمیشہ ان سے کہتا کہ مجھ سے کچھ مانگو۔ آپ کبھی کچھ طلب نہیں فرماتے تھے۔ ایک دن جب زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا۔ اگر چاہتا ہے تو خدا کے لیے مجھے آزاد کر دے۔ آقا نے کہا کہ میں نے کئی سال پہلے ہی تجھے آزاد کر دیا۔ درحقیقت تو میرا آقا اور میں تیرا غلام ہوں۔ پھر اپنے آقا سے رخصت ہو کر بغداد پہنچے۔ ساٹھ سال کامل حرمین شریفین کی مجاورت کی اور کبھی کسی سے کچھ طلب نہیں کیا۔ جب کبھی کسی سے کچھ سوال کرنے کا ارادہ کرتے ہاتف غیبی آواز دیتا کہ تم کو شرم نہیں آتی۔ جس منہ سے ہم کو سجدہ کرتے ہو ہمارے غیر کے آگے اس کو ذلیل کرتے ہو۔ شیخ عمود اور شیخ ابوالعباس آپ کی ملاقات پر فخر فرماتے تھے۔ آپ کی وفات مکہ معظمہ میں ہوئی۔ سن وفات ۳۸۳ھ ہیں۔

حضرت شیخ احمد بن ابراہیم المسوحی قدس سرہٗ

کنیت ابوعلی۔ بغداد کے متقدمین مشائخ سے تھے۔ شیخ سری سقطیؒ کی صحبت کی سعادت نصیب ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ نے صرف ایک کرتا۔ ایک چپل اور ایک چادر سامان سفر لے کر حج ادا کیا۔ بغداد سے مکہ معظمہ تک کا تمام راستہ صرف ایک سیب کو سونگھ کر طے کیا۔

آپ کی وفات شعبان کے مہینہ ۳۷۶ھ میں ہوئی۔ عمر ۸۳ سال ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالحسین بن سمعونؒ

آپ کا نام محمد ہے۔ لقب ناطق۔ بالحکمۃ اور شہرت ابن سمعون کے ساتھ ہے۔ بغداد کے مشائخ کبار سے ہیں۔ شیخ شبلی کے معاصر تھے۔ ابن سمعون نے کہا کہ جو بات ذکر الٰہی سے خالی ہو وہ لغو ہے۔ جو خاموشی فکر سے خالی ہو وہ سہو و غفلت ہے اجو نظر عبرت سے خالی ہو وہ

لہو ولعب ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ابن سمعونؒ کے مقابلہ میں نیک نہیں ہوں، کیونکہ آپ کی ولادت ۳۰۰ھ میں ہوئی اور وفات جمعہ کو ۱۵ ذی قعدہ یا ذی حجہ ۳۸۶ھ میں ہوئی۔ جس کمرہ میں آپ رہتے تھے، وہیں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ ۳۹ سال بعد لوگوں نے چاہا کہ قبرستان میں آپ کو منتقل کر دیں، دیکھا آپ کا کفن اسی طرح تازہ تھا۔

حضرت شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ

نام محمدؒ بن علی بن عطیہ الحارثی ہے۔ جائے پیدائش مکہ معظمہ ہے۔ شیخ ابوالحسن محمد بن ابی عبداللہ احمد بن سالم البصری کے مرید ہیں۔ آپ کی وفات جمادی الآخر ۳۸۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوبکر السوسی قدس سرہ

نام محمد بن ابراہیم الصوفی السوسی ہے۔ شام میں مستقل سکونت تھی۔ صاحب خوارق وکرامات تھے۔ آپ کی وفات دمشق میں ماہ ذی حجہ ۳۸۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالقاسم دینوری واعظ رح

آپ کا نام عبدالصمد بن عمرو بن اسحاق ہے۔ علم فقہ وحدیث، اور زہد وتقویٰ، مجاہدہ نفس اور صدق معاملہ میں اپنے وقت کے امام تھے۔ آپ عطاروں کی ادویہ کوٹ چھان کر اپنی روزی کماتے تھے۔ آپ کی وفات سہ شنبہ ۲۴ ذی حجہ ۳۹۳ھ میں ہوئی۔

قبر مبارک امام احمد حنبل کی قبر کے پاس ہے۔

حضرت خواجہ یحییٰ بن عمار الشیبانی رح

سمنان کے رہنے والے تھے۔ شیخ عبداللہ خفیف کو دیکھا۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری نے ایام طفولیت میں آپ کو دیکھا تھا۔ خواجہ یحییٰ نے فرمایا ہمارے بعد اور ہمارے بجائے عبداللہ بیٹھے۔ ملحدوں اور مبتدعوں کو راہِ راست دکھائی۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ علم کے نشانات وعلامات ہرات میں خواجہ یحییٰ لے کر آئے۔

آپ کی وفات ۴۲۲ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ عثمان بن ابو عمر باقلانیؒ

آپ اپنے زمانہ کے مشائخ میں تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ اپنے مکان سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ بجز نماز جمعہ کے لیے۔ کھجور کے چند درخت گھر میں تھے جو آپ کی خوراک تھے۔

آپ کی وفات ماہ رجب میں ۴۰۲ھ میں ہوئی۔ عمر ۸۴ سال ہوئی۔

حضرت شیخ ابو علی وفاق رحمہ اللہ

آپ کا نام حسن بن محمد بن وفاق ہے۔ شیخ ابو القاسم نصر آبادی کے مرید تھے۔ بہت سے مشائخ سے شرف ملاقات حاصل تھا۔ استاد ابو القاسم قشیری آپ کے داماد اور شاگرد تھے۔ ایک دن ایک بوڑھا آپ کی مجلس میں آگیا اس خیال سے کہ توکل کے سلسلہ میں کچھ دریافت کرے۔ شیخ ایک عمدہ دستار سر پر باندھتے تھے۔ اس بوڑھے کے دل میں اس دستار کی طرف طمع ہوئی۔ اس بوڑھے نے پوچھا کہ توکل کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ لوگوں کی طرف طمع نہ کرے۔ پھر آپ نے وہ دستار اس کو عطا کر دی۔ آپ کی وفات ماہ ذی قعدہ میں ۴۰۵ھ یا ۴۰۶ھ کو نیشاپور میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ

نام محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ السلمی ہے۔ آپ صاحب تفاسیر حقائق۔ اور طبقات مشائخ تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد سو تک ہے۔ شیخ ابو القاسم نصر آبادی کے مرید ہیں جو شیخ شبلی، شیخ ابو سعید ابو الخیر کے مرید تھے۔ پیر ابو الفضیل کی وفات کے بعد شیخ ابو عبد الرحمٰن کے ہاتھ سے آپ نے خرقہ ولایت پہنا تھا۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں مشائخ کے ذکر کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ فلاں طبقہ اولیٰ سے ہے اور فلاں طبقہ ثانیہ سے۔ یہ آپ کی کتاب طبقات سے لیا ہے۔ آپ کی وفات ماہ شعبان میں ۴۱۲ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ ابو سعید مالینیؒ

آپ کا نام احمد بن محمد بن اسماعیل بن حفض ہے۔ مالین کے باشندے ہیں۔ مالین ہرات کے مضافات میں ایک موضع کا نام ہے۔ آپ کا شمار بزرگوں میں ہے۔ فن حدیث

میں آپ مستند مانے جاتے تھے۔ اور اطراف عالم سے تشنگان علوم کو سیراب کرتے تھے۔ بہت سے مشائخ کی صحبت میں رہے آپ کی وفات ماہ شوال ۴۱۲ھ مصر میں واقع ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالحسین بن جہضم ہمدانیؒ

آپ کا نام علی ہے کوکنی اور جعفر خلدی کے شاگرد ہیں۔ مشائخ حرم میں تھے۔ آپ کی ایک مشہور تصنیف بہجۃ الاسرار ہے۔ جس میں غوث اعظم عبدالقادر جیلانی کے خوارق و کرامات اور احوال کا ذکر ہے۔ وفات ۴۰۴ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ ابوعبداللہ داستانیؒ

نام محمد بن علی داستانی ہے۔ لقب شیخ المشائخ ہے۔ آپ کو نسبت ارادت تین واسطوں سے شیخ عمر بسطامی تک پہنچتی ہے۔ جو حضرت سلطان بایزید بسطامی کے مرید اور بھتیجے تھے آپ شیخ ابوالحسن خرقانی کے ہمعصر اور ساتھی ہیں۔ آپ کی وفات ماہ رجب میں ۴۱۷ھ کو ہوئی۔ عمر ۵۹ سال تھی۔

حضرت شیخ عبداللہ طاقیؒ

آپ کا نام محمد بن فضیل بن الطاقی سجستانی الہروی ہے۔ موسیٰ بن عمران جیرفتی کے مرید ہیں۔ شیخ الاسلام کے متبعین اور اساتذہ میں سے ہیں۔ آپ کی وفات ۴۱۶ھ میں ہوئی۔ قبر ہرات میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابومنصور اصفہانی قدس سرہ

اپنے زمانہ کے مشائخ ہیں۔ صوفیائے عظام میں آپ کا شمار ہے وفات ماہ رمضان ۴۱۶ھ کو ہوئی۔

شیخ سالار مسعود غازی قدس سرہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ آپ سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے غازیوں

اور سرداروں میں ہیں۔ اوائل اسلام میں ہندوستان میں بہت سی فتوحات کیں۔ آپ نے درجہ شہادت حاصل کیا۔ خوارق وکرامات وفات کے بعد ظاہر ہوئیں۔ آپ کے معتقدین کا بڑا گروہ ہے۔ آپ کی شہادت ۴۲۹ھ میں ہوئی۔ قبر قصبہ بہرائچ میں ہے۔ ہر سال آپ کے عرس کی فاتحہ میں سینکڑوں لوگ دور دراز سے حاضری دیتے ہیں اور نذر و نیاز کرتے ہیں۔

حضرت شیخ ابو علی سیاہ قدس سرہ

مرو کے مشائخ کبار سے ہیں۔ شیخ ابو العباس قصاب اور احمد نصر کے ہم عصر تھے، استاد ابو علی وقاق کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابتداء میں وہ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ تیس سال کامل روزہ سے رہے اور کسی کو مطلقاً علم نہیں ہوا۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ کوئی ایسا ہے جو مخلوق کے عیوب پر آگاہ ہو؟ آپ نے فرمایا، ہاں ضرور ہے، اس نے کہا تو پھر اللہ تعالیٰ ستار العیوب (عیبوں پر پردہ ڈالنے والا) نہ ہوا۔ شیخ نے فرمایا، اپنے آپ کو مجھ سے چھپا۔ پس اسی وقت سے وہ سوجتا چلا گیا۔ کپڑے جو پہنے تھا ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور برہنہ رہ گیا۔ گریہ وزاری کرنے لگا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اپنی حالت اصلی پر واپس آگیا۔ آپ کی وفات شعبان کے مہینہ میں ۴۲۴ھ مقام مرو میں ہوئی۔

حضرت ابو اسحٰق بن شہریار گاذرونیؒ

آپ کا نام ابراہیم ہے۔ اصل وطن فارس ہے۔ تصوف میں آپ کو شیخ ابو علی حسین بن محمد فیروز آبادی الاکار سے نسبت ہے۔ ابو حسین جہضم کو دیکھا۔ حدیث میں آپ کو مستند اور ثقہ مانا جاتا ہے۔ صاحب کشف المحجوب کے ہمعصر تھے لیکن ملاقات نہیں ہوسکی۔ کسی وزیر کو شیخ سے بڑی عقیدت تھی۔۔ اس نے ہر چند چاہا۔ لیکن آپ نے اس سے کوئی چیز قبول نہیں فرمائی۔ پھر اس نے حضرت کو یہ پیغام بھیجا کہ جب آپ میری کسی چیز کو قبول نہیں فرماتے آپ کی خاطر میں نے چند غلام آزاد کیے اور ان کا ثواب آپ کو بخشش کیا۔ شیخ نے فرمایا تمہارا پیام مجھے ملا۔ تمہارے اس احسان کا میں شکرادا کرتا ہوں لیکن بندوں کو آزاد کرنا میرا مذہب نہیں۔ میرا مذہب آزادوں کو احسان و لطف وکرم سے غلام بنانا ہے۔

آپ کی وفات ذی قعدہ ۴۲۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو منصور محمد الانصاری قدس سرہٗ

آپ کے والد کا نام خواجہ عبداللہ انصاری ہے۔ شریف حمزہ عقیل کے مرید ہیں۔ ابوالمظفر ترمذی کی خدمت کی سعادت حاصل کی تھی۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شیخ احمد کوفانی نے مجھ سے کہا کہ تم نے تمام جہان کی سیر کی۔ اپنے باپ جیسا نہ پایا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ میں نے کچھ اوپر ستر سال علم کی تحصیل کی۔ اصلاح اعتقاد اور کسب علم میں بڑی بڑی صعوبتیں اٹھائیں۔ یہ سب کچھ اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔ آپ کی وفات ماہ شعبان ۵۳۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک شریف حمزہ عقیلی کے مزار کے متصل بلخ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابو سعید بن ابو الخیر قدس سرہٗ

نام فضل اللہ ہے۔ میہنہ خراسان کے رہنے والے ہیں۔ اپنے وقت کے بادشاہ، اہل طریقت کے سردار ہیں، گروہ حقیقت کے پیشوا اور امام ہیں۔ علوم ظاہر و باطن کے بڑے عالم اور اپنے ہمعصروں میں ممتاز درجہ کے مالک تھے۔ آپ کو شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی سے نسبت ارادت حاصل تھی۔ ابونصر سراج کے مرید اور وہ ابو محمد مرتعش کے اور وہ سید الطائفہ جنید بغدادی کے مرید تھے۔ پیر ابوالفضل کی وفات کے بعد شیخ عبدالرحمٰن سلمی سے خرقہ ولایت پہنا۔ بعض مشکل مسائل کو حل کرنے اور سمجھنے کے لیے ایک سال کامل شیخ ابوالعباس قصاب آملی کی خدمت کی کہتے ہیں کہ ایک رات شیخ ابوالعباس خانقاہ سے باہر آئے۔ چونکہ آپ نے فصد کرائی تھی۔ اس لیے رگ کھلی ہوئی تھی۔ شیخ ابو سعید کو معلوم ہوا۔ گوشہ عافیت سے باہر آئے اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہاتھوں کو دھلا کر باندھا۔ کپڑے اتارے، اپنے کپڑے ان کے سامنے رکھے۔ شیخ نے کپڑے زیب تن کیے، اور ابو سعید نے آپ کے کپڑوں کو دھویا اور سکھا کر شیخ کے پاس لے کر حاضر ہوئے، شیخ نے کپڑوں کو پہننے کا حکم دیا، شیخ ابو سعید نے کپڑے پہنے اور گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ صبح کو جب دوسرے اصحاب آئے تو شیخ ابوالعباس کے کپڑے شیخ ابو سعید کو اور شیخ ابو سعید کے کپڑے شیخ ابوالعباس کو پہنے دیکھ کر متعجب ہوئے۔

شیخ ابو سعید کے تصوف پر بہترین اشعار ہیں۔ منجملہ ان کے یہ رباعی ہے ؎

جسمم ہمہ اشک گشت و چشمم بگریست　　　در عشق تو بے چشم ہمہ باید زیست

از من اثری نماند این عشق از چیست — چو من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

در راہ یگانگی نہ کفرست و نہ دیں — یک گام ز خود بروں نہ در راہ بیں

اے جان جہاں تو راہ اسلام گزیں — با مار سیہ نشین و با خود منشیں

تا روے ترا بدیدم اے شمع طراز — نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

چو با تو بوم مجاز من جملہ نماز — چوں بے تو بدم نماز من جملہ نماز

یہ رباعی بھی حضرت کی فرمائی ہوئی ہے اور دفع بخار کے لیے مجرب ہے اس کو کاغذ پہ لکھ کر باندھ لیا جائے

اے در صفت ذات تو حیراں کہ و مہ — وز جملہ جہاں خدمت در کار تو بہ

علت تو ستانی و شفا ہم تو دہی — یارب تو بفضل خویش بستان و بدہ

شیخ سے پوچھا گیا کہ تصوف کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا جو کچھ راز ہے اس کو راز رکھ، اور جو کچھ ہاتھ میں ہے وہ بخشش کرو۔ اور جو کچھ تیرے اوپر آئے اس کو بخوشی برداشت کرے۔ آپ سے کہا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے، فرمایا، آسان ہے، بعض پرندے پانی کے نیچے بھی چلے جاتے ہیں۔ کسی نے آپ سے کہا کہ فلاں شخص ہوا پر اڑتا ہے، فرمایا کہ کوے اور کلھیاں بھی ہوا میں اڑتی ہیں۔ کسی نے کہا کہ فلاں شخص ایک سیکنڈ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتا ہے۔ فرمایا شیطان بیک نفس مشرق سے مغرب پہنچ جاتا ہے۔ اس قسم کی چیزوں کی کوئی قیمت نہیں۔ مرد وہ ہے کہ خلق خدا کے درمیان بیٹھے اور لین دین کے معاملات کرے۔ بیوی بچوں میں رہے۔ لوگوں سے بھی تعلق رکھے، اور پھر ایک لحظہ کے لیے بھی اپنے خدا سے غافل نہ رہے۔

آپ کی ولادت یکشنبہ ماہ محرم ۳۵۷ھ کو ہوئی۔ وفات شب جمعہ ۴ شعبان ۴۴۰ھ کو، عمر ایک ہزار مہینہ ہوئی۔ حضرت شیخ نے وصیت فرمائی کہ ان ابیات کو ہمارے جنازہ کے سامنے پڑھا جائے ؎

خوب تر اندر جہاں ازیں چہ بود کار — دوست بر دوست رفت یار بہ یار

آں ہمہ اندوہ بود ایں ہمہ شادی — واں ہمہ گفتار بود ایں ہمہ کردار

آپ کی قبر مبارک مہنہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ عمو قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو اسماعیل ہے۔ نام احمد بن محمد بن حمزہ صوفی شیخ ابو العباس نہاوندی

نے آپ کو عمو کا لقب عطا فرمایا۔ آپ نے بہت سے مشائخ کی خدمت کی ہے۔ شیخ الاسلام کی صحبت میں رہے ہیں۔ باہم درجۂ کمال کا اتحاد و اتفاق تھا۔ آپ کی وفات ماہ رجب ۴۸۱ھ کو ہوئی۔ مدت عمر ۹۲ سال ہوئی۔ قبر گاذرگاہ ہرات میں جامع مسجد کے متصل ہے۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ ماکو رحمہ اللہ

آپ کا نام علی محمد بن عبداللہ ہے۔ ابن ماکویہ کے نام سے شہرت ہے۔ ایام جوانی میں شیخ ابو عبداللہ خفیف کو دیکھا ہے۔ استاد ابو القاسم قشیری۔ شیخ ابو سعید اور شیخ ابو العباس نہاوندی سے ملاقات تھی۔ آپ کی وفات شیراز میں ۴۴۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو الحسن روزی

نام علی بن محمود بن ابراہیم ہے۔ اپنے زمانہ میں مشائخ کبار میں تھے۔ شیخ ابو الحسن حصری کے مرید ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن سلمی سے صحبت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک ہزار شیوخ سے مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ اور ہر ایک کی بابت کچھ نہ کچھ مجھے یاد ہے۔ رباط روزی آپ کی طرف منسوب ہے جو آپ نے اپنے مرشد و پیر ابو الحسن کے لیے تعمیر کرائی تھی۔

آپ کی وفات ماہ رمضان کو ہوئی۔ عمر ۸۵ سال ہوئی۔

حضرت شیخ پیر علی ہجویری قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ والد کا نام عثمان بن ابی علی الجلالی الغزنوی ہے، آپ صحو تھے چنانچہ اس سلسلہ میں فرماتے تھے کہ میرے شیخ جنیدی مذہب رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ سکر بچوں کا کھیل ہے۔ اور صحو مردوں کا کارنامہ۔ میں علی بن عثمان الجلالی اپنے شیخ کے قدم بہ قدم ہوں کہ صاحب سکر کا کمال حال صحو ہوتا ہے، اور ادنیٰ درجہ صحو کا دیدار سے محرومی ہے کیوں کہ بشریت کا حجاب غالب ہے۔ پس وہ صحو جو آفت معلوم ہو۔ وہ عین سکر سے بدرجہا بہتر ہے۔ آپ شیخ ابو الفضل بن حسن الختلی کے مرید ہیں اور وہ حصری کے مرید اور وہ شیخ شبلیؒ کے مرید ہیں۔

آپ نے شیخ ابو القاسم گرگانی، شیخ ابو سعید ابو الخیر۔ شیخ ابو القاسم قشیری وغیرہ بہت سے مشائخ کو دیکھا۔ مذہباً آپ حنفی تھے۔ غزنین کے رہنے والے۔ جلاب اور ہجویر شہر غزنین کے

دو محلوں کے نام ہیں کہ ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں آپ منتقل ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ کی قبر غزنین میں واقع ہے اور ایک مسجد بھی جو آپ نے خود تعمیر کرائی تھی۔ جس کا محراب دوسری مساجد کی نسبت جنوب کی طرف جھکا ہوا ہے۔ روایت ہے کہ اس وقت کے علماء نے اس محراب کے ٹیڑھا ہونے کی بابت اعتراض کیا تھا۔ ایک دن آپ نے سب کو جمع کیا۔ امامت فرمائی۔ اور بعد نماز سب کو خطاب کیا کہ دیکھو کعبہ کس طرف ہے۔ تمام حجابات درمیان میں اُٹھے ہوئے تھے اور کعبہ مجازی نظر آتا ھا آپ کی قبر اپنی مسجد کے موافق سمت میں ہے، والدہ ماجدہ کی قبر بھی غزنین میں ہے۔ پیر علی ہجویری کے ماموں تاج الاولیاء کے مزار کے متصل۔ آپ کا تمام خاندان زہد و تقویٰ کے لیے مشہور تھا آپ کی تصانیف بے شمار ہیں۔ کشف المحجوب زیادہ مشہور ہے اور کسی کو اس کتاب پر کوئی کلام نہیں۔ یہ تصنیف درحقیقت کامل رہنما ہے۔ کتب تصوف میں ایک مرشد کامل ہے۔ فارسی زبان میں ایسی کامل کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔

آپ کے خوارق و کرامات بے شمار ہیں۔ بارہا آپ نے تجرید و توکل پر سفر کیا ہے۔ بڑی سیر و سیاحت کے بعد دارالسلطنت لاہور میں آکر سکونت اختیار فرمالی۔ اس اطراف کے تمام باشندے آپ کے مرید اور معتقد ہیں۔ لاہور ایک نہایت متبرک اور بزرگ شہر ہے۔ اس جیسا شہر زمین پر دوسرا نہیں ہے۔ آج وہاں اولیاء صالحین علماء و فضلا کا مرکز بنا ہوا ہے۔ بہت سے مشائخ اور اولیاء کے مزارات ہیں۔ ایک مشہور روایت ہے کہ شہر لاہور کے محلہ طلاّ میں اس وباء سے قبل جو شہر لاہور میں پھیلی تھی۔ مرد و عورت چھوٹے بڑے کئی ہزار حفاظ موجود تھے اور اس محلہ میں آج بھی کافی حفاظ ہیں۔ آپ کی وفات ۴۵۶ھ یا ۴۶۵ھ کو ہوئی۔ قبر مبارک لاہور کے مغربی قلعہ میں واقع ہے۔ ہر جمعرات کو آپ کے روضہ اطہر پر ہزاروں آدمی حاضر ہوتے ہیں۔ اور مشہور ہے کہ جو شخص چالیس جمعرات یا چالیس دن کامل روضہ کا طواف کرے اس کی ہر ضرورت پوری ہوتی ہے۔ یہ عاجز بھی آپ کے روضہ اور آپ کے والدین اور ماموں تاج الاولیاء کے مزارات پر حاضری دے آیا ہے۔

حضرت شیخ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ

آپ کا نام عبدالکریم بن ہوازن قشیری ہے۔ خراسان کے مشائخ کبار میں ہیں۔ رسالہ قشیریہ اور تفسیر لطائف الاشارات آپ کی تصنیف ہیں۔ شیخ ابوعلی دقاق کے مرید اور داماد ہیں۔ شیخ

بوعلی فارندی کے استاد ہیں۔ صاحب کشف المحجوب نے کہا ہے کہ امام قشیری سے میں نے آپ کے ابتدائی حالات کی بابت سوال کیا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے اپنے مکان کے ایک سوراخ بند کرنے کے لیے ایک پتھر کی ضرورت تھی۔ جو پتھر میں اٹھاتا۔ میں ہو جاتا۔ اس کو ڈال دیتا۔ آپ کی وفات ربیع الآخر میں ۴۶۵ھ میں ہوئی۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ

آپ کی کنیت ابو اسماعیل ہے۔ آپ کے والد کا نام ابو منصور محمد الانصاری ہے۔ لقب شیخ الاسلام ہے۔ جس جگہ نفحات الانس اور اس کتاب میں صرف شیخ الاسلام مذکور ہے اس سے مراد آپ ہی ہیں۔ انصاری ابن ابی ایوب انصاری ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اجل اور رفیق راہ تھے۔ اور یہی انصاری عہد خلافت عثمان ہیں۔ احنف بن قیس کے ہمراہ خراسان آئے اور ہرات میں مستقل مقیم ہو گئے۔ شیخ الاسلام مشائخ کبار میں ہیں۔ آپ صاحب مقامات وکرامات تھے۔ اپنے زمانہ میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں نو سال کا ہوا تو میں قاضی سے املاء لکھتا تھا۔ چودہ سال کا ہوا تو مجھے مجلس میں بٹھا دیا گیا اور میں مکتبۂ ادب میں سب سے چھوٹا تھا۔ عربی میں شعر کہتا تھا۔ لوگ مجھ پر حسد کرتے تھے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ چند ہزار بیت سے زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اشعار عرب سے مجھے ایک لاکھ بیت حفظ یاد ہیں۔ نیز فرمایا کہ تین لاکھ حدیثیں یاد ہیں۔ جو ہزاروں اساتذہ سے حاصل کی ہیں۔ فرمایا کہ کسی نے میرے زمانہ میں وہ نہیں کیا جو میں نے کیا۔ اگر میں اپنے جسم پر ہاتھ رکھ دیتا۔ آپ فرماتے یہ کیا ہے۔ تو مجھے اس سلسلہ میں بھی ایک حدیث معلوم تھی۔ فرمایا تین سو آدمیوں سے میں نے حدیث لکھی ہے جو سب صاحب حدیث تھے۔ فرمایا کہ قاضی ابراہیم نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا اے خدا بندہ تیرے پاس کہاں پہنچ سکتا ہے، فرمایا اس وقت کہ کوئی مانع نہ ہو جو مجھ سے روک دے۔

آپ کی ولادت جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت ماہ شعبان میں موسم بہار میں ۳۹۶ھ میں ہوئی۔ وفات ربیع الآخر کے وسط میں ۴۸۱ھ کو۔ عمر شریف ۸۵ سال ہوئی مزار گازرگاہ ہرات میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن نجار رحمہ اللہ

آپ کا شمار مشائخ کبار میں ہے۔ آپ لکڑی کا کام کرتے تھے تھندزی میں اس طریق سے رہتے تھے کہ کوئی آپ کو پہچان نہیں سکتا تھا۔

آپ کی وفات جمعہ ۲ ذی الحجہ ۴۸۱ھ کو ہوئی۔ عمر ۴۸ سال کی ہوئی۔

حضرت شیخ ابونصر الہروی الخانجبادیؒ

آپ کا نام محمد بن احمد بن ابی جعفر ہے۔ کرمان کے باشندے ہیں۔ روایت ہے کہ آپ نے تقریباً تین سو پیروں کی خدمت کی۔ حضرت خضرؑ کے صحبت دار تھے۔ حرمین اور بیت المقدس میں مجاہدات و ریاضات کیے۔ آپ کی وفات ۴۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار خانجآباد میں ہے عمر ایک سو چھبیس سال ہوئی۔

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن محمد الغزالی الطوسیؒ

آپ کی کنیت ابوحامد ہے۔ لقب زین الدین۔ طوس کے رہنے والے ہیں۔ تصوف میں آپ کو شیخ ابو علی فارندی سے نسبت حاصل ہے۔ آپ علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ اپنے زمانہ کے جید عالم اور مجتہد تھے۔ مذہباً شافعی تھے۔ آپ صاحب تصانیف تھے۔ تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدوں میں احیاء العلوم، جواہر القرآن، کیمیائے سعادت وغیرہ آپ کی بے مثل و مشہور تصانیف ہیں۔ امام احمد غزالی کے بھائی ہیں۔ نقل ہے کہ آپ نے جب کتاب منخول تصنیف فرمائی۔ تو اپنے استاد حضرت امام الحرمین کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ امام الحرمین نے فرمایا تم نے زندہ درگور کر دیا۔ یعنی تمہارے اس تصنیف نے میری تصنیفات کو چھپا دیا۔

آپ کی ولادت ۴۵۰ھ اور وفات ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں ہوئی۔ عمر ۵۵ سال کی ہوئی۔ قبر بغداد شریف میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابوالعباس خرمیؒ

امام احمد بن جعفر ہے۔ بہشت سے مشائخ کی صحبت میں رہے۔ صاحب مقامات و کرامات

تھے جس سال آپ حج کو نہیں جا سکتے تھے۔ لوگ آپ کو عرفات میں دیکھتے تھے۔
آپ کی وفات ۵۰۰ھ میں ہوئی۔

حضرت حکیم سنائی غزنوی رح

کنیت اور نام ابو المجد مجدود بن آدم ہے۔ شعراء صوفیا میں آپ کا بڑا مرتبہ ہے خواجہ یوسف ہمدانی کے مرید ہیں۔ شیخ رضی الدین علی لالا ابنائی عم ہیں۔ جو حدیقہ حکیم سنائی میں بعض نامعقول الحاقی ابیات شامل ہیں۔ جن کے سننے سے اس عاجز کے دل میں شک پیدا ہوا۔ جس دن غزنین حاضر ہوا۔ تو سوائے حکیم سنائی کے زیارت کے سب زیارتوں پر جانے کا میرا ارادہ تھا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ میں غزنین کے مشائخ کی زیارتوں کو حاضر ہوں، اور ایک شخص مجھے بتا رہا ہے کہ یہ حکیم سنائی کا مزار ہے۔ وہاں پہنچا تو سنگ مرمر کی ایک قبر دیکھی جس پر لکھا تھا ھذا قبر حکیم سنائی اس میں شبہ ہے کہ سنائی بھی اس میں لکھا ہوا تھا یا نہیں۔ جب اس طرح خواب میں دیکھا، تو پھر میں نے سمجھا کہ یہ مجھے حکیم سنائی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ صبح کو میں حکیم سنائی کی قبر پر حاضر ہوا۔ تو وہی سنگ مرمر کی اسی طرح کی قبر تھی جیسی خواب میں دیکھی تھی۔ یقین ہوا کہ وہ چند ابیات الحاقی ہیں۔ جو مبتدعین کے مذہب کے موافق ہیں۔ آپ کی وفات ۵۲۵ھ میں ہوئی۔ یہی سنہ وفات قبر پر لکھا ہے۔

حضرت شیخ ابو عبد اللہ جوئی رح

آپ کا نام محمد بن حمویہ ہے۔ خراسان کے مشائخ کبار میں ہیں شیخ ابو الحسن بستی کے اصحاب میں ہیں۔ علوم ظاہر و باطن میں عالم تھے۔
آپ کی وفات ۵۳۰ھ میں ہوئی۔ عمر ۹۰ سال تھی۔

حضرت عین القضاۃ ہمدانی قدس سرہ

نام اور کنیت ابو الفضائل عبد اللہ بن محمد المیانجی ہے۔ لقب عین القضاۃ ہے۔ ہمدان کے رہنے والے ہیں شیخ محمد بن حمویہ اور امام احمد غزالی سے صحبت رہی۔ مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ خوارق و کرامات آپ سے بے شمار ظاہر ہوئیں، عربی فارسی تصنیفات آپ کے

فضل و کمال پر روشن دلیل ہیں آپ کی وفات ۵۳۶ھ میں ہوئی۔

حضرت حجۃ الانام شیخ الاسلام احمد جام قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو نصر ہے۔ والد کا نام ابوالحسن ہے۔ اصل وطن موضع نامق ہے۔ جو مضافات جام میں ایک موضع ہے۔ اپنے وقت کے قطب اور غوث تھے۔ اہل طریقت کے امام۔ سالکین حقیقت کے راہ نما، یکتائے روزگار تھے۔ جریر بن عبداللہ البجلی کی اولاد میں ہیں۔ جن کو حضرت عمر بن الخطابؓ "یوسف بن امت" کہا کرتے تھے۔ آپ محض اُمّی تھے۔ ۲۲ سال کی عمر میں توفیق الٰہی سے پہاڑوں پر جا کر ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ سترہ سال کے بعد چالیس سال کی عمر میں مخلوق خدا میں رہنے کا حکم ملا۔ اس عرصہ میں علم لدنی کے دروازے آپ پر کشادہ ہو گئے۔ تین سو سے زیادہ علم توحید و معرفت و حکمت میں آپ نے کتابیں تصنیف فرمائیں آج تک کسی عالم اور حکیم نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔ آپ کی تمام تر تصانیف آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے عین موافق اور مطابق ہیں۔ تصوف میں آپ کا کلام بہت بلند ہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو ۴۲ اولاد عطا فرمائیں۔ ۳۹ لڑکے اور تین لڑکیاں۔ اکبر بادشاہ جو اس فقیر کے جد امجد ہیں۔ ان کی والدہ حضرت شیخ الاسلام کی اولاد میں ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد ۱۴ لڑکے اور تین لڑکیاں باقی تھیں۔ آپ کے تمام صاحبزادے بڑے عالم ذوفاضل تھے اور صاحب تصانیف تھے۔

آپ نے ۶۲ سال کی عمر میں فرمایا کہ اب تک میرے ہاتھ پر ایک لاکھ اسی ہزار آدمیوں نے توبہ کی ہے۔ شیخ ظہیر الدین عیسیٰ نے جو آپ کے فرزندوں میں ہیں۔ اپنی کتاب رموز الحقائق میں لکھا ہے کہ آخر عمر تک میرے والد کے ہاتھ پر چھ لاکھ آدمیوں نے توبہ کی۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پاس ایک خرقہ تھا۔ جو آپ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے پہنچا تھا۔ جس کو پہن کر آپ عبادت کرتے تھے۔ آپ کو حکم ملا کہ یہ خرقہ حضرت شیخ جام کو عطا کر دیں آپ نے اپنے فرزند شیخ ابوالطاہر کو وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے چند سال کے بعد فراخ چشم بلند و بالا خط ایک نوجوان احمد نامی تمہارے پاس آئے گا۔ تم اس وقت احباب میں بیٹھے ہو گے یہ خرقہ اس کو دے دینا۔

چنانچہ شیخ ابوسعید ابوالخیر کی وفات کے بعد شیخ ابوطاہر کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے والد صاحب احباب و مخلصین کی جماعت کے ساتھ تیز تیز جاتے ہیں۔ آپ نے پوچھا اے

شیخ ایسی عجلت کیوں ہے فرمایا کہ تم بھی جلدی کرو کہ قطب الاولیاء تشریف لا رہے ہیں۔ دوسرے دن جب شیخ ابوطاہر اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے۔ ایک نوجوان اسی صفت وحلیہ کا آیا۔ شیخ ابو طاہر نے آپ کا پورا پورا احترام واکرام کیا۔ لیکن بمقتضائے بشریت آپ اس سوچ میں پڑ گئے کہ والد کا خرقہ میں اس کو کیوں کر دوں۔ شیخ جام نے فرمایا کہ اے خواجہ امانت میں خیانت کرنا مناسب نہیں ہے۔ شیخ ابوطاہر خوش ہوئے، اٹھے اور وہ خرقہ لائے، اور اپنے ہاتھ سے آپ کو خرقہ پہنایا۔ روایت ہے کہ اس خرقہ کو بائیس مشائخ نے زیب تن کیا تھا۔ آخر کار حضرت شیخ جام کو ملا۔ پھر نہیں معلوم کہ وہ کہاں گیا۔ آپ کو شیخ ابوطاہر سے شرف صحبت حاصل تھا۔ خواجہ مودود چشتی کو نسبت ارادت حضرت شیخ کے ساتھ تھی۔ حضرت شیخ سے کسی نے دریافت کیا کہ مشائخ کے مقامات کی بابت ہم نے سنا ہے اور آپ کی کتابوں میں پڑھا ہے۔ کسی سے اس قسم کے حالات جیسے آپ سے ظاہر ہوئے ہم نے نہیں دیکھے۔ آپ نے فرمایا جب ہم ریاضات ومجاہدات کرتے تھے تو جو ریاضت بھی ہم کو معلوم ہوتی کہ اولیاء اللہ نے کی۔ ہم اس ریاضت ضرور انجام دیتے بلکہ اس سے زیادہ کر کے دکھاتے حق تعالیٰ نے فضل وکرم سے جو کچھ سب اولیاء کو عطا فرمایا، وہ سب یکبارگی احمد جام کو عطا کر دیا۔

آپ کی ولادت ۴۴۱ھ میں اور وفات ۵۳۶ھ میں ہوئی۔ عمر ۹۵ سال ہوئی۔ قبر موضع خرجہ جام میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابوالعباس بن عریفؒ

آپ کا نام احمد بن محمد الصناجی اندلسی ہے۔ علوم ظاہر وباطن میں جامع تھے۔ آپ کے جب مریدوں اور معتقدوں کی تعداد زیادہ بڑھی۔ سلطان وقت کے دل میں خطرہ پیدا ہوا آپ کو اپنے پاس طلب کیا۔ جب آپ بادشاہ کی خدمت میں آرہے تھے کہ راستہ میں مراکش میں آپ کا وصال ہوگیا۔

۵۳۶ھ سن وفات ہے۔

❖ ❖ ❖

شیخ عبدالسلام بن عبدالرحمٰن بن ابی الرجال لخمی الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابوالحکیم ہے۔ علوم صوری و معنوی کی تحصیل کی اور فراغت حاصل کی۔ کتاب شرح اسماء الحسنیٰ آپ کی تصنیف ہے۔ آپ کی وفات ۵۳۶ھ میں ہوئی۔

قبر شیخ ابوالعباس کی قبر کے متصل مراکش میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابوالبیان بن محفوظ القرشی رحمۃ اللہ علیہ

ابن الحواری کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ صاحب مقامات و حالات تھے۔ علم ظاہری و باطنی میں کمال تھا۔ آپ کے مرید کافی تعداد میں ہیں۔

آپ کی وفات ۵۵۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ الشیوخ عبدالاول بن شعیب السنجری الہروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابوالوقت ہے۔ خواص و عوام میں آپ کی مقبولیت تھی۔ علوم ظاہر و باطن میں جامع تھے۔ فن حدیث میں آپ جمال الاسلام داؤدی کے شاگرد ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری کی صحبت کی سعادت نصیب ہوئی۔ خراسان سے بغداد آ گئے۔ کافی طویل عمر ملی۔ آپ کی ولادت ذی قعدہ ۴۵۸ھ میں اور وفات ذی قعدہ ۵۵۳ھ میں بغداد کی رباط فقیر میں واقع ہوئی۔ مزار شونیز میں بغداد سے ذرا فاصلہ پر شیخ رویم کے مزار کے قریب واقع ہے۔

حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت تاج العارفین ابوالوفا رحمہ اللہ

نام کاکیش ہے۔ مشائخ کبار اور اولیاء کاملین میں ہیں۔ شیخ محمد شبنکی کے مرید ہیں۔ طالبین حق کے لیے آپ کی ذات آیۃ من آیات اللہ تھی۔ آپ سے تشنگان حق کو فیض عظیم حاصل ہوا۔ شیخ علی ہیتی۔ شیخ بقائی بن بطو۔ شیخ عبدالرحمٰن طفونجی۔ شیخ مطر باالبازانی۔ شیخ ماجد کردی۔ شیخ جاگیر۔ شیخ احمد بن تقلی وغیرہ آپ کے مریدوں میں ہیں شیخ علی ہیتی اور

شیخ ماجد کردی سے روایت ہے فرمایا کہ ایک دن شیخ تاج العارفین منبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی مجلس میں تشریف لائے۔ انہیں ایام میں آپ بغداد آئے تھے۔ عنفوان شباب کا عالم تھا، شیخ تاج العارفین نے وعظ کہنا بند کر دیا، اور فرمایا اس نوجوان کو مجلس سے باہر کر دو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے وعظ شروع کر دیا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پھر تشریف لے آئے۔ حضرت تاج العارفین نے پھر باہر کرا دیا۔ غوث اعظم باہر چلے گئے لیکن تیسری مرتبہ اسی طرح اندر آ گئے۔ شیخ تاج العارفین منبر سے اترے اور آپ کو سینہ سے لگایا۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔ حاضرین مجلس سے کہا۔ آپ کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہو یہ خدا کا دوست ہے پھر فرمایا اے بغداد والو! میں نے ان کو مجلس سے باہر توہین کی وجہ سے نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس لیے کہ تم ان کے مرتبہ کو سمجھ لو۔ خدا کی عزت و جلال کی قسم ان کے سر پر میں ایسا نور دیکھتا ہوں جس کی شعاع مشرق و مغرب سے بھی آگے ہے۔ پھر فرمایا اے شیخ عبدالقادر! آج ہمارا وقت ہے اور وہ زمانہ قریب ہے کہ تم یکتائے زمانہ ہو گے۔ ہر ایک کا مرغ بانگ کرتا ہے اور پھر خاموش ہو جاتا ہے مگر تیرا خروس قیامت تک بانگ دیتا رہے گا۔ پھر آپ کے ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا اے عبدالقادر! آپ کا جب وقت ہو تو مجھے یاد کر لینا۔ پھر اپنا سجادہ، کرتا۔ تسبیح، کاسہ درویش اور عصا یہ سب حضرت کو عطا کر دیا۔ شیخ عمر بزاز کہتے ہیں کہ جو تسبیح شیخ تاج العارفین نے شیخ عبدالقادر جیلانی کو دی تھی، اس کو جب زمین پر ڈالتے تو ایک ایک دانہ بکھر جاتا اور گھومنے لگتا۔ اس پیالہ کو اگر کوئی ہاتھ لگاتا اور لینا چاہتا تو پیالہ خود اس کے ہاتھ میں پہنچ جاتا۔

آپ کی وفات پانچسو ہجری کے بعد ہوئی۔ مزار موضع قلمبنا میں ہے۔ جو بغداد کے مضافات میں واقع ہے۔ آپ کی عمر اسی سال سے متجاوز ہے۔

حضرت شیخ عدی بن مسافر الشامی الہنکاری قدس سرہ

آپ کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ شیخ حماد دباس جو غوث ثقلین کے پیر و مرشد ہیں اور شیخ عقیل منبجی کی مبارک صحبتوں میں رہنے کی سعادت نصیب تھی۔ بہت سے کرامات وخوارق آپ سے ظاہر ہوئیں۔ شام میں جب لوگ آپ کی طرف زیادہ رجوع ہونے لگے تو آپ حیلہ و تدبیر سے موصل کے علاقہ میں ایک اعتکاف خانہ بنا کر اس میں گوشہ نشین ہو گئے۔

اس اطراف کے تمام لوگ آپ کے مرید و معتقد ہو گئے۔ غوث اعظم نے فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ میں نے بغداد سے حج کا ارادہ کیا میں اس وقت نو عمر تھا اور تنہا حج کے لیے جا رہا تھا۔ شیخ عدی بن مسافر سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی نوجوان تھے، مجھ سے دریافت کیا کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا کہ مکہ جا رہا ہوں، پوچھا کسی کی رفاقت چاہتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں قدم تجرید پر سفر کر رہا ہوں۔ کہا میں بھی اسی طرح ہوں۔ پھر ہم دونوں روانہ ہوئے۔ ایک دن ہم نے دیکھا کہ ایک حبشی لونڈی سامنے آئی۔ برقعہ سر پر رکھے ہمارے آگے آکر کھڑی ہو گئی۔ اور میری طرف آنکھیں گڑا کر دیکھنے لگی۔ اور مجھ سے پوچھنے لگی اے جوان تم کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا عجم سے۔ کہنے لگی تم نے مجھے ایک فکر میں مبتلا کر دیا۔ میں نے پوچھا کیسے۔ کہا ابھی میں حبشہ کے ملک میں تھی۔ مجھے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے دل پر تجلی کی ہے اور تمہیں وہ درجہ بخشا ہے جو کسی اور کو نہیں ملا۔ اس لیے میرا دل چاہا کہ آپ سے ملاقات کروں۔ پھر کہا آج میں آپ کی خدمت میں رہوں گی۔ رات آپ کے ہمراہ افطار کروں گی۔ پھر وہ واپس چلی گئی۔ ہم نے دیکھا کہ وہ وادی کی طرف جا رہی تھی۔ اور دوسری طرف جب رات ہوئی ہوا میں سے ایک طباق اترتا ہوا معلوم ہوا جو ہمارے سامنے آکر رکھا گیا۔ جس میں چھ روٹیاں سرکہ اور پنیر موجود تھا۔ اس جاریہ نے کہا کہ شکر ہے خدا تعالیٰ نے ہماری عزت افزائی فرمائی اور ہمارے مہمانوں کی ضیافت کی۔ روزانہ دو روٹیاں آتی تھیں۔ آج ہر ایک کے لیے دو دو روٹیاں۔ تھوڑی دیر بعد تین لوٹوں میں پانی آیا۔ جو ہم سب نے پیا جو شیریں اور لذت میں دنیا کے پانی سے بہتر تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اسی رات کو وہ جاریہ ہم سے روانہ ہو گئی۔ ہم جب مکہ پہنچے، شیخ عدی کو طواف کرنے میں تجلی واقع ہوئی سب بے خود ہو کر زمین پر گر گئے۔ جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ناگاہ اس جاریہ کو شیخ عدی کے سرہانے کھڑا پایا۔ وہ کہتی ہے کہ جس نے مجھے بندہ بنا دیا اس نے تم کو آزاد کر دیا۔

کچھ دیر بعد میرے اوپر تجلی پڑی۔ اور اپنے اندر سے میں نے آواز سنی کہ اے عبدالقادر اس ظاہری تجرید کو ترک کرو اور تفرید توحید کو اختیار کرو۔ اور خلق خدا کے نفع کے لیے کسی جگہ بیٹھو۔ ہمارے پاس بندگان خدا ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے ہاتھ پر وہ بیعت کریں۔ اور اس شرف سے ہم ان کو اپنے قرب سے نوازیں۔

اس جاریہ نے کہا اے جوان معلوم نہیں آج تمہارے سر پر کیسا نشان ہے۔ نور کا خیمہ

لگا ہوا ہے۔ آسمان تیرے گرد جمع ہیں۔ تمام اولیاء اللہ کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں اور سب آپ کی طرح خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔

اس کے بعد وہ جاریہ چلی گئی، پھر وہ نظر نہ آئی۔ شیخ عدی کی وفات ۵۵۸ھ میں ہوئی قبر مبارک جبل ہنگاریہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ماجد کردی رحمہ اللہ

شیخ تاج العارفین ابوالوفا کے مرید ہیں۔ صاحب کشف و کرامات ہیں۔ آپ سے سینکڑوں بندگان خدا نے استفادہ فیض کیا۔ غوث اعظم کے معتقدین ہیں۔ ایک دن ایک شخص شیخ ماجد کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مکہ معظمہ جانے کا خیال ہے اور قدم تجرید پر ارادہ سفر ہے۔ شیخ ماجد نے اپنا کوزہ اس کو عطا فرمایا۔ اور کہا جب پیاس معلوم ہو تو اس سے میٹھا پانی پیو۔ جب بھوک لگے تو میٹھی روٹیاں اس کوزہ سے تم کو ملیں گی۔

آپ کی وفات ۵۶۱ھ کو ہوئی۔ قبر جبل حمرین میں ہے۔

حضرت شیخ سیدی احمد بن ابوالحسن الرفاعی قدس سرہ

امام موسیٰ کاظم کی اولاد امجاد سے ہیں۔ آپ کو خرقہ ولایت کی نسبت پانچ واسطوں سے شیخ شبلی تک منتہی ہوتی ہے۔ حضرت غوث اعظم رح کو آپ نے دیکھا ہے۔ حضرت عبیدہ کے زمانہ میں آپ کا قیام بطائح میں تھا۔ صاحب کشف و کرامات اور مقامات عالیہ تھے۔ مذہباً شافعی تھے۔ آپ کے بھانجے شیخ ابوالحسن علی نے فرمایا کہ میں ایک دن آپ کے خلوت کدہ کے دروازہ پر بیٹھا تھا کہ کسی کی آواز آئی۔ جب میں نے دیکھا تو ماموں کے پاس ایک ایسا آدمی بیٹھا تھا جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ تھوڑی دیر آپس میں باتیں ہوتی رہیں۔ پھر وہ شیخ کی دیوار سے روزن سے باہر آیا۔ اور بجلی کی طرح ہوا میں اڑ گیا۔ میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھا، پوچھا تم نے اس کو دیکھا، میں نے عرض کیا، جی ہاں۔ فرمایا وہ شخص وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محیط سمندر کی اس سے حفاظت کراتا ہے، اور چار آدمیوں میں سے ایک ہے۔ تین دن سے جدا ہو گیا ہے، اور راہ سے بے راہ ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت اس

کی مجبوری کا کیا سبب ہے، فرمایا جزائر محیط میں ایک جزیرہ میں مقیم تھا۔ وہاں تین دن رات مسلسل بارش ہوتی رہی، اس کے دل میں خیال گزرا کاش یہ بارش آبادی میں ہوتی فوراً ہی اپنے اس خیالی اعتراض سے توبہ کی۔ لیکن وہ مہجور کر دیا گیا میں نے پوچھا کہ آپ نے اس کو مہجور ہو جانے کی خبر کر دی۔ فرمایا نہیں۔ مجھے شرم معلوم ہوئی میں نے عرض کیا اجازت ہو تو میں اطلاع کر دوں۔ کہا کر سکتے ہو۔ عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا۔ سر گریبان میں کرو۔ میں نے ایسا کیا۔ کانوں میں آواز آئی۔ اے علی تخت لاؤ۔ میں سر پر لایا۔ میں نے اپنے آپ کو بحر محیط کے ایک جزیرہ میں دیکھا۔ حیران ہو گیا۔ اٹھا اور رنجیدہ ہو گیا۔ اس مرد کو وہاں دیکھا۔ سلام کیا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ اس نے مجھے قسم دی کہ جو کچھ وہ کہے گا میں اس کی تعمیل کروں گا۔ میں نے اقرار کر لیا۔ اس نے کہا کہ میرے خرقہ کو میری گردن میں اور مجھے زمین پر کھینچو اور آواز دو کہ یہ درجہ ہے اس آدمی کا جو خدا تعالیٰ پر اعتراض کرے۔

میں نے خرقہ گردن میں پہنا دیا۔ چاہا کہ کھینچوں۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے علی اس کو چھوڑ دو کہ آسمان کے تمام فرشتے اس کی وجہ سے آہ وزاری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا اور اس سے راضی ہو گیا ہے۔ یہ آواز سن کر میں بے خود ہو گیا۔ جب میں ہوش میں آیا اپنے کو اپنے ماموں کے پاس دیکھا۔ بخدا میں نہ سمجھ سکا کہ کس طرح وہاں پہنچا اور پھر کس طرح واپس آ گیا۔

ایک دن شیخ احمد رفاعی کی مجلس میں شیخ عبد القادر جیلانی کے مناقب بیان کیے جا رہے تھے۔ ایک شخص نے بد اعتقادی سے کہا بس کیجیے اے سید! شیخ احمد نے غضب آلود نگاہ سے اس کی طرف دیکھا وہ اسی وقت مر گیا۔ پھر فرمایا کہ کس میں طاقت ہے کہ عبد القادر جیلانی کے مناقب بیان کر سکے اور ان کے مرتبہ تک پہنچ سکے، وہ ایسے شخص ہیں کہ ایک طرف ہم اور ایک طرف دریائے شریعت، ایک طرف ہم اور دوسری طرف دریائے حقیقت جہاں چاہے غوطہ لگائے۔ اپنے بھائیوں اور مریدوں کو وصیت فرماتے کہ جب تم بغداد جاؤ۔ عبد القادر جیلانی کے پاس جانے سے کسی کو نہ روکو، ان کی خدمت میں حاضری دو۔ زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے ان سے عہد کیا ہے کہ جو بغداد آئے اور ان کی خدمت میں حاضری نہ دے، اس کے تمام مراتب و درجات سلب کر لیے جائیں۔ اور فرماتے تھے کہ وہ شخص بڑا بد قسمت ہے جس نے شیخ عبد القادر جیلانی کی زیارت نہ کی۔ آپ کی وفات پنجشنبہ ۱۲ جمادی الاول

۵۷۸ھ میں ہوئی۔ بعض روایات میں ہے کہ حالت سماع میں آپ کا وصال ہوا۔
عمر مبارک ۸۰ سال سے متجاوز تھی۔
مزار مبارک قریہ ام عبدہ مقام بطائح میں واقع ہے۔

حضرت شیخ حیوۃ بن قیس الحرانی قدس سرہ

آپ بڑے درجے کے مشائخ کبار میں تھے۔ حضرت غوث اعظم کی خدمت میں حاضری دے چکے تھے۔ شیخ ابوالحسن قریشی نے فرمایا کہ میں مشائخ کبار میں چار آدمیوں کو جانتا ہوں جو اپنی ابدی آرام گاہ قبروں میں تصرف کرتے ہیں اور خلق خدا کو فیض پہنچاتے ہیں۔ شیخ معروف کرخی۔ سید محی الدین جیلانی۔ شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیوۃ حرانی قدس اللہ اسرارہم۔
آپ کی وفات آخر جمادی الآخر ۵۸۱ھ میں ہوئی۔
قبر مبارک موضع حرانی میں واقع ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی المقبول رح

آپ کا نام یحییٰ بن حبش ہے۔ مشائین اور اشراقیین کی حکمت میں عالم متبحر تھے بعض مشائخ نے آپ کی بابت کہا ہے کہ آپ علم سیمیا جانتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کے عقیدہ میں کچھ خلل و نقص آگیا تھا۔ فلاسفہ کے عقائد پر نظر زیادہ تھی۔ آپ جب حلب پہنچے تو علماء نے آپ کے قتل کا فتوے جاری کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ قید میں بند کر دیا۔ بعض روایت میں ہے کہ ان کو سولی دے دی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کو یہ اختیار دیا گیا کہ جس طرح چاہیں اپنے قتل ہونے کے لیے طریقہ پسند کر لیں۔ آپ کو ریاضت کی عادت تھی۔ فرمایا کہ مجھے بھوک سے ہلاک کیا جائے۔ حلب کے باشندے آپ کی بابت مختلف الرائے تھے۔ بعض ان کو ملحد اور زندیق کہتے، اور بعض ان کو صاحب کرامات و درجات ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ان کی عقل پر علم کا غلبہ تھا اور عقل کو علم پر غالب رہنا چاہیے۔
آپ کی وفات ۵۸۷ھ میں ہوئی۔ عمر شریف ۳۶ یا ۳۷ سال کی ہوئی۔

❀ ❀ ❀

حضرت شیخ جاگیر قدس سرہ

آپ کردستان کے باشندے تھے۔ نواحی سامرہ آپ کا وطن تھا۔ شیخ تاج العارفین ابوالوفا نے اپنا طاقیہ (درویشوں کے پہننے کی خاص قسم کی ٹوپی) شیخ علی ہیتی کے ذریعہ ان کی خدمت میں بھیجی تھی۔ خود حاضری کی زحمت نہیں فرمائی۔ اور فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ جاگیر کو میرا مرید بنا دے۔ حق تعالیٰ نے مجھے عنایت فرما دیا حضرت غوث ثقلین سے شرف ملاقات تھا۔ آپ صاحب کرامات عالیہ تھے۔

آپ کی وفات ۵۹۰ھ کو ہوئی۔ قبر سامرہ کے اطراف میں واقع ہے۔

شیخ عبدالرحیم مغربی رح

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آبائی وطن زمین مغرب ہے۔ حسنی سادات سے تھے۔ مصر کے صاحب کرامات مشائخ میں تھے۔ ایک دن شیخ وضو فرما رہے تھے، ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ شیخ نے جس پانی سے وضو کیا ہے اس میں سے کچھ پینا چاہتا ہوں آپ نے اجازت دے دی اور اس نے اس کو پیا۔ اس شخص کے حالات و کرامات سلب ہو چکے تھے۔ وہ اس کو واپس مل گئے۔

آپ فرماتے تھے کہ شیخ عبدالقادرؒ دنیا میں اعیان واوتاد میں ہیں۔

آپ کی وفات ۵۹۲ھ کو ہوئی۔ عمر ۷۰ سال کی ہوئی۔

قبر موضع قنا میں واقع ہے۔ جو مضافات مصر میں ایک موضع ہے۔

حضرت شیخ ابو علی بن مسلم قدس سرہ

عراق کے مشائخ کبار میں ہیں۔ صاحب تاریخ یافعی نے لکھا ہے کہ آپ ابدال تھے اور ترک و تجرید بدرجہ کمال رکھتے تھے۔ ہر وقت مراقبہ میں اور روتے رہتے تھے۔

آپ کی وفات ۵۹۴ھ میں ہوئی۔

مدت عمر ۹۰ سال تھی۔

⁂

حضرت شیخ نظام گنجوی قدس سرہ

آپ کی جائے پیدائش گنجہ ہے۔ علوم ظاہر و باطن کے جامع عالم تھے۔ اخی فرخ ریحانی کے مرید تھے۔ اپنی تمام عمر قناعت و تقوے کے ساتھ عزلت نشینی میں بسر کی۔ آپ صاحب کرامات تھے۔ حکام و سلاطین کی ملاقات و حاضری سے اجتناب فرماتے تھے۔ سلاطین وقت ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو بڑا افادالکلام بنایا تھا۔ بات کرنے میں بڑی قدرت تھی۔ آپ کے اشعار معرفت و حقیقت کے بیان سے بھرے ہوئے ہیں۔ آپ کے اشعار میں سے یہ چند ابیات ہیں۔

چوں بہ عہد جوانی از بر تو — بہ در کس نہ رفتم از در تو

ہمہ را بر درم فرستادی — من نمی خواستم تو میدادی

چوں کہ بر درگہ تو گشتم پیر — زیچہ ترسید نیست دستم گیر

آپ کی وفات ۵۹۶ھ کو ہوئی۔ قبر مبارک موضع گنجہ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ عبداللہ القرشی الہاشمی رح

آپ کا نام محمد بن ابراہیم ہے۔ صاحب کرامات اور مقامات عالیہ کے حامل تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کے عالم۔ اپنے زمانہ میں کامل تصوف و اختیار کے مالک تھے۔ شیخ صباغ کی صحبت میں حاضری کی سعادت نصیب تھی۔

آپ کی وفات ۵۹۹ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابو محمد بن ابی نصر ہے۔ سراج الدین محمود بن خلیفہ کے مرید ہیں۔ شیخ ابوالنجیب سہروردی کے ساتھ صحیح بخاری کے سماع میں شریک تھے۔ آپ صاحب تصانیف تھے۔ منجملہ تصنیفات کے تفسیر عرائس ہے جس میں باریک نکات اور لطیف اشارات لکھے ہوئے ہیں۔ وجد و ذوق اور استغراق تام رکھتے تھے۔ ۵۰ سال شیراز کی جامع مسجد عتیق میں واعظ کی خدمات انجام دی۔ اور مجالس وعظ و سماع منعقد فرماتے تھے۔ نقل ہے کہ آخر عمر میں

وجد و سماع سے توبہ کرلی تھی۔

شیخ ابوالحسن کردویہ نے کہا کہ صوفیا کی کسی دعوت میں شیخ روزبہان اور میں ایک جگہ تھے اُن کے حقیقت حال سے میں واقف نہ تھا۔ میرے دل میں خیال آیا علم و حال میں، میں ان سے بہتر ہوں۔ میرے اس خطرہ کی ان کو اطلاع ہوگئی، فرمایا اے ابوالحسن دل سے اس خیال کو دور کردو، کیونکہ آج روزبہان کے درجہ کے برابر کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے زمانہ کے یکتا ہیں۔ آپ کی وفات وسط محرم ۵۶۶ھ کو واقع ہوئی۔

حضرت شیخ روزبہان بقلی رحمۃ اللہ

حضرت خضر علیہ السلام کے مصاحبوں میں تھے۔ ساٹھ سال کامل بجز نماز جمعہ یا ضیافت مہمان کے اپنے مکان سے باہر نہیں نکلے۔ ان کا مکان شیراز میں تھا۔ علم و تقویٰ میں آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ آپ کی وفات آخر محرم میں ۵۶۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو اسحاق اغرب قدس سرہ

آپ کا نام ابراہیم بن علی ہے۔ بطائح کے مشائخ کبار سے تھے۔ صاحب مقامات عالیہ تھے۔ علم ظاہر و باطن میں جامع تھے۔ شافعی المذہب تھے۔ غلبہ استغراق کی وجہ سے اکثر مراقب رہتے تھے۔ ایک سال تک آپ نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ شیر آتا تو اپنا سر آپ کے پاؤں پر ملتا تھا۔ آپ فرماتے کہ شیخ عبدالقادر ہمارے سردار، صدیقوں کے امام، عارفوں کے دوست اور سالکین راہ حقیقت کے پیشوا ہیں۔

حضرت شیخ ابوالحسن کردویہ قدس سرہ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ نام علی بن حمیدی الصعیدی ہے خوارق و کرامات آپ سے بے شمار ظاہر ہوئیں۔ آپ کے والد ماجد رنگریز تھے، اور ان کی تمنا تھی کہ اپنے لڑکے کو بھی رنگریزی کا پیشہ کرائیں۔ مگر آپ کو یہ پسند نہیں تھا۔ آپ صوفیاء کی خدمت میں آمد و رفت کرتے رہتے تھے۔ ایک دن باپ نے آکر دیکھا کہ لوگوں کے کپڑے یوں ہی رکھے ہیں رنگے نہیں گئے۔ ناراض ہوئے دکان میں طرح طرح کے رنگوں کے بہت سے گڑھے بنے ہوئے تھے، باپ کی ناراضگی دیکھی تو تمام

کپڑے ایک گڑھے میں ڈال دیے۔ باپ اور زیادہ ناراض ہوئے۔ اور فرمایا کہ تم نے لوگوں کے کپڑوں کو ضائع کر دیا۔ ہر کپڑے کو جداگانہ رنگ میں رنگنا تھا۔ تم نے سب کو ایک ہی رنگ میں ڈبو دیا۔ شیخ ابو الحسن نے اپنا ہاتھ اس گڑھے میں ڈال کر سب کپڑے باہر نکال دیے۔ ہر کپڑا اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا جس میں مالک نے رنگنے کا حکم دیا تھا۔ باپ نے جب یہ مشاہدہ کیا تو ان کو راہِ تصوف کے لیے آزاد کر دیا۔ اور رنگریزی سے معذور رکھا۔

آپ کی وفات ۱۵ شعبان ۶۱۲ھ کو ہوئی۔ قبر مضافات مصر کے ایک دیہات میں ہے۔

حضرت شیخ ابن صباغ رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ صاحب اسرار و معارف و کرامات تھے، اپنے زمانہ میں مشاہیر مشائخ میں تھے۔ حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی کی خدمت میں رہ چکے تھے اور بہت سے فیض و برکات حاصل کیے تھے۔ شیخ علی ہیتی کے مرید تھے۔ اور وہ تاج العارفین ابو الوفا کے مرید ہیں اور وہ شیخ ابو محمد شنبکی کے اور وہ شیخ ابو بکر بطائحی قدس اللہ اسرارہم کے مرید جو خرقہ صدیق اکبرؓ نے حقیقتاً شیخ ابو بکر بطائحی کو دیا تھا اور شیخ علی بن ہیتی کے ذریعہ آپ کو پہنچا اور آپ سے غائب ہو گیا۔

آپ کی وفات آخر ذی قعدہ ۶۱۹ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک رباط یعقوبی میں واقع ہے۔

حضرت شیخ یونس بن یوسف شیبانیؒ

طائفہ یونسیہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ صاحب کرامات و مقامات عالیہ تھے۔

آپ کی وفات ۶۱۹ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ علی بن ادریس یعقوبی رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ نام علی۔ صاحب معارف و احوال تھے۔ آپ کا مقام مشائخ کبار میں بلند تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اولیائے کرام میں سے چار ایسے اولیاء کو میں جانتا ہوں جو اپنی قبروں میں تصرفات کرتے ہیں۔ شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی۔ شیخ معروف کرخی، شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیواۃ بن قیس خراسانی، یہی مقدمہ شیخ حیواۃ کے تذکرہ میں

بھی لکھا جا چکا ہے۔

آپ کی وفات ۶۲۱ھ کو واقع ہوئی۔

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ

آپ کا اصل مسکن قریہ کوکن ہے جو نیشا پور کے مضافات میں ایک دیہات ہے۔ ۸۵ سال کامل نیشا پور میں رہے۔ شیخ مجد الدین بغدادی کے آپ مرید ہیں۔ ابتداء میں شیخ رکن الدین آکاف کے ہاتھ پر توبہ کی، اکابر مشائخ میں سے بہت سے مشائخ کی صحبتوں میں رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ اویسی ہیں۔ صاحب وجد و سماع صوفیائے کرام میں تھے۔ مولانا جلال الدین رومی نے فرمایا کہ منصور کے نور نے ڈیڑھ سو سال بعد فرید الدین عطار کی روح پر فتوح پر تجلی کی اور ان کے مربی ہوئے۔ مولانا عبد الرحمٰن جامی نے فرمایا ہے کہ فرید الدین عطار کی مثنویات و غزلیات میں اسرار و توحید کے جو معارف و حقائق ملتے ہیں۔ اس گروہ کے کسی شخص کے کلام میں نہیں ملتے۔ کتاب تذکرۃ الاولیاء۔ الٰہی نامہ، دبیر نامہ۔ منطق الطیر آپ کی تصنیفات میں سے ہیں۔

آپ کی ولادت ماہ شعبان ۵۱۳ھ کو اور وفات ۶۳۴ھ کو ہوئی۔ ایک سو اکیس سال کی عمر میں کفار و مشرکین کے ہاتھوں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

حضرت شیخ بن فارض المصری رح

آپ کی کنیت ابو حفص ہے۔ لقب شرف الدین۔ نام عمر بن فارض الحموی ہیں۔ آپ کی ولادت اور سکونت مصر میں ہوئی۔ قبیلہ بن سعد سے ہیں۔ قصیدہ ناسیہ فارضیہ آپ ہی کا لکھا ہوا ہے۔ آپ نے جب یہ قصیدہ پورا کیا۔ رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے دریافت کیا کہ تم نے اپنا قصیدہ پورا کر کے کیا نام رکھا۔ فرمایا لوروایح الجنان و روائح الجنان، ارشاد فرمایا نظم السلوک نام رکھو۔ آپ نے آنحضرت کے فرمان کے مطابق یہی نام رکھا۔ آپ کی وفات ۲ جمادی الاول ۶۳۶ھ کو واقع ہوئی۔

حضرت شیخ اوحد الدین الکرمانی قدس سرہ

شیخ رکن الدین سنجاسی کے مرید ہیں۔ اور وہ شیخ قطب الدین ابہری کے اور وہ شیخ

ابو النجیب عبد القادر سہروردی قدس اللہ اسرارہم کے مرید۔ شیخ محی الدین عربی کی صحبت میں رہے ہیں۔ روایت ہے کہ آپ کو جمال ظاہری کی طرف بہت میلان تھا۔ شیخ شمس الدین تبریزیؒ نے آپ سے پوچھا کیا کر رہے ہو۔ فرمایا چاند کو پانی کے طشت میں دیکھتا ہوں۔ فرمایا اگر تمہارے پاس چراغ نہیں ہے تو آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے۔ مولانا رومی کے سامنے آپ نے فرمایا تھا کہ شیخ اوحد الدین عاشق مزاج ہے۔ لیکن پاکباز اور پاک دامن ہے۔ آپ کی وفات ۶۳۵ھ کو ہوئی۔

حضرت مولانا شمس الدین تبریزیؒ

نام محمد بن علی بن ملک داد ہے۔ فرمایا بلوغ سے قبل میں ابھی مکتب میں تھا۔ میری حالت یہ تھی کہ سیرۃ محمدی کے عشق میں چالیس چالیس دن تک مجھے کھانے کی خواہش نہیں ہوئی تھی۔ اگر کوئی کھانے کے لیے کہتا تو میں سر اور ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیتا۔ آپ شیخ ابوبکر سلمہ باف تبریزی کے مرید ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بابا کمال خجندی کے مرید ہیں اور بعض شیخ رکن الدین سنجاسی کا مرید بتاتے ہیں۔

مولانا عبد الرحمٰن جامی نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ آپ کو سب کی صحبت اور خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور سب سے اکتساب فیض اور تربیت حاصل کی ہو۔ مولانا روم کو آپ کے ساتھ کمال تعلق اور انتہائی خلوص تھا۔ ہمیشہ آپ کی صحبت میں حاضر رہتے تھے۔ آپ کے اشعار میں ہر جگہ آپ کی تعریف موجود ہے۔ اور رات دن جلوت و خلوت اور صوم وصال کی حالت میں اکثر صحبت میں حاضر رہتے تھے۔ آپ کی وفات ۶۴۵ھ کو ہوئی۔

شیخ ابو الغیث جمیل یمنی قدس سرہ

آپ مشائخ کبار اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ ابتدائی زمانہ میں آپ کی صحبت ڈاکوؤں میں رہتی تھی اور خود بھی اس میں حصہ لیتے تھے۔ ایک دن کمین گاہ میں بیٹھے ایک قافلہ کا انتظار کر رہے تھے۔ ہاتف نے آواز دی اے وہ شخص جو قافلہ پر نظر کیے بیٹھا ہے اور کوئی تیرے اوپر نظر کیے ہوئے ہے۔ یہ سن کر اس پیشہ سے تائب ہو گئے۔ شیخ ابن الافلح یمنی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرتبہ ولایت تک پہنچے۔ پھر شیخ کبیر علی ابدال کی خدمت میں جا کر صحبت میں رہنے کی اجازت چاہی۔ شیخ نے قبول فرمایا۔

ایک دن لکڑیاں کاٹنے کے لیے جنگل جا رہے تھے۔ گدھا ساتھ لیتے گئے۔ آپ لکڑیاں جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ایک شیر نے اس گدھے کو پھاڑ ڈالا جب لکڑیاں لے کر گدھے پر لادنے آئے دیکھا کہ شیر نے گدھے کو مار ڈالا ہے۔ آپ نے شیر کو خطاب کر کے کہا کہ بتا میں اپنی لکڑیاں کس پر لادوں قسم خدا کی میں ان لکڑیوں کو تیری پشت پر لادوں گا۔ چنانچہ لکڑیاں شیر کی پشت پر لادیں اور شیر کو ہانکتے ہوئے شہر تک لے آئے۔ پھر آپ نے شیر سے کہا اب تیرا جہاں دل چاہے چلا جا۔ آپ کی وفات ۵۶۱ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ

آپ کا نام علی بن عبد اللہ ہے۔ مغرب کے رہنے والے ہیں۔ حسینی سادات سے ہیں اسکندریہ میں سکونت اختیار کی۔ وہاں آپ کی صحبت میں سینکڑوں آدمی حاضری دیتے۔ آپ اولیاء عظام اور مشائخ کبار سے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک مرتبہ اسّی دن میں بھوکا رہا۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ مجھے اس سے کچھ فائدہ نہیں حاصل ہوا۔ دفعتاً ایک عورت نظر آئی جو ایک غار سے باہر نکلی۔ ایسی خوبصورت جیسا آفتاب۔ کہنے لگی ایک منحوس صرف اَسّی دن بھوکا رہا اپنے علم پر خدا کے سامنے ناز کرنے لگا۔ مجھے چھ ماہ گزر گئے اور میں نے ذرا سا کھانا بھی نہیں چکھا کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلا وہ شخص جس نے قہوہ کھایا۔ وہ آپ تھے ۶۵۶ھ یا ۶۵۴ھ کو مکہ کے راستے میں اس جنگل میں جہاں شور پانی ہوتا ہے آپ کی وفات ہوئی۔ جب آپ کو وہاں دفن کیا آپ کی برکت سے وہاں کا کھارا پانی شیریں ہو گیا۔

حضرت شیخ علی الخبار قدس سرہ

عراق کے مشائخ کبار میں ہیں۔ صاحب مقامات و درجات تھے۔ آپ کی شہادت ۶۵۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ عبد اللہ بلیانی قدس سرہ

آپ کا لقب اوحد الدین ہے۔ آپ سرداروں کے سردار اور پیشوا تھے۔ والد کا نام ضیاء الدین مسعود بن محمد بن علی بن احمد بن عمر بن اسماعیل بن شیخ ابو علی دقاق ہے۔ شیخ عبد اللہ بلیانی کو خرقہ ولایت اپنے والد سے ملا۔ جو چار واسطوں سے شیخ ابوالنجیب سہروردی سے ملا۔ زاہد الدین

ہمدانی کی صحبت ملی۔ اور ان سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کے والد نے فرمایا کہ میں نے خدا تعالیٰ سے جو کچھ مانگا عبد اللہ کو ملا۔ اور جو کچھ میرے اوپر کھڑکی کے دریچے کے مقدار عطا کیا، عبد اللہ پر اس کا دروازہ کھول دیا۔ شیخ عبد اللہ صاحب کرامات اور موحد بزرگ تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں ایک آہ میں منصور جیسے ہزاروں بزرگ پیدا کر سکتا ہوں۔ فرمایا جو درویش نماز، روزہ، شب بیداری وغیرہ جو اسباب بندگی ہیں ان سے تعلق نہ رکھے۔ وہ درویش نہیں، درویشی کو بدنام کرتا ہے۔ اگر یہ چیزیں حاصل ہیں تو پھر واصل الی اللہ ہے۔ یہ رباعی آپ ہی کے اشعار میں سے ہے ؎

رباعی

ناحق بدو چشم سر نہ بینم مردم | از پائے طلب ہمی نشینم مردم
گویند خدا بہ چشم سر نتواں دید | آں ایشانند من چنینم مردم

آپ کی وفات ۱۰ محرم ۶۸۶ھ کو واقع ہوئی۔

حضرت شیخ لیس المغربی السود قدس سرہٗ

آپ نے حجامت کا پیشہ اختیار کر کے اپنے حال کو پوشیدہ کر لیا تھا۔ آپ اہل کرامت ولایت میں سے تھے۔ امام محی الدین نوری آپ کے مریدوں اور معتقدوں میں ہیں۔ آپ کی صحبت اور خدمت کو باعث برکت سمجھتے تھے۔ آپ کی وفات ماہ ربیع الاول ۶۷۷ھ کو ہوئی۔ عمر اسی سال کی پائی۔

حضرت شیخ عفیف الدین تلمسانی رحمہ اللہ

آپ کا نام سلیمان بن علی ہے۔ بعض فقہاء نے آپ کو زندقہ اور الحاد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن صوفیاء کی نظر میں آپ کا درجہ بلند تھا۔ مولانا عبد الرحمن جامی نے فرمایا کہ جس کو اس گروہ اولیاء کے مشرب کی ادنیٰ چاشنی بھی حاصل ہو، وہ سمجھتا ہے کہ اس کا کلام شرح منازل السائرین میں (جو شیخ الاسلام کی تصنیف ہے) کتنے معارف و حقائق کے علمی فوائد پر مبنی ہے کہتے ہیں کہ آپ مجلس سماع میں حاضر ہوتے تھے اور سماع سے بڑا شغف تھا اور خود بھی مجلس سماع کراتے تھے۔ آپ کی وفات ۶۹۰ھ کو واقع ہوئی۔

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ

آپ کا لقب مشرف الدین۔ نام مصلح الدین بن عبد اللہ ہے تخلص سعدی تھا۔ علم ظاہر و باطن

نظم ونثر میں جامع تھے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کے بقعہ شریفہ کے مجاور تھے۔ آپ بارہا حرمین شریفین کی زیارت کو پیدل تشریف لے گئے اور بہت سے ممالک کی سیر کی ہے۔ ہندوستان پہنچ کر سومنات بت کو توڑا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی اور دوسرے اکابر مشائخ کی صحبت میں رہے۔ بیت المقدس اور شام کے شہروں میں مدتوں پانی پلانے کی خدمت انجام دی۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ سید سے کچھ بحث ہو گئی ان بزرگ نے رات کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ناراض ہو رہے ہیں۔ صبح اٹھ کر شیخ سعدی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی چاہی آپ کی تصانیف بہت مشہور ہیں اور سب مقبول ہیں۔ آپ کے اشعار میں سے یہ غزل بھی ہے ؎

من ندانستم از اول کہ تو بے مہر و وفائی	عہد نابستن از ان بہ کہ بہ بندی و نپائی
گفتہ بودم چو بیائی غم دل باتو بگویم	چہ بگویم کہ غم از دل برود چوں تو بیائی
داستان عیب کنندم کہ چرا دل بتو دادم	باتو اول بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی
شمع را باید ازیں خانہ بروہ بردن وکشتن	تاکہ ہمسایہ نداند کہ تو در خانہ مائی

آپ کی وفات شب جمعہ کو ماہ شوال میں ۶۹۱ھ کو ہوئی۔ قبر شہر شیراز کے باہر ہے۔

حضرت شیخ حسن بلغاری قدس اللہ سرہ

آبائی وطن نخجوان ہے۔ صاحب جذب اور مقامات عالیہ تھے۔ نسبت ارادت دو واسطہ سے شیخ ابوالنجیب سہروردی تک پہنچتی ہے۔ تیس سال کی عمر میں تائب ہو کر نیکوں میں شامل ہو گئے اور اس درجہ پر پہنچے کہ اطراف وجوانب میں سینکڑوں کو فیضیاب کیا۔ آپ کی وفات ۶۹۸ھ میں ہوئی۔ عمر ۹۳ سال کی ہوئی۔ قبر تبریز میں مقام سرخاب میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابو محمد مرجانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام عبداللہ بن محمد ہے۔ اصلی وطن زمین مغرب میں مقام مرجان ہے۔ علوم الٰہی اور انوار ربانی کے دروازے آپ پر کشادہ تھے اور مشائخ کبار میں شمار کیے جاتے تھے آپ کی وفات تونس میں ۶۹۹ھ میں ہوئی۔

حضرت ابن مطرف اندلسی رحمہ اللہ

ابوعبداللہ کنیت ہے۔ مکہ معظمہ کی مجاوری کی خدمت کرتے تھے رات دن ۵۰ ہفتہ کامل

طواف کرتے تھے، آپ کی وفات ماہ رمضان میں ۷۰۰ھ کو ہوئی۔ عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔ اس وقت کا بادشاہ آپ سے کمال خلوص و عقیدت رکھتا تھا اور حاضری کو اپنی سعادت مندی اور خوش نصیبی سمجھتا تھا، آپ کے جنازہ میں شریک تھا۔ آپ کے جنازہ کو تبرکاً اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے تھا۔

حضرت شیخ شمس الدّین قدس سرہٗ

نام محمد بن احمد وناتی صوفی ہے۔ حنبلی مذہب پر تھے۔ آپ کی وفات ۷۱۱ھ میں واقع ہوئی۔

حضرت شیخ عماد الدّین رحمۃ اللہ علیہ

نام احمد بن شیخ الحرامیہ ابراہیم بن عبدالرحمٰن ہے۔ واسط کے رہنے والے ہیں۔ علم تصوف پر آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ وفات ۷۱۱ھ کو ہوئی۔ عمر ۵۸ سال کی ہوئی۔

حضرت شیخ سلمان ترکمانی قدس اللہ سرہ

آپ کی سکونت دمشق میں تھی۔ کم گفتار اور گوشہ نشین تھے۔ شب بیدار اور عابد تھے علماء آپ کا بڑا احترام کرتے تھے اور نیاز مندی کے ساتھ حاضر ہوتے تھے۔ اگرچہ رمضان میں کچھ کھاتے پیتے تھے۔ اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ لیکن غیب کی باتوں پر آپ کو بڑا انکشاف تھا اپنے کو چھپاتے تھے اور اپنا حال کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۷۱۴ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ نجم الدّین قدس سرہ

آپ کا نام عبداللہ بن احمد بن محمد الاصفہانی ہے۔ صاحب مقامات اور درجات عالیہ کے حامل تھے۔ شیخ ابوالعباس المرسی الشاذلی کے شاگرد تھے۔ برسوں مکہ کی خدمت مجاوری کرتے رہے۔ آپ کی وفات مکہ معظمہ میں جمادی الآخر ۷۲۱ھ کو ہوئی۔ آپ کی عمر ۷۸ سال کی ہوئی۔

حضرت شیخ اوحدی اصفہانی قدس سرہٗ

کہتے ہیں کہ آپ شیخ اوحدالدین کرمانی کے اصحاب و احباب میں ہے۔ جام آپ کی طرف ہی منسوب ہے۔ آپ کا تمام کلام تصوف و معرفت میں ہے ـــ

اوحدی شصت سال سختی دید   تا شبے روئے نیک بختی دید

آپ کی وفات ۷۳۷ھ میں ہوئی۔ قبر تبریز میں مقام مراغہ میں واقع ہے۔

حضرت مولانا محمود زاہد مرغانی قدس سرہٗ

آپ کا لقب جلال الدین ہے۔ علوم ظاہر میں مولانا نظام الدین ہروی کے شاگرد ہیں۔ شریعت وسنت کے سختی سے پابند تھے، اور اس اتباع کی بدولت آپ بہت بلند درجہ پر فائز تھے زہد وتقویٰ ان کا شعار تھا۔ آپ کی وفات ماہ ذی الحجہ میں ۷۷۸ھ میں ہوئی۔ قبر مرغاب ہرات میں ہے۔

حضرت مولانا زاہد مرغانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد کا نام شیخ علی بن شیخ ابوبکر بن شیخ احمد بن شیخ محمد شاہ بن شیخ محمود بن شیخ سہیل تایبادی ہے۔ تایباد مضافات جام میں ایک موضع کا نام ہے۔ علوم ظاہر میں مولانا نظام الدین ہروی کے تلمیذ رشید تھے، شریعت وسنت کے پابند تھے۔ آداب شرع کا بہت لحاظ کرتے تھے۔ اس اتباع کی برکت سے علوم باطنی کے دروازے آپ پر کشادہ ہو گئے تھے کرامات وخوارق آپ سے بہت ظاہر ہوئیں۔ آپ اویسی تھے شیخ احمد جام کی روحانیت سے پیوستہ تھے۔ حضرت کے روضہ مبارک کی زیارت کرتے تھے اسات سال کی مدت میں تایباد سے روضہ مبارک تک پا پیادہ قرآن پڑھتے ہوئے جاتے تھے۔ حضرت شیخ کی روحانیت کی برکت سے اعلیٰ مقامات پر فائز تھے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ سرہ جب آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے، مولانا پوچھتے کیا نام ہے۔ خواجہ کہتے تھے کہ بہاؤالدین نقشبند آپ فرماتے ہمارے لیے کوئی نقش باندھ دو۔ خواجہ فرماتے ہم نقش لینے حاضر ہوئے ہیں۔ دو دن باہم صحبت میں رہتے۔ غرضیکہ خواجہ بہاءالدین کو آپ سے کمال اخلاص و عقیدت حاصل تھا۔ آپ کی وفات پنجشنبہ کو آخر محرم ۷۹۱ھ میں ہوئی۔ قبر موضع تایباد میں ہے۔

حضرت خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد ہے۔ لقب شمس الدین حضرت مولانا عبدالرحمن جامی نے فرمایا کہ اس کے باوجود کہ یہ نہیں معلوم کہ ظاہر میں آپ نے کسی پیرو مرشد کے ہاتھ پر بیعت کی ہے لیکن آپ کو

لسان الغیب کہتے تھے حقائق و معارف کے آثار آپ کے دیوان میں بھرے ہوئے ہیں۔ عبد القادر بدایونی کے تذکرہ میں شیخ نظام الدین کی روایت سے نقل ہے کہ خواجہ حافظ شیرازی۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے مرید تھے۔ آپ کے دیوان سے جو بھی فال نکالی جاتی ہے۔ وہ اکثر بالکل صحیح نکلتی ہے۔

جب جہانگیر بادشاہ شاہزادگی کے زمانہ میں اپنے والد سے ناراض ہو کر الہ آباد چلا گیا تھا۔ اور والد کی خدمت میں جانے میں متردد تھا۔ دیوانِ حافظ میں فال نکالی جو فال نکلی اس میں مندرجہ ذیل اشعار نکلے ؎

چرا نہ در پے عزم دیار خود باشم	چرا نہ خاک رہ کوئے یار خود باشم
غم غریبی و غربت چو بر نمی تابم	بشہر خود روم و شہریار خود باشم
ز محرمان سراپردۂ وصال شوم	ز بندگان خداوندگار خود باشم
چو کار عمر نہ پیداست بارے آن اول	کہ روز واقعہ پیش نگار خود باشم
بود کہ لطف ازل رہنموں شود حافظ	وگرنہ تا بابد شرمسار خود باشم

اس فال کا جواب آتے ہی بغیر تاخیر کے جہانگیر گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اور والد کی خدمت میں جا کر قدمبوسی حاصل کی۔ چھ ماہ بعد اکبر بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور جہانگیر بادشاہ ہوا۔ اس عاجز نے حضرت جہانگیر کے قلم کا لکھا ہوا یہ واقعہ دیوان حافظ کے حاشیہ پر خود دیکھا ہے۔

آپ کی وفات ۷۹۲ھ کو ہوئی۔ مزار شیراز میں ہے۔

حضرت مولانا ظہیر الدین خلوتی قدس سرہ

علوم ظاہر و باطن کے جامع اور کامل تھے۔ مولانا زین الدین ابوبکر تایبادی نے فرمایا کہ اس وقت ظہیر الدین کی مثل میری نظر میں آسمان کے نیچے دوسرا نہیں ہے۔ آپ شیخ سیف الدین خلوتی کے مرید ہیں۔ شیخ سیف الدین کی وفات ۷۸۳ھ کو ہوئی۔ قبر مبارک مزار خلوتیاں میں سرمل گازرگاہ پر ہے۔ مولانا ظہیر الدین کی وفات ۸۰۰ھ کو ہوئی۔ اپنے پیر و مرشد شیخ سیف الدین کے جوار میں آسودہ ہیں۔

حضرت شیخ کمال خجندی قدس سرہ

آپ بہت بزرگ اور صاحب کمال تھے۔ شعر و شاعری کے بھیس میں اپنے کو پوشیدہ رکھتے

تھے۔ آپ کا ترک و تجرید کامل درجہ کا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ تبریز میں میرا ایک گوشۂ تنہائی تھا جس میں خاموشی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کو جب لوگوں نے اس گوشہ کو جا کر دیکھا تو بیٹھنے کے لیے ایک بوریا اور تکیہ کے لیے ایک پتھر کے سوا وہاں کچھ موجود نہ تھا۔

آپ کی وفات ۸۰۳ھ کو ہوئی۔ قبر تبریز میں بنی ہوئی ہے۔ آپ کے مزار کی لوح پہ یہ شعر نقش ہے ؎

کمال از کعبہ رفتی بر درِ یار
ہزارت آفریں مردانہ رفتی

حضرت مولانا محمد شیریں رحمۃ اللہ

آپ کا تخلص مغربی ہے۔ شیخ اسماعیل سسی کے مرید ہیں۔ شیخ اسماعیل شیخ نور الدین عبدالرحمن اسفرائنی کے اصحاب میں سے ہیں۔ شیخ کمال خجندی کے ہمعصروں اور مصاحبوں میں سے تھے۔ آپ کی وفات ۸۰۹ھ کو ہوئی۔ عمر ساٹھ سال کی پائی۔ مندرجہ ذیل غزل آپ ہی کی کہی ہوئی ہے۔

از جنبش بحر قدم برخاست موج بے عدد — وز موج دریائے ازل برگشت صحرائے ابد

وز موج بحر بیکراں صحرا و دریا شد عیاں — صحرا الیقین دریا شود چوں باید از دریا مدد

اندر جہانِ بے عدد واحد احد نبود ولے — در خطہ ملک صمد احمد بود عین احد

لیکن جہان جسم و جاں گرچہ شد از دریا عیاں — بر روئے بحرِ بیکراں باشد چو در دریا مد

اندر سرائے لم یزل باشد ابد عین ازل — سر ور ہم آرد دائرہ از پیش برخیزد عدد

اندر یکے صد میں نہاں در صد یکے را بیں عیاں — از صد یکے گفتم بداں صد را از یک یک از احد

من بر مثال ہا ہم افتادہ از دریا بروں — باشد کہ موجے در رسد باز م بدریا در کشند

وقت ست کاں خورشید ہا واں ماہ ماہ تا ہید — از برج دل طالع شود از اندروں سر بر زند

آں آفتاب مشرقی پیدا شود در مغربی
گر مغربی را آئینہ پنہاں نباشد در نمد

حضرت شاہ قاسم انوار قدس سرہٗ

آپ کا خاندان آذربائیجان کا تھا۔ آپ کی جائے تربیت اور جائے پیدائش تبریز ہے۔

اوائل عمر میں نسبت ارادت شیخ صدر الدین اردبیلی سے تھی۔ اس کے بعد صدر الدین علی یمنی سے صحبت رہی جو اوحد الدین کرمانی کے مریدوں میں تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے ملاقات کی اور ان کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپ کے اشعار حقائق و معارف پر مشتمل ہیں۔ آپ کے مریدوں کے بارے میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی نے فرمایا ہے کہ "میں نے بعض مریدوں سے ملاقات کی اور بعض کے احوال سنے، اکثر کو اسلام کے دائرہ سے باہر پایا بلکہ شرع و سنت کے ساتھ بے پرواہی اور بے توجہی کرتے پایا۔

آپ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ جب فتوح و نذر و نیاز زیادہ حاصل ہوئیں وہ سب لنگر اور مریدوں اور درویشوں کے مصارف میں صرف کر دیا اور اصحاب نفس و ہوا کو وہاں اپنا مقصد حاصل ہوا تو بے خوف اور بے باک قسم کے لوگوں نے اپنے کو مریدوں کے زمرہ میں داخل کر لیا ہو۔ اور وہ حضرت خود اس قسم کی چیزوں سے بے خبر اور پاک و صاف ہوں حضرت شاہ مدار کے مریدوں کا بھی ہندوستان میں یہی حال تھا۔ ان کے مرید بھی اکثر بے باک اور آزاد تھے۔ آپ کی وفات ۸۳۷ھ کو ہوئی۔ قبر مبارک خرجرد جام میں واقع ہے۔

شیخ زین الدین خوافی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔ علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ اوّل سے آخر تک اتباع شریعت و سنت پر مضبوطی سے قائم رہے۔ مولانا عبد الرحمٰن جامی نے فرمایا کہ اتباع سنت اس گروہ کے نزدیک سب سے بڑی کرامت ہے۔ شیخ زین الدین خوافی۔ شیخ نور الدین عبد الرحمٰن قریشی مصری کے مرید ہیں۔ اور وہ شیخ سیف کورانی کے، اور وہ شیخ تاج الدین حسن شمشیری کے اور وہ شیخ محمود اصفہانی کے اور وہ شیخ عبد الصمد فطری کے اور وہ شیخ علی برغش کے اور وہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید۔

کہتے ہیں کہ آخر زندگی میں آپ کو ایسا عمل آ تھ آ گیا کہ رات دن بالکل اپنے سے غائب رہتے اور جب اس غیبت سے ہوش میں آتے تو ایک سال تک خاموش رہتے، بہت کم بات کرتے تھے۔ آپ کی وفات شب یکشنبہ ۲ شوال ۸۳۸ھ کو ہوئی۔ وفات کے بعد تین جگہ آپ کا لاشہ منتقل کیا گیا۔ فی الحال عید گاہ کے متصل ہرات میں ہے جس پر بلند عمارت بنی ہوئی ہے۔

٭ ٭ ٭

حضرت سیّد بدیع الدین قدس سرہ

آپ کا لقب شاہ مدار ہے۔ شیخ محمد طیفور شامی کے مرید ہیں۔ آپ کی نسبت ارادت یا تو بوجہ کبر سنی یا کسی دوسری بناء پر، پانچ یا چھ واسطوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے آپ سے عجیب کرامات اور حالات مشاہدہ میں آئے۔ حضرت شاہ مدار کا درجہ اور مرتبہ بہت بلند ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کہتے ہیں کہ بارہ سال تک آپ نے کچھ نہیں کھایا جو کپڑے ایک مرتبہ پہن لیتے، پھر ان کو دوبارہ دھونے کی ضرورت نہ پیش آتی۔ ہمیشہ صاف اور پاک رہتے شیخ عبد الحق دہلوی نے لکھا ہے کہ آپ مقام صمدیت پر فائز تھے، یہ سالکوں کا مقام ہے اور حق تعالیٰ نے آپ کو وہ جمال وحسن عطا کیا تھا کہ جو آپ کو دیکھتا سجدہ میں گر جاتا۔ اس لیے آپ ہمیشہ چہرے پر نقاب ڈالے رہتے۔

آپ کی وفات ۱۷ جمادی الاول ۸۴۰ھ کو ہوئی۔ مزار مکن پور میں واقع ہے۔ جو قنوج کے مضافات میں ایک موضع ہے۔ ہر سال جمادی الاول کے مہینہ میں آپ کا عرس ہوتا ہے۔ جس میں پانچ چھ لاکھ آدمی شریک ہوتے ہیں۔ اور اطراف وجوانب ہندوستان سے روضہ شریف کی زیارت کو حاضر ہوتے ہیں اور نذرانے پیش کرتے ہیں۔ اور آج بھی عجیب عجیب واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اہل ہندوستان کے چار حصوں میں سے دو حصہ وضیع وشریف تو حضرت غوث اعظم سید محی الدین عبد القادر جیلانی کے مرید ہیں اور اشراف زیادہ تر اور ایک حصہ شاہ مدار کے مرید ہیں۔ اور ادنیٰ درجہ کے بیشتر اور نصف حصہ خواجہ معین الدین چشتی کے مرید ہیں اور بقیہ نصف حصہ مخدوم بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس اللہ اسرارہم کے مرید ہیں۔

حضرت مولانا جلال الدین پورانی رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابو یزید ہے۔ علوم ظاہر سے فراغت حاصل کر کے شریعت وسنت کی اتباع و پابندی سے اس پر عمل کر کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے۔ آپ مسلمانوں کی اکثر ضروریات میں بقدر امکان امداد فرماتے تھے جو آپ کی طرف رجوع ہوتا۔ آپ خود وہاں پہنچ جاتے۔ اگرچہ ظاہر میں آپ نے کسی پیر کے ہاتھوں بیعت نہیں فرمائی تھی۔ لیکن آپ اویسی تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ جب کبھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی۔ آنحضرت صلعم کی روح مبارک میری امداد فرما کر

اس مشکل کو رفع کر دیتی ۔کہتے ہیں کہ ایک دن آپ نے اپنے اصحاب سے کنگھا مانگا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو یزید بد کبھی کبھی بالوں میں شانہ کیا کرو ۔آپ حضرت ظہیر الدین خلوتی کی صحبت میں حاضر رہے ہیں ۔اور ان کے طریقہ کے آپ مقلد اور معتقد تھے ۔حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی اکثر آپ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے ، فرمایا ایک دن میں ایک جماعت کے ہمراہ جلال الدین پورانی کی خدمت میں حاضر ہوا جب ہم واپس ہونے لگے تو ایک کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مولانا کو کوئی کرامت ہے تو کشمش کا ایک ٹکڑا تبرکاً مجھے دیں ۔جب ہم جانے لگے آپ نے اس شخص کو آواز دی کہ ذرا ٹھہرو ۔آپ گھر میں گئے ۔ایک طباق منقی کا لے کر آئے اور اس کو عطا کیا اور معذرت چاہی کہ ہمارے باغ میں کشمش نہیں ہوتی ۔

آپ کی وفات دوشنبہ کی شب کو ۱۰ ماہ ذی قعدہ ۸۶۲ھ کو واقع ہوئی ۔

حضرت خواجہ شمس الدین محمد الکوسوی الجامی قدس سرہ

کوسو ہرات کے مضافات میں ایک قصبہ ہے ۔جس میں آپ کی ولادت ہوئی تھی ۔آپ شیخ الاسلام احمد الجامی النامقی قدس سرہ کی اولاد میں ہیں ۔علم ظاہر و باطن میں جامع تھے ۔شیخ زین الدین خافی کی خدمت میں اکثر حاضری دیتے تھے ۔شیخ بہاء الدین عمر کی صحبت میں بھی رہے ہیں ۔مولانا سعد الدین کاشغری ، مولانا شمس الدین محمد اسد ، مولانا جلال الدین پورانی وغیرہم جو اس وقت مشائخ کبار میں تھے آپ کی مجلسوں میں حاضری دیتے تھے اور خواجہ کے معارف و لطائف کو بنظر استحسان دیکھتے تھے ۔وجد اور مجلس سماع کے دوران میں خواجہ پر بڑی رقت اور وجد طاری ہوتا تھا اور زور زور سے آپ نعرے لگاتے تھے جس کا اثر حاضرین مجلس پر ہوتا تھا ۔آپ کی مجلس میں اگر کسی کے دل میں کوئی خیال آتا تو وہ آپ پر منکشف ہو جاتا اور آپ اس کو اس طرح ظاہر کرتے کہ دوسرے کو خبر تک نہیں ہوتی ۔

آپ کی وفات شنبہ کو ۲۶ جمادی الاول ۸۶۳ھ کو واقع ہوئی ۔مزار مبارک ہرات میں جامع مسجد کے قریب مزار فقیہ ابو یزید کے متصل واقع ہے ۔

مولانا شمس الدّین محمّد رومی رح

آپ قریہ روج کے رہنے والے تھے ، جو ہرات سے ۹ فرسنگ پر واقع ہے ۔مولانا کاشغری

کے بڑے مریدوں میں ہیں۔ اور مولانا جامی کی اولاد میں ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ہمیشہ یہ آرزو تھی کہ خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھوں۔ ایک دن اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ایک کتاب میرے سامنے رکھ دی اور پڑھنے لگیں کہ جو شخص اس دعا کو شب جمعہ کو چند بار پڑھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے گا۔ حسن اتفاق سے آنے والی رات جمعرات تھی۔ والدہ سے اجازت حاصل کر کے میں اپنے اعتکاف خانہ میں گیا اور شرائط کے ساتھ دعا کے پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ اور میں نے سنا تھا کہ جو شب جمعہ کو تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے گا تو رات کو آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھے گا۔ یہ عمل بھی میں نے کیا اور سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ میں گھر سے باہر ہوں اور والدہ میرے انتظار میں کھڑی ہیں۔ اور فرما رہی ہیں کہ میں تمہارے انتظار میں ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری گھر میں تشریف لائی ہے آؤ تم کو خدمت میں لے جاؤں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر آنحضرت کی خدمت میں لے گئیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے چاروں طرف ایک مجمع بیٹھا ہوا ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لکھوا رہے ہیں اور لوگ لکھ کر اطراف عالم میں بھیج رہے ہیں مولانا شرف الدین عثمان زیارتگاہی جو علماء ربانی میں ہیں وہ لکھتے جاتے ہیں۔

میری والدہ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ وہ لڑکا جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا کہ دراز عمر اور دولت مند ہوگا۔ یہ وہی لڑکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا، مسکرائے اور فرمایا وہی لڑکا ہے۔

جب ایک مرتبہ میری والدہ کا ایک خوبصورت لڑکا فوت ہو گیا تھا، اور وہ اس کی وجہ سے بہت مغموم تھیں۔ رات کو آنحضرت کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا، رنجیدہ نہ ہو، خدا تعالیٰ تجھ کو دراز عمر اور دولت مند لڑکا عطا فرمائے گا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے فرمان کے موجب میں پیدا ہوا۔ آنحضرت نے مولانا عثمان سے فرمایا کہ ایک مکتوب اس لڑکے کے لیے لکھو۔ مولانا نے ایک کاغذ لکھا جس پر تین سطریں تھیں۔ ان سطور کے نیچے تمسک کی طرح سے گواہی کی جگہ جدا جدا کچھ تحریر کیا۔ اور لپیٹ کر مجھے عنایت فرما دیا۔ میں واپس آ گیا۔ اور دل میں سوچتا تھا کہ اس مکتوب میں جو کچھ مضمون ہے۔ اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ واپس آیا اور آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ اس کاغذ میں کیا تحریر ہے۔ آپ نے میرے ہاتھ سے کاغذ لے کر پڑھ کر سنا دیا۔ مجھے وہ سطور یاد ہو گئیں، پھر لپیٹ کر مجھے دے دیا۔ میں نے پھر کچھ دریافت کرنے کا ارادہ کیا، ناگاہ آواز سنی، خواب سے بیدار ہو گیا دیکھا کہ والدہ آ رہی ہیں۔ ہاتھ میں شمع ہے۔ میں کھڑا ہو گیا۔

مجھ سے دریافت کیا کہ اے محمد تم نے خواب میں کچھ دیکھا۔ میں نے تمام واقعہ سنا دیا۔ جو کچھ میں نے دیکھا تھا والدہ نے بھی مجھے سُنا دیا۔

آپ کی ولادت شب برات کو ۸۲۰ھ کو اور وفات شنبہ کو ۱۶ رمضان مبارک ۹۰۴ھ کو ہوئی۔ قبر گازرگاہ میں شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری کے مزار کے متصل ہے۔

حضرت شیخ صوفی علی قدس اللہ سرہ

آپ کا خاندان ملک جام کا باشندہ تھا۔ شیخ زین الدین خوافی کے مرید ہیں۔ اس سرزمین پر آنے کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن درویشوں کی ایک جماعت کسی بزرگ کے مزار کی زیارت کو جا رہی تھی اور آپ کھیت پر زراعت میں مشغول تھے، آپ کی نظر جب درویشوں پر پڑی آپ کے قلب پر اثر ہوا اور درویشوں کے ساتھ چل دیے۔ درویشوں کی برکت اور مزار کی حاضری کی بدولت آپ کا دل دنیا سے پھر گیا۔ اور راہ درویشی میں آ گئے۔ اور آخر تک اسی راہ پر رہے۔

آپ کی وفات ۹۰۰ھ کو واقع ہوئی۔

حضرت امیر سید علی قوام رحمۃ اللہ

سوانہ کے سادات سے ہیں۔ جو سرہند کے قریب ایک موضع ہے۔ ہندوستان کے باکمال خدارسیدہ صاحب حال وقال اور مراتب عالیہ تھے۔ آپ کا لباس یکساں نہیں رہتا تھا۔ گاہے خرقہ پہنتے اور گاہ سپاہیانہ لباس زیب تن کرتے۔ اوائل عمر میں حکم خداوندی پر جونپور گئے۔ شیخ بہاؤالدین جونپوری کی خدمت میں پہنچ کر مرید ہو گئے۔ فتوحات کے دروازے آپ پر کشادہ تھے۔ چالیس سال کامل آپ نے کسی خادم سے کوئی خدمت نہیں لی۔

فرماتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، آپ نے فرمایا علی دہلی میں اپنے گھر پر ہو اور خلق خدا سے غافل۔ ان کے احوال کی خبر نہیں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر دہلی میں آپ کے حکم سے ہے درست ہے تو وہ بھی آپ کے حکم سے۔ علی بےچارہ کی کیا حقیقت ہے۔ فرمایا خلق خدا کے حق میں حق تعالیٰ سے دعا کرو۔ تمہاری دعا قبول ہوتی ہے۔

آپ کی وفات ۹۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک حوالی جونپور میں واقع ہے۔ اسی موضع

میں جہاں آپ کی سکونت تھی۔ جس کو سرائے میراں کہتے ہیں۔

حضرت مخدومی شیخ حسین خوارزمیؒ

حضرت مخدومی۔ اعظم حاجی محمد جبوشانی کے مرید ہیں۔ جو کبار مشائخ صاحب کرامت و مقامات بزرگ گزرے ہیں۔ مخدومی اعظم سلسلہ کبرویہ میں شیخ علی بیداری کے مرید ہیں اور وہ شیخ رشید الدین محمد اسفرائنی کے اور وہ عبداللہ برامشادی کے اور وہ شیخ اسحاق اختلانی کے اور وہ سید علی ہمدانی قدس اللہ اسرارہم کے مرید ہیں۔

مخدومی اعظم کی وفات ۹۳۷ھ کو واقع ہوئی۔ اور شیخ حسین خوارزمی کی وفات شام میں ۹۵۶ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ علی متقی قدس سرہ

والد کا نام عبدالملک بن قاضی خاں المنقی القادری الشاذلی المدنی الحسینی ہے۔ اپنے زمانہ میں بڑے اولیائے کاملین سے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد جونپور کے رہنے والے تھے۔ آپ کی جائے پیدائش برہان پور ہے۔ سات سال کی عمر میں آپ کے والد ماجد شاہ باجن چشتی کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ اس کے بعد شیخ عبدالحکیم بن شاہ باجن سے خرقہ مشائخ چشت پہنا اور ملتان کی طرف سفر اختیار فرمایا۔ وہاں بہت سے مشائخ کی خدمت میں پہنچے، تحصیل علم کیا۔ پھر حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر شیخ محمد بن السخاوی سے خرقہ قادریہ شاذلیہ پہنا، جو شیخ نورالدین ابوالحسن علی الحسینی الشاذلی کی طرف منسوب ہے اور درجہ کمال پر فائز ہوئے۔ آپ کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں جو مشہور ہیں۔

آپ کی وفات ۲ جمادی الاول ۹۷۵ھ کو ہوئی۔ عمر نوے سال کی ہوئی۔ قبر مدینہ منورہ میں ہے۔

حضرت شیخ ادہن جونپوری

والد کا نام شیخ بہاء الدین ہے۔ اپنے زمانہ میں ہندوستان کے اکابر مشائخ سے تھے۔ اور اتنے ضعیف اور سن رسیدہ تھے کہ دو آدمیوں کی مدد سے کھڑے ہوتے تھے۔ لیکن جب

سماع میں تشریف لاتے، پھر کسی امداد کی ضرورت نہ ہوتی۔
آپ کی وفات ۹۷۶ھ میں ہوئی۔ عمر ایک سو سال سے متجاوز تھی۔
قبر جونپور میں واقع ہے۔

حضرت شیخ سلیم فتحپوری قدس سرہ

آپ کے والد کا نام شیخ بہاؤ الدین ہے۔ دہلی کے قدیمی باشندے ہیں۔ خواجہ ابراہیم کے مرید ہیں۔ جو حضرت خواجہ فضیل عیاض کی اولاد میں تھے۔ اور سلسلہ چشت میں منسلک شیخ خود حضرت گنج شکر کی اولاد میں ہیں۔ تمام عمر صوم وصال رکھتے تھے۔ ابتدائی زمانہ میں سپاہیوں کے طریقہ سے رہتے تھے۔ جب اس درویشی کی راہ میں آ گئے تو حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ عرب و عجم ممالک کی سیر کی۔ مشائخ وقت سے ملے۔ ہندوستان آئے۔ کوہ سیکری میں بود و باش اختیار کی جو اس وقت ویرانہ تھا۔ اکبر بادشاہ کو آپ سے کمال خلوص اور اعتقاد تھا۔ اس نے اس ویرانہ میں ایک شہر آباد کر دیا اور اس پہاڑ پر ایک مضبوط قلعہ تعمیر کر دیا۔ جس کا نام فتح پور رکھا۔ بادشاہ کا کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا تھا اور جس کسی درویش اور ولی اللہ کی بابت سنتا تھا اس کی خدمت میں جا کر لڑکے کے لیے دعا کراتا۔ کسی نے آکر عرض کیا کہ محل کے قریب ہی پہاڑ پر ایک بزرگ رہتے ہیں۔ اکبر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور فرزند کے لیے دعا کی درخواست کی۔ شیخ نے کہا کہ ہم کل جواب دیں گے۔ دوسرے دن بادشاہ پھر حاضر ہوا۔ شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو تین فرزند عطا کرے گا۔ بڑے لڑکے کو ہمیں دے دینا ہم اس کی تربیت کریں گے۔ جہانگیر بادشاہ کی مدت حمل جب نزدیک ہوئی۔ اکبر بادشاہ نے شیخ کے مکان پر بھیج دیا۔ جہانگیر بادشاہ شیخ کے گوشۂ عافیت (اعتکاف خانہ) پر پیدا ہوئے۔ شیخ نے ان کا نام سلطان سلیم رکھا۔ اپنی لڑکی کو دودھ پلانے پر مامور کیا اور فرمایا جب یہ لڑکا بات کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ ہم اس وقت چل دیں گے۔ ایسا ہی ہوا کہ اس وقت شیخ کا وصال ہو گیا۔

شیخ کی پیدائش ۸۹۷ھ کو اور وفات ۲۹ رمضان ۹۷۹ھ کو ہوئی۔ قبر فتحپور کی بڑی مسجد میں ہے جو اکبر بادشاہ نے شیخ کی خاطر بنوائی تھی جو بہت عالیشان عمارت ہے۔

❁ ❁ ❁

حضرت شیخ نظام انبیتھی قدس سرہ

ہندوستان کے مشائخ کبار سے ہیں۔ آبا واجداد قصبہ انبیتھی کے رہنے والے تھے جو لکھنو کے مضافات میں ایک قصبہ ہے۔ شیخ معروف جونپوری کے مرید ہیں۔ شیخ معروف شیخ الہدایہ وشارح کافیہ وہدایہ کے مرید۔ آپ کا سلسلہ چند واسطوں سے شیخ نور قطب عالم تک پہنچتا ہے جو بنگالہ میں آسودہ ہیں۔ آپ نے بڑے بڑے مجاہدے کیے صاحب کشف و کرامات تھے، سماع سے احتراز کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اختلاف میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔

آپ کی وفات ۹۷۹ھ کو ہوئی۔ قبر قصبہ انبیتھی میں ہے۔

حضرت شیخ داؤد جھنی والی قدس سرہ

جھنی مضافات لاہور میں ایک قصبہ کا نام ہے۔ آپ کے آباؤ کرام عرب سے آکر ہندوستان میں یہاں آباد ہوئے تھے۔ آپ کی ولادت سبت پور میں ہوئی۔ آپ کی والدہ شیخ کی ولادت سے پہلے وفات پاگئیں۔ ابتداء میں آپ نے مولانا اسماعیل آجر سے تحصیل علم کی جو مولانا عبدالرحمن جامیؒ کے شاگرد ہیں۔ ایام طفولیت میں اصفہانی کو پوری قدرت سے پڑھتے تھے آپ سلسلہ قادریہ کی طرف منسوب ہیں۔ ابتداء سلوک میں آپ اویسی تھے اور حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی کی روح پر فتوح سے اکتساب فیض کیا اور آپ کو اویسی کا رتبہ عالی حاصل ہوا۔ اور حضرت غوث کے حکم سے ظاہر میں دست ارادت شیخ حامد قادری کے دست مبارک میں دیا۔ جو شیخ عبدالقادر ثانی کے فرزند رشید ہیں۔ مشائخ متاخرین میں سے ہیں صاحب کرامات تھے۔ آپ کی وفات ۹۸۲ھ کو ہوئی، قبر نواحی جھنی میں موضع شیر گڑھ میں واقع ہے۔

حضرت شیخ نظام نارنولی قدس سرہ

نارنول ہندوستان کے مشہور شہروں میں ایک شہر ہے۔ آپ شیخ خانو چشتی کے مرید ہیں۔ جو گوالیار میں رہتے تھے۔ اپنے وقت کے مشائخ کبار میں تھے۔ شیخ نظام چالیس سال تک مریدوں کی اصلاح وہدایت میں مشغول رہے اور بہت سے آپ کی برکت سے مرتبہ عالیہ

پر پہنچے۔ روایت ہے کہ نارتول سے خواجہ قطب الدین اویسی قدس سرہ کی خدمت میں پا پیادہ انتہائی ذوق و شوق میں جایا کرتے تھے۔ شیخ خالو کی ولادت ۹۴۰ھ میں اور وفات ۹۹۰ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ وجیہہ الدین گجراتی رح

آپ کا نسب علوی ہے۔ مشائخ متاخرین سے ہیں۔ علوم ظاہری میں آپ کو ایسی قدرت اور ملکہ حاصل تھا، اکثر درسی کتابوں پر آپ کی شرح اور حاشیہ موجود ہے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سینکڑوں لوگ اکتساب فیض کرتے تھے۔ آپ کے باطنی فیوضات و کرامات بھی بہت تھیں۔ اس میں بھی آپ کو بلند مرتبہ حاصل تھا۔ احمد آباد میں سکونت تھی اور کسی جگہ آتے جاتے نہیں تھے۔ آپ کو ارادت و اعتقاد دوسری جگہ تھا۔ لیکن شیخ محمد غوث اعظم سے ارشاد و ہدایت حاصل کیا، آداب طریقت میں آپ ہی کے متبع اور مقلد تھے۔ راہ طریقت کے تمام درجے شیخ محمد غوث اعظم کی خدمت میں رہ کر طے کیے۔ جب شیخ محمد غوث گجرات تشریف لے گئے شیخ علی متقی نے جو علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ علماء ظواہر کی معیت میں آپ کی بعض باتوں پر قتل کا فتوےٰ صادر فرمایا۔ حاکم وقت نے اس فتوےٰ کو شیخ وجیہہ الدین کے دستخط پر موقوف کر دیا۔ جب آپ شیخ محمد غوث کے مکان پر گئے تو پہلی بار کے دیکھنے میں شیخ پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گئے، فتوےٰ کو چاک کر دیا۔ شیخ علی متقی نے فرمایا کہ تمہاری سمجھ شیخ کے کمالات تک نہیں پہنچ سکتی۔ آپ فرماتے تھے کہ ظاہر شریعت میں ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ جیسا شیخ علی متقی نے فرمایا، اور درحقیقت باطن میں معاملہ وہ ہے جو ہمارے مرشد نے فرمایا۔ اور معتبر آدمیوں سے جو تحقیق سے معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ شیخ محمد غوث اہل دعوت سے تھے۔ مگر آپ کو درجہ کمال پر پہنچا دیا تھا۔

شیخ وجیہہ الدین کی وفات یکم صفر ۹۹۹ھ کو ہوئی۔ قبر شہر احمد آباد میں ہے اور شیخ محمد غوث اعظم کی وفات ۱۵ رمضان ۹۷۰ھ اکبر آباد میں ہوئی۔ عمر ۸۰ سال کی ہوئی۔ مزار مبارک گوالیار میں واقع ہے۔

حضرت شیخ علاء الدین اودھی قدس سرہ

آپ صاحب کرامات و مقامات عالیہ تھے۔ کبھی کبھی حقائق و معارف کو نظم میں بیان فرماتے

تھے۔ چنانچہ یہ مطلع آپ کا ہے ؎

ندانم آں گل خورد وچہ رنگ وبو دارد کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئی او دارد!

آپ کے بہت سے مرید اونچے اونچے درجہ پر پہنچے، روایت ہے کہ آپ ہمیشہ دعا فرماتے کہ حق تعالیٰ شہادت نصیب فرمائے۔ ایک رات چور مکان میں گھس آئے۔ اگرچہ شیخ کی عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی۔ تلوار ہاتھ میں لے کر کچھ چوروں کو قتل کر دیا۔ آخر کار خود بھی شہید ہو گئے۔

آپ کی شہادت ۹۹۶ھ کو واقع ہوئی۔

حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ قدس سرہ

حضرت شیخ الاسلام احمد جام قدس سرہ کی اولاد سے ہیں۔ موضع زندجان میں جو ہرات کے مضافات سے ہے، مقیم تھے۔ آپ بلند درجے پر فائز تھے، ریاضات و مجاہدات میں اپنے زمانہ میں یکتا تھے، اکثر روزہ سے رہا کرتے تھے۔ افطار شوربہ سے کرتے اور اس کے اوپر سے صابون نوش کرتے کہ ہضم ہو جائے۔ میں نے اپنے استاد سے سُنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جب عبداللہ خاں ازبک ماوراء النہر سے خراسان کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا، اور زندجان میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ بندگانِ خدا کو قتل نہ کرو، اور صبر کرو کہ نو مہینہ، نو دن اور نو گھنٹہ گزرنے کے بعد ہرات کا قلعہ فتح ہو جائے گا۔ مذکورہ مدت گزرنے پر ویسا ہی ہوا۔ جیسا حضرت نے فرمایا تھا۔ نیز حضرت اخوند اپنے والد شیخ فصیح الدین کی زبانی فرماتے کہ ان کے والد نے فرمایا کہ ایک رات میں خواجہ عبدالحق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے حضرت خواجہ عبداللہ انصاری کی زیارت کا ارادہ کیا، جب رات ہوئی تو چراغ روشن کرنا چاہا، چراغ میں تیل نہ رہا۔ آپ نے چراغ دان کو پانی سے بھر دیا۔ اور بتی بٹ کر آب دہن میں تر کر کے اس میں رکھ دی اور چراغ جلا کر ہاتھ میں لیے ہوئے روانہ ہوئے۔ راستہ قریب ایک فرسنگ دُور تھا، ہوا تیز تھی۔ چراغ اسی طرح روشن رہا حتےٰ کہ حضرت خواجہ کے مزار پر پہنچ گئے۔ اور وہاں پہنچتے ہی چراغ گل ہو گیا۔ زیارت سے فارغ ہو کر پھر چراغ کو روشن کیا اور اسی طرح ہاتھ میں لیے ہوئے گھر تک آئے۔ اخوند صاحب فرماتے ہیں کہ مرنے سے پہلے خواجہ نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کو حفاظت سے رکھنا یہاں تک کہ ایک ابلق سوار آئے گا اور میرے جنازہ کی نماز پڑھائے گا حضرت خواجہ کا جب وصال ہو گیا، ایسا ہی کیا گیا، انتظار کرتے رہے کہ اتنے میں میرے والد شیخ فصیح الدین ابلق گھوڑے

پر سوار پہنچے اور جنازہ کی نماز پڑھائی۔ خواجہ کی وفات ۱۰۰۰ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک زندجان میں ہے
شیخ فصیح الدین کی وفات پنجشنبہ ۲۲ رمضان ۱۰۰۰ھ کو ہوئی۔ قبر مبارک لاہور میں واقع ہے۔

حضرت شاہ ابوالمعالی قدس اللہ سرہ

صحیح النسب سادات سے ہیں۔ صاحب خوارق و کرامات بزرگ ہیں۔ سلسلہ قادریہ شیخ داؤد جہنی والی کے مرید ہیں۔ تیس سال سخت محنت و ریاضت کرنے کے بعد لاہور میں سکونت اختیار کی حضرت استاد صاحب سے فرماتے تھے کہ ایک دن استاد صاحب اپنے استاد ملا نعمت اللہ صاحب کے ہمراہ جو عالم باعمل تھے آپ کی زیارت کو گیا۔ ہم سب وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص ایک تسبیح شاہ صاحب کے لیے لایا۔ میرے دل میں آیا کہ اگر شاہ صاحب کرامات ہیں تو یہ تسبیح مجھے عطا فرما دیں۔ جب میں جانے لگا، شاہ صاحب نے مجھے بلایا اور وہ تسبیح مجھے عطا فرمائی۔ اور فرمایا کہ ہر وقت تمہاری تسبیح تم کو پہنچتی رہے گی، سو مرتبہ درود پڑھ لیا کرنا۔ استاد ملا نعمت اللہ سے منقول ہے کہ ایک دن میرے دل میں آیا کہ میں تو حضرت غوث ثقلین کے اوپر اعتقاد رکھتا ہوں آنحضرت کو بھی اس کی اطلاع ہوگی۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی کام کے لیے پریشان اور عاجز ہوں۔ سر ننگا ہے۔ اسی وقت حضرت غوث ثقلین تشریف لائے اور ایک سفید پگڑی عنایت فرمائی۔ اور فرمایا کہ ملا نعمت اللہ ہم ایسے موقع پر تمہیں یاد رکھتے ہیں۔ شاہ ابوالمعالی نے مجھے بلایا اور ایک سفید پگڑی عنایت فرمائی۔ اور فرمایا کہ یہ پگڑی ہے۔

شاہ ابوالمعالی کی ولادت دوشنبہ ۱۰ ذی حجہ ۹۶۰ھ کو اور وفات ۱۶ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ کو واقع ہوئی۔ قبر لاہور میں ہے۔ تحفۃ القادریہ جس میں حضرت غوث اعظم کے تمام حالات مذکور ہیں۔ اس میں سب لکھا ہوا ہے۔ آپ کو آنحضرت کے ساتھ کمال خلوص و عقیدت تھی اور آنحضرت کو بھی آپ کے حال پر کمال شفقت و عنایت تھی۔ آنحضرت کی روحانیت سے شاہ صاحب کو ہمیشہ اعانت و نصرت ہوتی رہتی تھی۔

حضرت خواجہ عبدالحق جامی قدس سرہ

آپ کے دادا کا نام شیخ محمد منور ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے آباء جونپور میں رہتے تھے۔ شیخ کی جائے ولادت احمد آباد گجرات ہے۔ شیخ ابھی صغیر سن تھے کہ

والد ماجد کا سایہ آپ پر سے اُٹھ گیا۔ عنفوان شباب میں شیخ متقی گجراتی کی خدمت میں جا کر خرقہ اجازت پہنا۔ شیخ نے آپ کو مکہ معظمہ جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور تجرید و تفرید کے قدم پر حرمین شریفین کی زیارت کر کے بارہ سال مکہ معظمہ میں شیخ علی متقی کی خدمت میں صرف کیے۔ وہاں سے واپس ہو کر احمد آباد آئے اور شادی کر کے متاہل زندگی گزارنے لگے۔ پھر بارہ سال شیخ وجیہہ الدین گجراتی کی خدمت میں علوم ظاہر کی تحصیل میں گزارے۔ اس زمانہ میں شیخ ماہ جونپوری کی صحبت میں پہنچے جو گجرات میں مقیم تھے۔ شیخ ماہ نے کیونکہ اپنے والد ماجد سے سنا تھا کہ ہمارا چھوٹا لڑکا قطب ہو گا اس لیے ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ شیخ ابو محمد جعفر تمیمی نے جو آپ کے والد کے اسیر تھے قلعہ اسیر سے ایک خط شیخ وجیہہ الدین اور شیخ ماہ کو لکھ کر بھیجا کہ شاہباز کو پرواز میں کیوں نہیں لاتے آپ نے جواب میں لکھا کہ آپ کے اختیار میں ہے اور شیخ کو مستقل اجازت دے دی۔ شیخ نے خدمت شیخ ابو محمد میں پہنچ کر وہ نعمت جو آپ کے والد نے شیخ ابو محمد کے پاس امانت رکھ دی تھی حاصل کر لی۔ اور برہان پور کو اپنا وطن بنایا۔ اور طالبان حق کے درس و تدریس میں مشغول ہوئے پھر درس و تدریس کو چھوڑ کر مخلوق خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے آپ کی صحبت کی برکت سے سینکڑوں لوگوں نے ظاہری و باطنی کمالات حاصل کیے۔ شیخ اپنے زمانہ میں مشائخ کبار اور بزرگان متاخرین سلسلہ چشتیہ کے لیے مرجع و مرکز بن گئے اور ملک خاندیس اور اس کے اطراف کے تمام لوگوں کو آپ سے ارادت اور بڑی عقیدت تھی، اور آپ کو سب میں مقبولیت حاصل تھی۔ شیخ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام سے ایسی والہانہ محبت و خلوص تھا جس کا بیان نہیں ہو سکتا اور کمال اشتیاق اور فرط محبت سے اکثر مدینہ منورہ جانے کا ارادہ فرماتے تھے اور چند منزل جا کر آنحضرت ؐ کے حکم سے واپس آ جاتے تھے۔ آپ کا طریقہ تمام تر سنت و شریعت کی اتباع تھا جو کچھ نذر و فتوح میں حاصل ہوتا اس کے تین حصے فرماتے ایک حصہ بچوں کے کھانے پینے کے لیے دوسرا حصہ خانقاہ کے فقراء و درویشوں پر صرف کرنے کے لیے۔ اور تیسرا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کر کے حرمین شریفین ارسال فرماتے تھے۔ آپ کی خوارق و کرامات بے شمار ہیں۔

آپ کی وفات برہان پور شب دوشنبہ ۲ رمضان کو ہوئی۔ جیسا کہ خواجہ ہاشم نے آپ کی تاریخ وفات ابن فضل اللہ لکھی ہے۔ آپ کی عمر ۸۶ سال کی تھی۔ قبر برہان پور میں ہے جو آپ نے خود آباد کیا تھا۔

حضرت احمد کابلی والسرہندی قدس سرہ

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ حنفی مذہب تھے۔ سرہند میں سکونت تھی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ باقی کے مرید ہیں۔ اور وہ مولانا خواجگی امکنکی کے اور وہ اپنے باپ مولانا درویش محمد کے مرید۔ آپ کو مشائخ قادریہ و چشتیہ سے بھی اجازت ارشاد حاصل تھی۔ آپ متاخرین مشائخ اور صاحب ریاضت و مجاہدات اور صاحب تصانیف ہیں۔ آخر حال میں بعض لوگوں نے شیخ پر یہ اتہام لگایا ہے کہ شیخ اپنا مرتبہ خلفائے راشدین سے زیادہ بتاتے تھے۔ لیکن درحقیقت یہ افترا، اور بہتان تھا جو مخالفین نے آپ پر لگایا تھا۔ کیونکہ اس فقیر نے خود سُنا ہے حضرت افضل الفضلاء علامہ زمانی۔ دستگاہ حقائق و معارف حضرت میر کی شیخ بن شیخ فصیح الدین سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرہند گئے اور حسن اتفاق سے شیخ احمد سے ملاقات ہوئی۔ اثنائے ملاقات دل میں یہ خیال آیا کہ اگر شیخ کو کرامت ہے جیسا کہ لوگ آپ کی بابت بیان کرتے ہیں تو میری دل جوئی کریں۔ دوسرے میں نے سنا تھا کہ ان کے پیر خواجہ باقی بغیر اجازت مولانا خواجگی امکنکی کے مرید کرتے رہتے تھے۔ اور یہ کہ خواجہ خاوند محمود سے آپ کو کیسا اعتقاد تھا۔ جب تھوڑی دیر شیخ کی خدمت میں بیٹھا۔ اپنی مسند کے نیچے سے ایک کتاب مطالعہ کے لیے مجھے عنایت کی۔ میں نے جب اس کو پڑھا۔ مجھ سے پوچھا۔ بتاؤ اس سے کچھ ظاہر ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ یہاں ہے سب درست ہے۔ فرمایا تم یہ جان لو کہ ہم سے جو کچھ واقع ہوا ہے، وہ یہی ہے، باقی سب جھوٹ ہے۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک دن خواجہ خاوند محمود یہاں آئے تھے، کہتے تھے کہ خواجہ باقی کو اپنے پیر سے اجازت صریح حاصل نہیں اس لیے کہ ایک دن مولانا خواجگی امکنکی خربزہ کھا رہے تھے اور قاش قاش کر کے حاضرین مریدوں کو دیتے جاتے تھے۔ خواجہ باقی کو خربزہ کی قاش نہیں دی حاضرین نے کہا کہ خواجہ بھی حاضر ہیں۔ مولانا خواجگی امکنکی نے فرمایا کہ ہم نے خربزہ اس کو ٹھیک دیا۔ خواجہ باقی نے اس سے استنباط کیا کہ مجھے ارشاد و تبلیغ کی اجازت مرحمت فرما دی۔ میں نے کہا ایسا نہیں ہے اس لیے کہ ہم نے کبھی یہ بات اپنے پیر یا کسی اور سے نہیں سنی، بلکہ خواجہ باقی کا بھی انکار کرتے تھے، کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔ نہ مجھے آتا ہے۔ مولانا خواجگی فرماتے تھے کہ ہم نے اجازت دے دی ہے، تم کو یہ کام کرنا چاہیے۔ اسی اثنا میں چند سفید ریش

بزرگوں نے بھی کہا کہ ہم اس مجلس میں حاضر تھے، جب مولانا خواجگی نے خواجہ باقی کو اجازت دی تھی
خواجہ خاوند محمود نے کہا تو پھر ہم نے غلط سنا ہوگا۔ اس کے بعد شیخ احمد نے فرمایا کہ جو کچھ خواجہ
خاوند محمود کے مریدوں سے جن کو آپ سے عقیدت تھی وہ یہ کہ خواجہ ایسے نہیں تھے اور میں خواجہ سے
یہ اعتقاد نہیں رکھتا۔ یہ تینوں سوالات حضرت اخواند کے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ شیخ نے جواب د
دیے۔ آپ کی وفات ۱۰۳۱ھ کو ہوئی۔ عمر شریف ۶۳ سال کی ہوئی۔ قبر شریف سرہند میں واقع ہے۔

حضرت شاہ بلاول قدس سرہ

آپ کی ولادت قصبہ شیخوں آہن میں ہوئی جو پنجاب کے مضافات میں ایک قصبہ ہے۔ لاہور
میں آپ کی سکونت تھی۔ علوم ظاہرو باطن کی تحصیل کی۔ سلسلہ قادریہ میں آپ شیخ شمس الدین کے
مرید ہیں۔ اور وہ شیخ ابو اسحاق کے، اور وہ شیخ داؤد جہنی والی کے۔ جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے
شیخ بلاول صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ زہد و تقوے میں آپ کا درجہ ممتاز تھا۔ یہ فقیر بھی
آپ کی خدمت میں حاضری دے چکا ہے۔ آپ کے چہرہ پر ریاضات و مجاہدات کے نشانات
ظاہر تھے۔ روزانہ کافی لوگ آپ کی خدمت میں آتے جاتے تھے۔ اور جو آدمی بھی آپ کی خدمت
میں جب کبھی آتا اس کے لیے ماحضر پیش فرماتے۔ لوگ بیماروں کو شفایاب کرنے کے لیے
ہمیشہ پانی کے کوزے لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور شیخ دعا پڑھ کر اس پر دم کرتے۔
اس طرح سینکڑوں بیمار شفایاب ہوئے۔ آپ کی وفات عشا کے وقت دوشنبہ کو ۲۸ شعبان
۱۰۴۶ھ کو ہوئی۔ عمر ۷۰ سال کی پائی۔ قبر لاہور میں واقع ہے۔ جہاں آپ کی سکونت تھی۔ اسی
جگہ آپ کو دفن کیا گیا۔

خدا کا ہزار شکر ہے کہ مشائخ متفرقہ کا ذکر بہ تفصیل تاریخ ولادت و وفات وجائے
مزارات پورا ہوا۔ جو اکثر کتابوں نفحات الانس۔ تاریخ یافعی اور طبقات سلمی میں بھی دستیاب
نہیں ہوتا۔ اس خادم نے بڑی تلاش وجستجو کے بعد مختلف متقدمین و متاخرین کی کتابوں
سے حاصل کر کے اس کتاب میں درج کیا ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖

عارفات و صالحات بیبیوں کا تذکرہ

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا کی تمام عورتوں میں افضل آسیہ بنت مزاحم ہے جو فرعون کی بیوی تھی، اس کے بعد ازواج مطہرات خدیجۃ الکبریٰ رضؓ۔ عائشہ صدیقہ اور فاطمہ زہرا رضؓ کی صاحبزادیاں ہیں۔ جو سب سے اونچا درجہ رکھتی تھیں۔

ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے کسی عورت کا مطالبہ از خود نہیں کیا۔ اور اپنی صاحبزادیوں میں سے کسی کے لیے روپیہ صرف نہیں کیے۔ جو کسی مرد کو دیئے ہوں، مگر یہ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جبریل آئے اور مجھے یہ حکم فرمایا۔

آپ کی ازواج مطہرات بارہ تھیں۔ جن کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب زفاف گزاری۔ گیارہ ازواج کی بابت تو سب کا اتفاق ہے۔ اور بارہویں کی بابت اختلاف ہے کہ وہ آپ کی زوجات میں شامل تھیں یا باندھیوں میں۔

حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا

آپ کی کنیت ام ہند ہے۔ باپ کا نام خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب آپ کا نسب قصی پر آکر آنحضرتؐ کے نسبت سے متصل ہو جاتا ہے آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زایدہ بن الاصم ہے جو بنی عامر بن لوی سے تھیں۔ پہلی وہ عورت جس نے آنحضرت سے نکاح کی درخواست کی۔ وہ حضرت خدیجہ تھیں۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے گھر میں آسمان سے آفتاب اُتر آیا ہے جس کی روشنی سے تمام گھر منور ہو گیا ہے مکہ معظمہ کا کوئی گھر اس کی روشنی سے محروم نہیں رہا۔ جس وقت آپ آنحضرت کے عقد میں آئیں۔ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ اور آنحضرت کی عمر شریف ۲۵ سال کی تھی۔ نکاح کا مہر بیس اونٹنیاں مقرر ہوئیں آپ کی تمام اولاد ذکور و اناث حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ آپ آخر زندگی تک آپ کی دلجوئی اور مدارات فرماتے تھے جتنی کسی دوسری بیوی کی نہیں۔ عورتوں میں سب سے قبل جو مشرف باسلام ہوئیں، وہ بالاتفاق آپ ہی تھیں۔ ایک دن حضرت جبریل نے آنحضرت سے کہا

اے اللہ کے رسول خدیجہ آپ کے لیے کھانے سے لبریز پیالہ لے کر آ رہی ہیں خدا کی طرف سے اور میری طرف سے ان کی خدمت میں سلام عرض کر دیجیے اور ان کو بشارت دیجیے کہ جنت میں مروارید کا ایک ایسا محل ان کے لیے تیار ہے جس پر کسی کا کوئی قضیہ اور جھگڑا نہیں۔ آنحضرتؐ نے جب خدا اور جبریل کا سلام پہنچایا حضرت خدیجہ نے جواب فرمایا۔

آپ کی وفات اصح قول کے مطابق ۱۰ ماہ رمضان، بعثت رسول کے دس سال بعد واقع ہوئی۔ آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ قبر مقبرہ جیجوں میں واقع ہے۔ آپ نے بہ نفس نفیس جاکر دعائے خیر کی آپ اکثر بی بی خدیجہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آپ کی کنیت ام عبداللہ ہے۔ آپ بڑی فقیہ اور فصیح و بلیغ تھیں۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں آپ مشہور و ممتاز تھیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے آپ کی شان میں فرمایا ہے خذوا ثلثی دینکم عن ھذہ الحمیرا۔ یعنی اپنے دین کے تین حصوں میں سے دو حصے اس سرخ پوش (عائشہ) سے حاصل کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے تمام ازواج پر دس باتوں سے فضیلت و بزرگی حاصل ہے۔ اول یہ کہ آپ نے بجز میرے کسی باکرہ سے شادی نہیں کی۔ دوسرے یہ کہ بجز میرے والدین کے راہِ خدا میں کسی نے ہجرت نہیں کی۔ تیسرے یہ کہ میری طہارت و برأت میں آسمان سے آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ چوتھے یہ کہ قبل اس کے کہ آنحضرت صلعم سے میرا نکاح ہو جبریل علیہ السلام نے ریشمی کپڑے پر میری شبیہ آنحضرتؐ کو پیش فرمائی اور فرمایا کہ اس سے آپ نکاح فرمائیں۔ پانچویں یہ کہ میں اور آنحضرتؐ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے اور یہ فخر و سعادت کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں۔ چھٹے یہ کہ آنحضرت نماز میں ہوتے اور میں آپ کے پہلو آسودہ ہوتی۔ یہ بھی خصوصیت اور امتیاز کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ ساتویں یہ کہ سونے کے کپڑوں میں کبھی آپ پر وحی نہیں آئی بجز میرے پاس سونے کے کپڑوں کے۔ آٹھویں یہ کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مطہر کو قبض کیا گیا آنحضرت کا سر مبارک میرے سینہ اور زانو پر تھا۔ نہم یہ کہ آنحضرت کا وصال میری باری کے دن ہوا تھا۔ دہم یہ کہ آنحضرتؐ میرے حجرہ میں مدفون ہوئے اور آخری صحبت کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ آنحضرت سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ آپ کے نزدیک بہترین آدمی کون ہے تو آپ نے

فرمایا عائشہ۔ پھر پوچھا گیا کہ مردوں میں بہتر کون ہے فرمایا عائشہ کے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ اسلام میں آنحضرتؐ کا سب سے پہلا دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ لوگ اپنے ہدیے اور تحفے حضرت عائشہؓ کی باری کے دن آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ اس سے محض آنحضرت کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنا تھی۔ آنحضرت حضرت فاطمہؓ سے فرماتے تھے اے میری لڑکی تو اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ میں بھی اس کو دوست رکھتی ہوں آپ نے فرمایا کہ میں عائشہ کو دوست رکھتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ بہت کم گو تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اے عائشہ جب تم ناراض ہوتی ہو اور جب خوش ہوتی ہو میں پہچان لیتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کیوں کر آپ پہچانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم خوش ہوتی ہو تو لاورب محمد کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو لاورب ابراھیم کہہ کر قسم کھاتی ہو۔ میں نے عرض کیا بے شک یہی بات ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے جب آنحضرتؐ کا نکاح ہوا۔ چھ سال کی تھیں مہر ۵۰ درہم قیمت کا سامان تھا۔ دوسری روایت کے مطابق پانچ سو درہم تھے جو آپ نے قرضہ لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیے تھے۔

حضرت عائشہ کی وفات سہ شنبہ کی شب ۱۷ رمضان ۵۸ھ کو ہوئی۔ عمر مبارک ۶۶ سال ہوئی۔ مزار مبارک جنت البقیع میں واقع ہے۔ آپ کے جنازہ میں مدینہ کے اکثر آدمیوں نے شرکت کی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی نماز جنازہ میں شرکت کی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

آپ کے والد کا نام حزمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلول بن عامر بن صعصعہ ہے۔ ماہ رمضان میں ہجرت کے تیسرے سال آپ نے حضرت زینب سے نکاح کیا۔ آٹھ ماہ آپ کے گھر رہیں، دوسری روایت میں تین ماہ۔ آپ کو ام المساکین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ کیونکہ آپ کو فقراء اور مساکین سے بڑی محبت تھی آپ اکثر مساکین کے لیے کھانا تیار کر کے ان کو کھلاتی تھیں۔

آپ کی وفات یکم ربیع الآخر ہجرت کے چار سال بعد واقع ہوئی۔

قبر مبارک جنت البقیع میں واقع ہے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

آپ کی کنیت ام الحکم ہے۔آپ کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب ہے۔جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی تھیں۔آپ کا پہلا نام بَرّہ تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام تبدیل کر کے زینب رکھا۔ہجرت سے پانچویں سال ذی قعدہ کے مہینہ میں آپ کے نکاح میں آئیں۔آپ کی بابت قرآن شریف میں آیت نازل ہوئی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت کے بعد حضرت زینب کے پاس تشریف لے گئے۔اس وقت حضرت زینب برہنہ سر تھیں۔فرمایا اے اللہ کے رسول بغیر خطبہ اور بغیر گواہ کے۔آنحضرتؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نکاح پڑھانے والا ہے اور جبریل گواہ ہیں۔

حضرت زینب سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ مجھے جو فضیلت اور رتبہ ہے وہ آپ کی کسی بیوی کو حاصل نہیں۔آپ نے دریافت کیا۔بتاؤ۔آپ نے کہا، پہلی فضیلت تو یہ ہے کہ میرے اور آپ کے دادا ایک ہیں۔دوسرے یہ کہ میرا نکاح آسمان پر ہوا۔تیسرے یہ کہ میرے عقد نکاح میں حضرت جبریل گواہ تھے۔

ازواج مطہرات میں آپ کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب کی وفات ہجرت کے بیسویں یا اکیسویں سال ہوئی۔عمر ۵۳ سال پائی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔

مزار جنت البقیع میں ہے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

نام سودہ اور آپ کی کنیت ام الاسود ہے۔آپ کے والد کا نام زمعہ بن قیس عبد الشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حنبل بن عامر بن لوی بن غالب القرشی ہے۔آپ کے نسب کا سلسلہ آنحضرت کے نسب کے ساتھ لوی بن غالب پر جا کر مل جاتا ہے۔آپ کی والدہ کا نام بنت قیس بن عمرو تھا۔مکہ معظمہ میں ابتداء بعثتِ مبارکہ کے زمانہ میں مسلمان ہوئیں۔نبوت کے دسویں سال حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح

سے قبل آنحضرتؐ نے آپ سے نکاح کیا۔ مہر چار سو درہم مقرر ہوا۔ آنحضرت کو جب آپ کی زیادتی عمر کا علم ہوا۔ تو آپ نے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا، تو آپ آنحضرتؐ کے راستہ میں بیٹھ گئیں جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے عرض کیا کہ آپ میری یہ درخواست قبول فرمالیں کہ طلاق کا ارادہ فسخ کر دیں۔ کیونکہ اب میری دنیا میں کوئی خواہش نہیں ہے۔ اور صرف ایک خواہش یہ ہے کہ آخرت میں آپ کی ازواج کے زمرہ میں میرا بھی حشر ہو۔ اور میں نے اپنی باری حضرت عائشہ کے حق میں چھوڑ دی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ارادہ سے باز آئے۔

آپ کی وفات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخر عہد خلافت میں واقع ہوئی۔ اور دوسری روایت کے مطابق حضرت معاویہ کے عہدِ حکومت میں وفات ہوئی۔

مزار جنت البقیع میں ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ کے والد کا نام حیی بن اخطب بن شعبہ بن ثعلبہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام خرہ بنت سموال تھا۔ آپ جنگ خیبر میں قید ہو کر آئی تھیں۔ آنحضرت نے ارادہ فرمایا کہ ان کو آزاد کر کے ان کے قبیلہ میں بھیج دیں۔ تو آپ مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔ اور آنحضرتؐ سے درخواست کی۔ اے اللہ کے رسول میں نے اسلام قبول کیا اور آپ کو اللہ کا رسول مانا۔ اس سے پہلے کہ آپ مجھے دعوت اسلام دیں۔ اب میں آپ کے پاس حاضر ہوں۔ مجھے یہودی مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں، نہ اب میرا وہاں کوئی عزیز رشتہ دار موجود ہے۔ آپ مجھے کفر و اسلام میں سے کسی پر رہنے پر اختیار دیں۔ تو مجھے کسی طرح خدا اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آزاد ہونا اور اپنی قوم میں واپس جانا گوارا نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ باتیں اچھی معلوم ہوئیں۔ آپ نے آزاد فرما کر اپنے نکاح میں قبول کر لیا۔ اور اس آزادی کو مہر مقرر کیا۔

آپ کی وفات ۵۰ھ میں یا بقول روایت دیگر ۵۲ھ یا عہد خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں واقع ہوئی۔

قبر بقیع میں ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ کے والد کا نام ابوسفیان ہے - ماں کا نام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس ہے - جو حضرت امیرالمومنین عثمان کی پھوپی تھیں -

ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے اے ام المومنین میں بیدار ہوگئی - میں نے اپنے خواب کی تعبیر یہ سمجھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے عقد میں قبول فرمالیں گے - حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ میں ہجرت کے ساتویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا - اس وقت آپ کی عمر ۳۵ سال تھی مہر چار سو دینار ، دوسری روایت کے مطابق چار ہزار درہم مقرر ہوئے -

آپ کی وفات ہجرت ۴۴ھ میں ہوئی - قبر جنت البقیع میں واقع ہے -

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

آپ امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں - آپ کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب ہے - ہجرت کے دو یا تین سال بعد آپ سے آنحضرتؐ کا نکاح ہوا - آپ کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ سال قبل ہوئی تھی - آپ کی وفات ۴۵ھ یا ۴۱ھ یا ۴۷ھ میں ہوئی - قبر جنت البقیع میں واقع ہے -

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

آپ کے والد کا نام حارث بن ابی جزار بن حبیب بن عابد بن مالک ہے - آنحضرت سے آپ کا عقد ماہ شعبان ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا - آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۰ھ یا ۵۶ھ میں واقع ہوئی - عمر ۶۵ سال تھی - مزار جنت البقیع میں واقع ہے -

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

آپ کے والد کا نام حارث بن حزن بن بجر بن الہزم ہے - آپ کی والدہ کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن الحرب ہے - ہجرت کے ساتویں سال عمرہ قضاۃ سے واپس تشریف لاکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے عقد فرمایا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میری باری تھی۔ آنحضرتؐ میرے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے، میں نے اُٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے دروازہ نہیں کھولا، مجھے قسم دی کہ دروازہ کھول دوں، میں نے عرض کیا کہ میری باری کی رات آپ دوسری ازواج کے پاس جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ میں قضائے حاجت کو باہر گیا تھا۔

آپ کی وفات ۵۱ھ یا ۶۱ھ میں ہوئی۔ قبر جنت البقیع میں واقع ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام ہند بنت ابی امیہ تھا۔ ماہ شوال ۴ھ میں آپ نے نکاح کیا۔ آپ کا مہر دس درم مقرر ہوا۔ آپ کی ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی وفات ماہ ربیع الآخر ۶۱ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز پڑھائی آپ کی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ قبر جنت البقیع میں واقع ہے۔

ذکر بنات طاہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

آپ کی کنیت ام محمد اور لقب طاہرہ، زاکیہ، راضیہ، مرضیہ اور بتول ہے۔ اگرچہ آپ کی تمام اولاد میں حضرت فاطمہ سب سے چھوٹی تھیں۔ لیکن شفقت و محبت میں سب سے زیادہ، آپ کی تمام اولاد امجاد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر سے واپس آکر رمضان کے مہینہ ۲ھ میں نکاح کی درخواست کی۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ۱۵ سال کی تھیں۔ دوسری روایت کے مطابق ۱۶ سال کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کے تین اولادیں ہوئیں۔ حسنؓ۔ حسینؓ۔ محسنؓ اور لڑکیاں زینبؓ، ام کلثوم آپ سے تولد ہوئیں۔ محسنؓ اور رقیہ عہد طفولیت میں وفات پا گئے۔ زینب جن کا نکاح عبداللہ جعفر سے، اور ام کلثوم جن کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

سے ہوا تھا۔ ان کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔ حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاد میں کون زیادہ محبوب تھے، فرمایا فاطمہ۔ پوچھا گیا مردوں میں، فرمایا ان کے شوہر۔

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور فاطمہ سے خوش طبعی فرماتے تھے حضرت علی نے فرمایا اے اللہ کے رسول حضرت فاطمہ آپ کو زیادہ عزیز ہیں یا میں آپ نے فرمایا ھی احب الی منك وانت اعز علی منھا۔ فاطمہ تم سے زیادہ مجھے پسند ہیں اور تم اس سے زیادہ مجھے عزیز ہو۔

ایک دن آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا، یہ شخص جو ابھی راستہ میں ملا تھا تم نے اس کو دیکھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا وہ فرشتہ تھا جو اس سے پہلے زمین پر نہیں اترا۔ اللہ تعالیٰ سے اجازت حاصل کی تھی کہ مجھے سلام کرے اور بشارت دے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی سردار ہوں گی۔ حسن وحسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔

آپ کی ولادت سال پنجم ہجری۔ دوسری روایت میں ۴۱ سال واقعہ فیل سے بعد عہد نبوت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی۔

آپ کی وفات سہ شنبہ کی شب ماہ رمضان میں آنحضرت کی وفات کے چھ ماہ بعد واقع ہوئی۔ عمر شریف ۲۸ سال کی تھی۔

قبر جنت البقیع میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

آپ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ خالہ زاد بھائی ابوالعاص ابن الربیع کے ساتھ عقد کیا تھا۔ ابوالعاص کے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا تجدید عقد کیا۔ دوسری روایت کے مطابق پہلے نکاح پر ہی رہنے دیا۔ ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکے کا نام علی اور لڑکی کا نام امامہ رکھا گیا۔ لڑکا عین عنفوان شباب میں فوت ہو گیا اور امامہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نکاح کر لیا۔ اور یہ عقد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق کیا گیا

تھا آپ کی ولادت نبوت سے قبل واقعہ فیل کے تیسرے سال ہوئی اور وفات ہجرت کے آٹھویں سال واقع ہوئی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت رقیہ پیدا ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا عقد کر دیا۔ اُن سے ایک لڑکا تولد ہوا جو دو سال کا ہو کر وفات پا گیا۔ پھر کوئی اور اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت رقیہ کی ولادت نبوت سے پہلے واقعہ فیل کے ۳۳ سال بعد ہوئی۔ اور وفات ہجرت کے دوسرے سال واقع ہوئی۔ جب غزوہ بدر میں گئے تھے۔

قبر شریف جنت البقیع میں ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ سے پہلے اور حضرت رقیہ کے بعد پیدا ہوئیں۔ آپ کا نام آمنہ تھا۔ حضرت رقیہ کی وفات کے بعد آنحضرت نے حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہجرت کے تیسرے سال کر دیا تھا۔ آپ ایک عرصہ تک ان کے عقد میں رہیں۔ ہجرت کے نویں سال ام کلثوم کی وفات ہو گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر تمام ہوا۔

زایدہ رضی اللہ عنہا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی باندھی تھیں۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرے پاس اتنی دیر کیوں آئی ہو۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ زایدہ نے عرض کیا، میں ایک معاملہ میں متحیر و متعجب ہوں آپ نے پوچھا بتاؤ کیا ہے کہا کہ صبح میں لکڑیاں لینے گئی تھی۔ لکڑی کا گٹھا جب باندھا اور ایک پتھر پر رکھا کہ اس کو اٹھاؤں۔ ایک سوار کو آسمان سے زمین پر آتا دیکھا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام کہہ دینا۔ اور کہہ دینا کہ رضوان خازن

جنت نے کہا ہے کہ میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ بہشت آپ کی امت کے تین گروہ پر تقسیم کی گئی ہے
ایک گروہ بغیر حساب وکتاب میں جائیں گے۔ دوسرا وہ گروہ جن پر حساب کا معاملہ سہل اور آسان
جائے گا۔ تیسرا وہ گروہ جو آپ کی سفارش سے بخشا جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ شخص آسمان کی طرف چلا
پھر اوپر سے میری طرف دیکھا کہ مجھ سے لکڑی کا وہ بوجھ نہیں اُٹھ رہا ہے تو اس نے کہا اے زاہدہ
اس بوجھ کو پتھر پہ چھوڑ دو، پھر پتھر کو حکم دیا کہ اے پتھر زاہدہ کے ساتھ ساتھ اس بوجھ کو
حضرت عمرؓ کے گھر چھوڑ آ۔ وہ پتھر روانہ ہوگیا اور لکڑی کے اس بوجھ کو حضرت عمرؓ کے مکان
پر پہنچا دیا۔ لوگوں نے اس پتھر کے آنے جانے کے نشانات کو دیکھا۔

آنحضرت نے زاہدہ سے یہ واقعہ سن کر فرمایا۔ الحمدللہ کہ میرے دنیا کے رخصت ہونے سے
پہلے اللہ تعالےٰ نے رضوان جنت سے میری امت کی بخشش کا مژدہ سنا دیا اور میری اُمت
میں سے ایک عورت کو حضرت مریم کے مرتبہ پر پہنچا دیا۔

حضرت شعدانہ رحمہا اللہ عنہا

یہ بی بی عجمی تھیں۔ اپنی مخصوص اور بہتر آواز اور نغموں میں وعظ کرتی تھیں۔ بہت خوش الحان
تھیں۔ آپ کی مجلس وعظ میں بڑے بڑے عارف وزاہد حاضر ہوتے تھے۔ اور لوگ آپ سے
کہتے کہ ہمیں ڈر معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ رونے سے کہیں آپ کی آنکھیں نہ جاتی رہیں۔ آپ
فرماتی ہیں کہ دنیا میں کثرت گریہ سے نابینا ہو جانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے اس سے کہ آخرت
میں شدت عذاب دوزخ سے آنکھیں جاتی رہیں۔ نیز آپ فرماتیں کہ جو آنکھیں محبوب کے دیدار
سے محروم ہوں اور محبوب کی دید کی آرزو ہو، تو وہ آنکھیں رونے سے کبھی باز نہیں رہ سکتیں
کہتے ہیں کہ جب آپ بوڑھی ہوگئیں۔ شیخ فضیل عیاض آپ کی خدمت میں آئے اور دُعا کی
درخواست کی، آپ نے فرمایا تیرے اور خدا کے درمیان کوئی ایسا تعلق ہے جو میں دعا
کروں اور قبول ہو جائے۔ حضرت فضیل عیاض نے ایک نعرہ لگایا اور بے ہوش ہوگئے۔

حضرت شعدانہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۷۵ھ میں واقع ہوئی۔

⁂ ⁂ ⁂

حضرت عفیرہ العابدہ رضی اللہ عنہا

آپ معاذہ عدویہ کے ساتھ صحبت رکھتی تھیں۔ کثرتِ گریہ سے آپ کی آنکھیں جاتی رہیں۔ کسی نے کہا کہ اندھا ہونا بھی کیسی مصیبت ہے، آپ نے فرمایا کہ خدا کے دیدار سے محجوب و محروم رہنا اس سے بڑی مصیبت ہے۔ آپ کی وفات ۱۸۰ھ میں واقع ہوئی۔

حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ عنہا

آپ بصرہ کی رہنے والی تھیں، آپ کا فقر، بزرگی اور عظمت احاطہ تحریر میں نہیں لائی جا سکتیں۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ مسائل دریافت کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کی دعا اور نصیحت کے متمنی اور آرزومند رہتے تھے۔ آپ تمام تمام رات عبادت میں گزارتی تھیں۔ صبح تک کھڑی ہو کر بسر کرتیں۔ کہتے ہیں کہ رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتیں۔

ایک بار آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ جنگل کا رخ کیا۔ ایک خچر پر سامان سفر لادا۔ جب جنگل کے درمیان پہنچیں خچر مر گیا۔ قافلہ والوں نے کہا کہ آپ کا سامان ہم اٹھا لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اپنا راستہ لو، میں تمہارے بھروسا پر نہیں آئی۔ قافلہ والے چلے گئے اور آپ جنگل میں تنہا رہ گئیں۔ خدا تعالیٰ کی خدمت میں آپ نے مناجات شروع کی: الٰہی ایک غریب مسکین عورت کے ساتھ بادشاہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ تو نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور میرے گدھے کو راستہ میں مار دیا۔ اور مجھے یہاں جنگل میں تنہا چھوڑ دیا۔ ابھی مناجات پوری نہیں ہوئی تھی کہ خچر اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے اپنا سامان سفر اس پر لادا اور مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ راوی کہتا ہے کہ پھر اسی خچر کو دیکھا کہ فروخت کیا جا رہا تھا۔ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ آپ کی بابت تحریر کرتے ہیں کہ جب عورت راہِ خدا میں مرد اور بہادر ہو اس کو عورت نہیں کہنا چاہیے۔ آپ کے والد کی چار لڑکیاں تھیں۔ رابعہ بصریہ چوتھی تھیں۔ اس وجہ سے آپ کو رابعہ (چوتھی) کہتے تھے۔

جس رات حضرت رابعہ پیدا ہوئیں آپ کے والد نے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے کہ یہ لڑکی سیدہ ہے۔ میری امت کے ستر ہزار آدمی اس کی سفارش سے بخشے جائیں گے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ جنگل میں کعبہ کو اپنے استقبال کے لیے آتے دیکھا۔ فرمایا مجھے رب البیت چاہیے۔ بیت کا کیا کروں گی۔ جب سلطان ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا کہ اور لوگ کعبہ پا پیادہ چل کر گئے ہیں۔ میں آنکھوں سے جاؤں گا۔ چنانچہ ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کرتے اور اس طرح چودہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے پھر بھی خانہ کعبہ کو نہ دیکھ سکے۔ فرمایا سبحان اللہ۔ میری آنکھوں کو کیا ہو گیا۔ ہاتف نے آواز دی کہ تمہاری آنکھوں میں کوئی خرابی نہیں۔ کعبۃ اللہ رابعہ ضعیفہ کے استقبال کو گیا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ اس کا دیدار کرنا چاہتی تھیں۔ اسی اثناء میں حضرت ابراہیم ادھم نے حضرت رابعہ کو آتے دیکھا۔ اور کعبہ اپنی جگہ پر واپس آگیا۔ آپ نے فرمایا اے رابعہ آپ اس طرح مصیبت سے گرتی پڑتی آرہی ہیں۔ حضرت رابعہ نے فرمایا کہ تم نے تمام دنیا میں شور کر دیا ہے کہ ۱۴ سال کی مدت لگا کر خانہ کعبہ پہنچے ہو۔ ابراہیم نے فرمایا ہاں اسی طرح ہے میں نے چودہ سال نماز پڑھ پڑھ کر یہ راستہ طے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے نماز میں راہ طے کی اور میں نے نیاز میں۔

حضرت رابعہ سے پوچھا گیا کہ آپ حق تعالیٰ کو دوست رکھتی ہیں؟ فرمایا بے شک میں خدا کو دوست رکھتی ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ شیطان کو دشمن سمجھتی ہیں؟ فرمایا خدا کی دوستی سے شیطان کی دشمنی کو میں متعلق نہیں کرتی۔ کہتے ہیں کہ موسم بہار میں آپ گھر میں داخل ہوئیں۔ پھر باہر نہیں نکلیں، آپ سے کہا گیا کہ باہر آؤ، اور قدرت کی کاریگری کا مشاہدہ کرو، فرمایا تم اندر آؤ کہ صانع قدرت کا مشاہدہ کرو۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ کے کپڑے بہت بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ عرض کیا کہ آپ کے خادم بہت ہیں اشارہ فرمائیں تو جدید لباس حاضر کر دیں۔ رابعہ نے فرمایا کہ مجھے اس سے دنیا طلب کرنے میں شرم آتی ہے جس کی ملک میں دنیا ہے اس سے کیوں کر طلب کر سکتی ہوں جس کے پاس عاریتاً ہے، آپ فرماتی تھیں کہ خدایا دنیا سے جو کچھ میرے نصیب میں تو نے لکھا ہے وہ اپنے دشمنوں کو عطا فرما کہ میرے لیے بس تو کافی ہے۔ آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ کے سرہانے اکابر مشائخ حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں سے اٹھو اور خدا کے رسولوں کے لیے جگہ خالی کر دو سب اٹھ کر باہر چلے گئے اندر سے یہ آواز سنی گئی یا ایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اے نفس مطمئنہ تو میری رحمت پر شاکر رہا۔ دنیا سے اپنے پروردگار کی طرف رخصت ہو۔ اس حال میں کہ خدا کی عطا و بخشش

پر تو راضی ہے۔ اور خدا تجھ سے راضی ہے۔ میرے برگزیدہ اور صالح بندوں کے گروہ میں تو شامل ہو جا اور میرے مقربین بارگاہ کی معیت میں تو بہشت میں داخل ہو۔ وہ اکابر مشائخ جب اندر گئے تو رابعہ کو اس حال میں پایا کہ آپ جاں بحق ہو چکی تھیں۔

آپ کی وفات ۱۸۵ھ میں واقع ہوئی۔ قبر جبل قدس میں ہے۔ وفات کے بعد آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا کہ رابعہ کہو نکرین کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا۔ فرمایا جب وہ آئے اور پوچھا من ربک تیرا رب کون ہے میں نے ان سے کہا کہ واپس جاؤ اور حق تعالیٰ سے کہو کہ اتنے ہزاروں آدمیوں میں اس ضعیف اور بوڑھی عورت کو فراموش نہیں کیا تو میں کہ دل و جان سے تجھے زیادہ عزیز رکھتی ہوں کیسے فراموش کر سکتی ہوں۔

حضرت نفسیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کے والد کا نام حسن بن زید ہے۔ مصر میں آپ کی سکونت تھی۔ حضرت امام شافعیؒ جب مصر پہنچے ان کے سامنے حدیث کی سند حاصل کی، جب امام صاحب کا وصال ہوا، آپ کے جنازہ کو گھر میں رکھ کر آپ نے نماز جنازہ ادا کی۔

آپ کی وفات ماہ رمضان میں ۲۰۸ھ میں ہوئی۔ جب آپ کا وصال ہوا آپ کے شوہر اسحاق بن جعفر نے چاہا کہ مدینہ لے جائیں۔ اہل مصر نے درخواست کی کہ مزار یہاں ہی ہونا چاہیے چنانچہ آپ کو باشندگان مصر کی خواہش کے مطابق قاہرہ و مصر کے مابین ارب صباع میں دفن کیا گیا۔

حضرت فاطمہ نیشا پوریہؒ

خراسان کی قدیم مستورات میں تھیں اور بڑی عارفہ کاملہ تھیں۔ مکہ شریف کی خدمت مجاورت کرتی تھیں کبھی بیت المقدس کی زیارت کو جاتی تھیں۔ شیخ بایزید بسطامی قدس سرہ نے آپ کی بہت تعریف کی ہے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی عمر میں ایک مرد اور ایک عورت دیکھی عورتوں میں جس عورت کو میں نے صاحب کمال و عارفہ پایا وہ فاطمہ نیشا پوریہ ہیں کسی مقام پر کوئی خبر ہو وہ آپ پر منکشف ہو جاتی۔ مشائخ میں سے کسی نے ذوالنون مصری کو دیکھا اور پوچھا کہ کون سب سے زیادہ بزرگ ہے فرمایا کہ میں ایک عورت فاطمہ نیشا پوریہ نامی ہے جو بزرگ ترین ہے قرآن مجید کے حقائق و معانی وہ وہ بیان کرتیں کہ مجھے ان پر رشک آتا

روایت ہے کہ ایک دن شیخ ذوالنون مصری کے لیے کچھ بطور تحفہ بھیجا۔ آپ نے قبول نہیں کیا۔ اور فرمایا عورتوں سے تحائف وہدایا قبول کرنا مذلت ونقصان کا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی صوفی آپ سے بزرگ نہیں تھا جو درمیان میں سبب اور واسطہ پر نظر نہ رکھتا ہو۔ آپ کی وفات ۲۲۳ھ کو ہوئی۔

حضرت تحفہ رحمہا اللہ

آپ بڑی عارفہ کاملہ تھیں۔ شیخ سری سقطیؒ سے روایت ہے فرمایا کہ رات مجھے نیند نہیں آتی تھی۔ میں پریشان تھا۔ نماز تہجد بھی فوت ہوگئی۔ جب صبح کی نماز پڑھی تو کبھی باہر جاتا کبھی اندر آتا کسی طرح تسکین حاصل ہو۔ لیکن اضطراب دور نہ ہوا۔ آخر میں نے سوچا کہ شفاخانہ جاؤں اور بیماروں کی پریشانیاں مشاہدہ کروں۔ ممکن ہے کہ ان کے احوال وذکر سے کچھ سکون ملے۔ ہسپتال گیا تو مجھے تسکین ہوگئی میرا سینہ منشرح ہوگیا میں نے ایک نہایت خوبصورت لڑکی دیکھی جس کے بوسیدہ کپڑوں سے خوشبو آرہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے، مجھے دیکھا تو رونے لگی، اور کچھ اشعار پڑھ کر سنائے۔ میں نے وہاں لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے۔ بتایا کہ ایک لڑکی ہے، دیوانی ہوگئی ہے۔ خواجہ نے ہاتھ پاؤں باندھ کر یہاں ڈال دیا ہے۔ اس نے جب سنا تو زیادہ روئی، اور عربی میں چند اشعار پڑھے جن کے معنی یہ ہیں۔

"اے گروہ مردم، میرا کوئی گناہ نہیں، بظاہر میں دیوانی ہوں۔ لیکن میرا دل ہوشیار اور باخبر ہے مجھے ناحق قید کر دیا ہے۔ بجز محبت کے دوسرا گناہ میرے اندر نظر نہیں آتا۔ میں اس محبوب کی محبت میں شیفتہ ہوں جس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔ پس میرے اندر جو خوبی تم نے دیکھی یہی خرابی اور گناہ ہے اور جو بات فساد اور خرابی دیکھ رہے ہو درحقیقت وہ میری خوبی ہے جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت کرے اور اس سے راضی ہو۔ اس پر کوئی گناہ نہیں"۔

اس کی ان باتوں کا میرے قلب پر گہرا اثر ہوا، اور مجھے رونا آگیا۔ اس کنیز نے کہا اے سری یہ گریہ اس حالت میں کیوں کر ہوگا۔ اگر اس کو اس طرح پہچان لے جو اس کے پہچاننے کا حق ہے۔ پھر وہ بے ہوش ہوگئی۔ جب ہوش میں آئی میں نے کہا اے جاریہ اس نے کہا لبیک اے سری۔ میں نے کہا مجھے کہاں سے پہچانتی ہے کہا جب اس کو پہچان لیا تو اب میں جاہل نہیں میں نے کہا کہ سنا ہے کہ تجھے دعوئے محبت ہے کس کو دوست رکھتی ہے۔ کہا اس

ذات کو جس نے اپنی نعمتوں کو شناخت کرایا اور اپنے احسانات سے نوازا جو دلوں سے زیادہ ہم سے قریب ہے پھر میں نے پوچھا تجھے یہاں کس نے بند کیا۔ جواب دیا حاسدوں نے مل کر مجھے یہاں بند کرا دیا۔ پھر ایک نعرہ لگایا اور بے ہوش ہو گئی، میں سمجھا کہ شاید جاں بحق ہو گئی۔ جب ہوش میں آئی۔ پھر چند اشعار مناسب حال پڑھ کر سنائے۔ ہسپتال کے مالک سے میں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دیجیے۔ اس نے آزاد کر دیا۔ میں نے کہا جہاں دل چاہے چلی جاؤ۔ کہا اے سری کہاں جاؤں مملوک حقیقی نہیں ہے مجھے دوسرے کا مملوک بنا دو۔ اگر وہ راضی ہو تو جاؤں ورنہ صبر کروں۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ مجھ سے زیادہ عاقل ہے۔ اتنے میں تحفہ کا مالک آ گیا اور ہسپتال کے نگران سے پوچھا کہ تحفہ کہاں ہے۔ کہا اندر ہے۔ اور سری سقطی کے پاس موجود ہے۔ وہ خوش ہوا اور اندر آیا۔ مجھے سلام کیا اور بہت احترام سے پیش آیا، میں نے اس سے کہا کہ یہ جاریہ مجھ سے زیادہ قابل تعظیم ہے تو نے اس کو کس جرم میں قید کر دیا ہے۔ کہا، سبب تو بہت ہیں۔ دیوانی ہے۔ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ نہ ہمیں سونے دیتی ہے۔ ذکر و فکر بہت کرتی ہے۔ میری تمام پونجی یہی ہے۔ میں نے بیس ہزار درہم خرچ کر کے اس کو خریدا تھا اور خیال تھا کہ اس سے کافی نفع ہو گا۔ کیونکہ اس میں جو کمالات اور ہنر ہیں اس کی وجہ سے میں زیادہ دولت حاصل کر سکوں گا میں نے پوچھا اس میں کیا ہنر ہے۔ کہا مطربہ ہے۔ بہت اچھی گانے والی ہے۔ میں نے پوچھا کتنے عرصہ سے یہ اس حال میں ہے۔ کہا اس حال کو ایک سال ہو گیا۔ میں نے پوچھا اس سے پہلے اس کا کیا حال تھا۔ کہا کہ باجا بغل میں رہتا تھا اور یہ اشعار گاتی تھی جن کا خلاصہ یہ ہے۔

مجھے قسم ہے کہ جو عہد میں نے تجھ سے کیا ہے کبھی نہ توڑوں گی۔ اور دوستی کو کبھی خراب نہیں کروں گی۔ جس دوستی نے میرے قلب کو معمور کر دیا ہے۔ میں اپنے قلب کو کس طرح تسلی دوں اور سکون کس طرح حاصل کروں۔ پس اے وہ ذات کہ تیرے سوا میرا کوئی دوست نہیں تو نے مجھے لوگوں کی خدمت گاری کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

یہ گایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ عود توڑ ڈالا۔ آہ و زاری کرنے لگی۔ میں نے سوچا کہ کسی کی محبت میں مبتلا ہے۔ لیکن معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے۔ میں نے تحفہ سے دریافت کیا کہ واقعہ اسی طرح ہے؟ دل بریاں سے آب دیدہ ہو کر اس نے چند اشعار پھر سنا دیے۔ حق تعالے نے میرے دل میں کہا اور وعظ میری زبان پر تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس سے نزدیک ہوئی حق تعالیٰ نے مجھے خاص مرتبہ سے نوازا۔ اور مجھے عزت بخشی۔ میں نے قبول کر لیا۔ جس وقت میں بلایا جاتی

ہوں تو لبیک کہتی ہوئی دلی آرزو کے ساتھ اس کی طرف بڑھتی ہوں جس نے مجھے طلب کیا ہے یہ اشعار سننے کے بعد میں نے تحفہ کے مالک سے کہا کہ اس پر جو کچھ واجب ہے میں ادا کر دوں گا اور کچھ زیادہ پیش کروں گا۔ مالک نے مجھ سے فریاد کی اور کہنے لگا کہ آپ درویش ہیں۔ اتنی قیمت آپ کہاں سے ادا کریں گے۔ میں نے کہا، تم اس کی فکر نہ کرو۔ تم یہاں ٹھہرو۔ میں اس کی قیمت لے کر ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں روتا ہوا گیا۔ اور خدا کی قسم میرے پاس ایک دینار بھی موجود نہ تھا۔ تمام رات اس فکر میں رہا۔ آہ و بکاہ کرتا رہا۔ عاجزی کرتا رہا۔ نیند نہیں آتی تھی۔ میں نے عرض کیا اے خدا تو میرے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے مجھے تیرے فضل کا بھروسا ہے مجھے ذلیل نہ کر۔ تھوڑی دیر ہوئی کہ کسی نے دستک دی۔ میں نے کہا کون ہے؟ کہا تمہارا ایک دوست، میں نے دروازہ کھول دیا۔ ایک شخص چار غلاموں کو لیے ہوئے ہاتھ میں شمع لیے موجود ہے۔ اور مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، میں نے کہا اندر آجائیے۔ جب وہ شخص اندر آیا۔ میں نے پوچھا تم کون ہو اور کیسے آئے۔ کہا احمد بن مثنیٰ، آج رات خواب میں ہاتف نے کہا کہ پانچ تھیلی سونے کی لے کر حضرت سری سقطی کے پاس پہنچا دو۔ اور ان کے دل کو خوش کر دو کہ وہ تحفہ کو خرید ے ہم کو بھی تحفہ کے ساتھ خصوصیت ہے۔ میں نے جب یہ سنا۔ بندہ نے سجدۂ شکر کیا اور صبح کا انتظار کرنے لگا۔ نماز صبح سے فارغ ہو کر دوست کو ہمراہ لے کر ہسپتال گیا مالک انتظار میں تھا مجھے دیکھا تو کہنے لگا۔ مرحبا خوش آمدی۔ تحفہ کا خدا کے نزدیک بڑا درجہ ہے ہاتف نے مجھ سے کہا خوب ہے جو اپنے دل میں ہماری یاد رکھتا ہے۔

جب تحفہ نے ہم کو آتا دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لائی، اور خدا سے کہنے لگی۔ خدایا تو نے لوگوں میں میرا راز فاش کر دیا۔ اتنے میں تحفہ کا مالک روتا ہوا آگیا۔ میں نے اس سے کہا یہ رونا کیسا ہے جو تم نے کہا تھا میں لے کر آیا ہوں۔ اور پانچ ہزار اس پر زائد نفع بھی ہے اس نے کہا مجھے نہیں چاہیے۔ میں نے کہا اچھا قیمت کے برابر نفع دوں۔ کہنے لگا۔ تمام دنیا بھی اس کی قیمت میں دو گے تو بھی قبول نہیں کروں گا۔ تحفہ کو میں نے خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔ میں نے پوچھا آخر یہ کیا ماجرا ہے۔ کہنے لگا رات مجھ پر عتاب ہوا۔ میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اس تمام مال سے بری ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف آگیا ہوں۔ جب اس مثنیٰ کی طرف میں نے دیکھا تو وہ بھی رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو، کہنے لگے خدائے تعالیٰ نے جس کام کے لیے مجھے بلایا تھا وہ مجھ سے ناراض معلوم ہوتا ہے۔ میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنا

تمام مال خدا کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ میں نے کہا سبحان اللہ۔ تحفہ کی برکتیں کتنی وسیع اور بڑی ہیں کہ سب کو شامل ہیں۔ پھر تحفہ اٹھی اور جو کپڑے پہنے ہوئے تھی اتار ڈالے اور ٹاٹ اوڑھ کر باہر نکلی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں نے کہا۔ خدا نے تجھے آزاد کر دیا۔ اب رونا کیوں ہے۔ چند اشعار پڑھے جن کا مطلب مندرجہ ذیل ہے۔

میں جس طرف بھاگ کر جا رہی ہوں۔ اسی لیے رو رہی ہوں۔ اس کے حق کی قسم کہ وہی ہے جس نے مجھے طلب کیا ہے میں ہمیشہ اسی کے پاس ہوں تاکہ مجھے اس مطلوب کی طرف پہنچا دے جس کی مجھے آرزو ہے اور مجھے خوش کر دے۔

اس کے بعد ہم باہر آئے، تحفہ کو بہت تلاش کیا۔ نہ پا سکے۔ ہم تینوں نے کعبہ کا قصد کیا۔ احمد مثنیٰ کا اثنائے سفر میں انتقال ہو گیا اور ہم اور تحفہ کا مالک دونوں مکہ معظمہ پہنچے۔ طواف کرتے وقت کسی مجروح کی سی آواز سنی جو یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ خدا کا دوست دنیا میں بیمار ہے۔ اس کا مرض دراز ہے۔ اس کی دوا خدا کی محبت اور درد ہے جو اس نے خود اپنے ہاتھ سے جام محبت پلا دیا ہے اور خوب سیراب کر دیا ہے۔ جس وقت وہ جام محبت پلایا۔ تو وہ اس کی محبت اور اس کی طلب میں بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بغیر اس شخص کا حال اس شخص کی مانند ہے جو اس کی شوق و محبت کا دعوےٰ کرے اور اس کے دیدار کی طلب و آرزو میں بے ہوش ہو جائے۔

ہم اس گانے والے کے پاس پہنچے۔ اس نے دیکھا تو کہا اے سری! میں نے کہا لبیک! تم کون ہو؟ خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔ کہنے لگا لا الہ الا اللہ۔ یہ تجاہل عارفانہ کیسا۔ میں وہی تحفہ ہوں، اب تحفہ بہت کمزور ہو گئی تھی، میں نے کہا اے تحفہ تم نے تنہائی پسند کرنے کے بعد کیا فائدہ اٹھایا۔ کہنے لگی، حق تعالیٰ نے اپنا قرب اور محبت عطا فرمائی۔ اور اپنے غیر سے وحشت و نفرت پیدا فرمائی۔ میں نے کہا احمد مثنیٰ کا انتقال ہو گیا۔ کہنے لگی اللہ تعالےٰ اس پر رحم فرمائے۔ خدا تعالےٰ نے اسے ایسی بزرگی اور کرامت بخشی تھی کہ کسی کے پاس نہیں پائی وہ جنت میں میرا ہمسایہ ہو گا۔ میں نے کہا تیرا مالک ساتھ آیا ہوا ہے۔ اس کے حق میں دعا کی اور کعبہ کے قریب گر پڑی اور جاں بحق ہو گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

جب اس کا مالک آیا۔ اس کو مردہ دیکھ کر گر پڑا۔ میں اس کو اٹھانے کے لیے بڑھا

دیکھا کہ وہ بھی جاں بحق ہو چکا تھا۔ ان کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر کے واپس آ گیا اللہ تعالےٰ ان سب پر رحم فرمائے۔

حضرت اُمِ عیسیٰ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ کے والد کا نام ابراہیم حربی ہے۔ آپ بڑی عارفہ اور عابدہ تھیں۔ فقہی مسائل میں آپ فتوے دیتی تھیں۔

آپ کی وفات ماہ رجب ۳۲۸ھ میں ہوئی۔ مزار والد کے مزار کے قریب ہے۔

حضرت ام محمد رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ ابی عبد اللہ خفیف قدس سرہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ آپ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ آپ کے مشاہدات و مکاشفات مشہور ہیں۔ اپنے بیٹے کے ساتھ سمندری راستہ سے حجاز کے سفر کو گئیں۔ روایت ہے کہ شیخ ابو عبد اللہ آخر رمضان میں شب بیداری کرتے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے کہ لیلۃ القدر کا ثواب حاصل کریں۔ چھت پر نماز پڑھتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ مکان کے اندر گوشہ میں معتکف تھیں۔ دفعتًا انوار و تجلیات شب قدر کی آپ پر ظاہر ہونے لگیں۔ آپ نے لڑکے کو آواز دی کہ اے محمد جو تو وہاں طلب کر رہا ہے یہاں موجود ہے۔ شیخ ابو عبد اللہ اتر کر نیچے آئے، تجلیات الٰہی کو دیکھا، والدہ کے قدموں میں گر گئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد سے میں نے والدہ ماجدہ کا مرتبہ پہچانا۔

حضرت امۃ الواحد رحمہا اللہ

آپ کا نام ستیتہ، والد کا نام حسین بن اسماعیل حاکمی ہے۔ علم حدیث و فقہ و فرائض باب و قواعد میں خوب ماہر تھے۔ صدقہ و خیرات بہت کرتے تھے۔

آپ کی وفات ماہ رمضان میں ۳۷۷ھ کو ہوئی۔

عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی۔

◆ ◆ ◆ ◆

حضرت امنۃ اسلام رحمہا اللہ تعالیٰ

والد کا نام قاضی ابوبکر بن کامل بن خلف ہے۔ محمد بن اسماعیل بصلانی کے شاگرد ہیں۔ حضرت تنوخی، زاہدی اور ابوعلی آپ کے شاگرد ہیں۔ فضائل و کمالات آپ میں بہت تھے۔ آپ کی ولادت ماہ رجب ۳۱۳ھ کو ہوئی۔ وفات ماہ رجب ۳۹۰ھ میں ہوئی۔

حضرت میمونہ واعظ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ کے والد کا نام شاقوکہ ہے۔ قرآن کے حافظ تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ جو کپڑے حلال پیسے سے بنائے گئے ہوں۔ یعنی حلال ذریعہ سے حاصل کیے گئے ہوں۔ اور ان کپڑوں کو پہن کر کوئی گناہ نہیں کیا گیا ہو وہ جلدی نہیں پھٹتے۔ چنانچہ وہ کرتا جس کو میں پہنے ہوں۔ میری والدہ کا بنا ہوا ہے۔ ۴۷ سال سے میں اس کو پہنے ہوئے ہوں اور ابھی پھٹا نہیں ہے آپ کے بیٹے حضرت عبدالصمد سے روایت ہے کہ ہمارے گھر میں ایک دیوار تھی۔ گرا چاہتی تھی۔ میں نے والدہ سے کہا کہ اس دیوار کو پھر سے بنانا چاہیے۔ آپ نے کاغذ کے ایک پرچہ پر کچھ لکھا اور مجھے دے کر فرمایا کہ اس پرچہ کو دیوار پر مضبوطی سے لگا دو۔ میں نے لگا دیا۔ بیس سال تک وہ دیوار اسی طرح قائم رہی۔ گری نہیں۔ آپ کے وصال کے بعد مجھے خیال گزرا کہ دیکھوں کاغذ پر کیا لکھا ہے۔ کاغذ دیوار سے جدا ہی کیا تھا کہ دیوار آگری۔ اس کاغذ پر لکھا ہوا تھا کہ "ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزول یا ممسک السمٰوٰت والارض امسکہ"۔ آپ کی وفات ۳۹۳ھ کو واقع ہوئی۔

حضرت خدیجہ واعظ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ بڑی عارفہ اور کاملہ بی بی تھیں۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی پھوپی تھیں۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ جیلان میں قحط پڑا، بارش نہیں ہوئی تھی۔ لوگ بارش کی طلب کے لیے باہر گئے۔ بارش نہیں ہوئی۔ آخر سب جمع ہو کر ام محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارش کے نزول کی دعا کی درخواست کی۔ آپ صحن میں گئیں اور کہا کہ اے خدا میں نے صحن میں جھاڑو دے دی ہے تو بارش برسا دے (اس پر چھڑکاؤ کر دے) اسی وقت بارش شروع ہوگئی

اور ایسی ہوئی کہ کسی نے مشک کے دہانے کھول دیے ہوں۔ خوب موسلادھار بارش ہوئی۔

حضرت اُمِ محمدؒ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ کے والد کا نام محمد بن علی بن عبداللہ ہے۔ ابن سمعون کی صحبت میں رہتی تھیں۔ صدق وصفا، زہد وتقویٰ میں بے مثل تھیں۔ آپ کی ولادت ۳۷۶ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۴۲۶ھ کو ہوئی۔ عمر ۶۸ سال کی تھی۔ آپ کا مزار ابن سمعون کے مزار کے قریب ہے۔

حضرت کریمہ مروزیہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ کے والد کا نام احمد بن محمد بن ابی حاتم ہے۔ علم ظاہر و باطن کی بڑی عالم تھیں۔ حدیث کا درس دیتی تھیں۔ آپ کی وفات ۴۶۳ھ کو واقع ہوئی۔

حضرت فاطمہ واعظ رحمہا اللہ تعالیٰ

باپ کا نام حسین بن حسن بن فضلویہ ہے۔ آپ کی مجلس وعظ میں شہر کی تمام نیک اور پارسا بیبیاں جمع ہوتی تھیں۔ اور استفادہ کرتی تھیں۔

آپ کی وفات ۵۲۱ھ کو واقع ہوئی۔

حضرت فاطمہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ کے والد کا نام نصر بن عطار ہے۔ سیدہ تھیں۔ زہد و عبادت اور مجاہدات و ریاضات میں آپ اپنی مثال تھیں۔ اپنی تمام عمر میں مکان سے تین مرتبہ باہر نکلیں۔ آپ کی وفات ۵۷۳ھ کو ہوئی۔ آپ نے بہت سی نیک اور عابدہ بیبیوں کو اتنے اونچے درجہ پر پہنچا دیا۔ جس کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ امام عبداللہ یافعی نے اپنی تاریخ میں کسی شیخ سے روایت لکھی ہے کہ مصر کی ایک خاتون کامل تیس سال ایک جگہ اس طرح جم کر رہیں کہ سردی و گرمی کے موسم میں بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ اور اس عرصہ میں نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ امام یافعی نے روض الریاحین میں لکھا ہے۔ کہ اس گروہ صوفیا میں سے کسی نے بیان کیا کہ مصر کے اطراف میں ایک خاتون کو دیکھا جو کسی کے عشق میں شیدا و پریشان رہتی تھیں۔ تیس سال تک دو پاؤں پر کھڑی رہیں۔ موسم سرما میں

اور نہ موسم گرما میں رات کو بیٹھیں نہ دن میں۔ آفتاب و بارش سے بھی کبھی اپنے کو محفوظ نہیں کیا۔
سانپ اور اژدھے آپ کے چاروں طرف جمع رہتے تھے۔

امام عبداللہ یافعی نے لکھا ہے کہ علماء میں سے کسی عالم نے نقل کیا ہے کہ خوارزم میں ایک بی بی نظر پڑیں جنہوں نے بیس سال سے زیادہ عرصہ تک نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ نے فرمایا کہ مرہ بیرہ میں ایک خاتون تھیں جن کو بیبیک کہتے تھے۔ میرے پاس آئیں اور کہا اے ابوسعید میں انصاف چاہنے آئی ہوں۔ میں نے کہا، کہو کیا بات ہے۔ کہا کہ لوگ دعا کرتے ہیں کہ ہم کو ایک نفس کے لیے چھوڑ دے۔ مجھے تیس سال ہوئے یہ کہتے ہوئے کہ مجھے ایک طرفۃ العین کے لیے چھوڑ دے کہ میں دیکھوں کہ میں کون ہوں، میں اپنے میں ہوں۔ ابھی تک اس کا موقع نہیں مل سکا۔

حضرت بی بی جمال خاتون رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ کے والد کا نام قاضی سایندہ تھا۔ حضرت میاں میر کی بہن تھیں۔ جن کا ذکر سلسلہ عالیہ قادریہ میں موجود ہے۔ بی بی جمال عارفات و قانتات خواتین میں سے تھیں۔ ترک و تجرید میں اپنے زمانہ کی رابعہ تھیں۔ شغل ذکر کا طریق اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے بھائی سے حاصل ہوا۔ آپ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا۔ اور اب بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ تقریباً دو من گیہوں ایک برتن میں آپ نے خود دست مبارک سے رکھے۔ روزانہ ان میں سے گیہوں نکالتی تھیں اور فقراء اور متعلقین پر صرف کرتی تھیں۔ ایک سال اسی طرح نکالتی رہیں اور صرف کرتی رہیں اور گیہوں اسی طرح اتنے ہی رہے جتنے رکھے تھے۔

روایت ہے کہ ایک دن گھر میں مچھلیاں آئیں۔ اس وقت آپ خوش تھیں۔ مچھلیوں پر نظر پڑی۔ ان میں آپ کو نور دکھائی دیا۔ فرمایا اس مچھلی کو حفاظت سے رکھو اس میں برکت ہے۔ جب تک یہ خشک نہ ہوئی آپ کے اعزہ و اقارب نے اس کو رکھا، اور جس سامان یا غلہ میں رکھا جاتا عجیب برکت مشاہدہ میں آتی۔

روایت ہے کہ جب کبھی کسی کو کوئی ضرورت پیش آتی۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کراتا۔ اور آپ کی دعا کی برکت سے اس کی پریشانی رفع ہو جاتی اور کام درست ہو جاتا۔

جو کھانا آپ بزرگوں کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے لیے پکوائیں تو پہلے اپنے دست مبارک سے اس میں سے نکالتیں اس کے بعد دوسروں کو حکم ہوتا کہ جتنے لوگ آئیں سب کو دیا جائے، کمی نہ کریں سب کو پورا ہو جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوتا۔

آپ کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی۔ سوستنان میں آپ کی سکونت تھی۔ اور وطن سے باہر قدم نہیں نکالا۔ یہاں تک کہ حضرت میاں میر کی زیارت کو بھی گھر سے باہر نہیں گئیں۔ اور تا حال کہ سنہ ۱۰۴۹ھ ہے بقید حیات ہیں۔